

Videos' Transcription_Urdu

Video # 1

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=Zr5LclresfQ>

Topic: Role of Journalism in Nation's Progress

Event: UMT Seminar

Event Date: Not Available

Audience: Rector UMT, Faculty and Students

Issues in Video: Improper Thumbnail

Total Time of Video: 5 Minutes and 45 Seconds

Summary:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ。نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّی عَلَیْ رَسُولِهِ الْکَرِیمِ۔ جَنَابِ رِیکَٹِرِ ڈاکْٹِرِ محمدِ اسلام، برادرِ مُسْلِیمِ صافی، ڈاکْٹِرِ حَتَانِ چیئِر پُر سِن ڈیپارٹمنٹ اف میڈیا ایڈ کمیونیکیشن، اساتذہ کرام، عزیز طلباء و طالبات، اسلام علیکم۔ ہمیں ابھی ایک انتہائی تازہ ہوا کا ایک جھوٹکا ملا ہے۔ جنابِ مُسْلِیمِ صافی نے اپنے ٹھنڈے اور متعادل انداز میں اور ششتمہ اور پنجمہ الفاظ کے ذریعے سے ہمارے بین الاقوامی معاملات کا جو گمیر پن ہے اور اس کے اندر جو ال جھاؤ ہے، اس میں جو کشکاش ہے، جو اس میں پچیدگیوں کا ایک پندار ہے اس کو انہوں نے آہستہ آہستہ کر کے مختلف سمتوں سے کھولا ہے گھٹیوں کو سلیمانی ہے اور تاریکیوں پے اور تاریک گوشوں میں انہوں نے ٹارچ کے ذریعے سے ہمیں کچھ جھلکیاں دکھائی ہیں۔ مُسْلِیمِ صافی کا یہ انداز مجھے انتہائی پسند ہے اور اس وجہ سے میری نگاہ میں وہ ہماری قوم کے شعور کا اور ہماری قوم کی اجتماعی سوچ کا ایک اہم محور ہیں اور ان کا ایک انتہائی قابل عزت معیار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک نوجوان ہونے کی

حیثیت سے انہوں نے حتیٰ جلدی اپنی معاملات کے اوپر گرفت کو ظاہر کیا ہے اور اس گرفت کے اندر اس بات کا یقین بھی ہوتا چلا جاتا ہے کہ ان کی سوچ ان کی اپنی سوچ بھی نہیں ہے، ان کی سوچ باہر سے مستعاری ہوئی بھی نہیں ہے اور ان کی سوچ کی کمانڈ کسی اوپر والے یادائیں والے یا بائیں والے یا کسی نیچے والے اس سے بھی جا کے نہیں ملتی بلکہ ان کی سوچ کا جومر کرنے ہے اس کا جو کھوٹا ہے وہ یقیناً ملک اور ملت کی بہتری ہے اور اس کے ایک اچھے مستقبل کی جانب اس کی رہنمائی اور اس کی پیش رفت یا ان کی کوشش ہے۔ ان کا انداز ایسا ہے کہ جس میں حق کی جونوک ہے اور حق کی جو پلک ہے اور حق کا جو تقاضا ہے وہ بھی پورا ہوتا ہے اور یقیناً آج جو ایک ماحول ہے اس ماحول میں جو ایک اشتغال ہے اور جذب بات کی جو ایک حدت اور گرمی ہے وہ اس سے بھی فیکر نکل جاتے ہیں۔ وہ اپنی بات کو کہنے کا اور حق کی بات کو ممتاز کرنے کا، اس کو نکار دینے کا جو فریضہ ہے اور اس کی جو شہادت ہے اور جو گواہی، اس کا جو ایک تقاضہ ہے اس کو بھی وہ نہ جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ کسی بھی جانب جہاں بھی اس کی روشنی پڑتی ہو اور جو بھی اس کی زد میں آجائے اس کو اشتغال میں لانے اور اس کو کسی منفی رد عمل کا شکار کرنے سے بھی اس کو محظوظ رکھتے ہیں، تو یہ کمال ہے ان کا اور یہ میرے خیال میں صحافت کے جو طالب علم یہاں بیٹھے ہیں، میں نے یہ تعریف صرف اس لئے کی ہے کہ صحافت کے جو ہر طالب و طالبات یہاں بیٹھے ہیں ان کے لیے یہ ایک راہ عمل ہے کہ ہمیں اپنی قوم کے شعور کو اگرا جا کر کرنا ہے اور اس کے اندر زمدداری کا احساس پیدا کرنا ہے اور اس کو اچھے فیصلے اور ذمہ دارانہ فیصلے کی جانب قدم اٹھانے کے لیے تیار کرنا ہے تو اس کی بنیاد ظاہر تحریز پر ہوگی، اس کی بنیاد دلائل پر ہوگی اور اس کی بنیاد ایک مدل سوچ کے اوپر ہوگی کہ جس کا تعلق عوامل اور اس کے کسی بھی مسئلہ کے محکمات اور اس کے عواقب اور اس کے نتائج اور اس کے اثرات اور اس کے معاملات کے فہم اور اس کی فراست سے شروع ہو گا اور وہیں ختم ہو گا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت اچھا اس لحاظ سے ایک رول ماؤل ہیں۔ ان کو یہاں پر دعوت دی گئی وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے اور ان کی سوچ کے آئینے سے ہم اسکرین میں یقیناً استفادہ کرتے رہے، آج وہ آئینہ خود چل کر ہمارے سامنے یقیناً آگیا ہے اور

آپ نے اس آئینہ میں جو کچھ انہوں نے منظر نامہ آپ کے سامنے پیش کیا اس کو دیکھا ہے۔ میں ان کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے وقت نکالا اور یہاں پر تشریف لائے اور میں ان سے ضرور یہ گزارش کروں گا کہ وہ آئندہ بھی وقت نکالنے رہیں اور اس جامعہ میں تشریف لاتے رہیں تاکہ ان طلبہ کی جو تربیت ہے اور ان کی جو تعلیم ہے اس میں اضافہ ہو۔ شکر یہ

Video # 8

URL: https://www.youtube.com/watch?v=sbEp_nY0fXE

Topic: Role of Mankind in Light of Quran

Event: Friday Sermon

Event Date: Not Available

Audience: General Public

Issues in Video: Improper Thumbnail and second part of video

contains Jummah Prayer which should be excluded from the video.

Total Time of Video: 45 Minutes and 59 Seconds

Summary:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ آج کی گفتگو میں انسان کے اوپر بات کروں گا کہ حضرت انسان کوں ہیں، حضرت انسان کے وجود کا مطلب کیا ہے، اس کے معنی اور مفہوم کیا ہے اور حضرت انسان کی بناؤٹ اور اسکی تشكیل اسکی ترتیب اسکی ساخت اسکی نوعیت اور کیفیت کیا ہے، آپ میری اس بات سے انکار نہیں کر سکیں گے کہ انسان کے لئے اگر کوئی ایک سوال سب سے زیادہ اہم ہے جس کے نتیجے میں باقی سوالات اٹھتے ہیں، وہ یہ کہ میں کون ہوں؟ وہ یہ کہ میں کہاں ہوں، وہ یہ کہ میں کیوں ہوں اور وہ یہ کہ میں کس طرف چلا جا رہا ہوں؟ آپ مجھے بتائیں کہ ان سوالات سے زیادہ میرے اور آپ کے لئے کوئی سوال زیادہ اہم ہو سکتا ہے؟ اور آپ مجھے یہ بتائیں کہ کس تعلیمی ادارے میں اولیوں اے لیوں کے نصاب میں یا کسی اسکول کے نصاب میں حتیٰ کہ کسی مدارس کے نصاب میں بھی ان سوالات کا احاطہ کیا جاتا ہوا ایک مضمون کے طور پر کے اس مضمون کا نام ہے انسان۔ آپ یہ دیکھتے ہیں کہ زندگی گزرتی چلی جاتی ہی۔ لوگ دس سال بیس سال تیس سال چالیس پچاس ساٹھ ستر سال تک پہنچ جاتے ہیں اور پھر اچانک وہ سوچتے ہیں کہ میں کون ہوں کیا ہوں، میں نے کیا کیا ہے اور میرے کچھ کرنے کے کیا محتاج ہو سکتے ہیں۔ تو ہم اس بات سے انہیں ہرے میں رہتے ہیں اور ہم اس بات سے لاعلم رہتے ہیں۔ ہمارے سامنے ایک تاریکی ہے۔ اگر میں کہوں کے آپ انسان کے اوپر ایک مضمون لکھیں تو ہم، ایک صفحہ دو صفحے تین صفحے یا اس سے زیادہ کیا لکھ سکتے ہیں اور یہ ہمارے بارے میں بات ہو رہی ہے۔

حضرت انسان کسی درخت کا نام نہیں ہے، کسی سیارے کا نام نہیں ہے، کسی شہر کا نام نہیں ہے۔ یہ میرے اور آپ کے اپنے بارے میں بات ہو رہی ہے۔ تو ہم اپنے آپ سے اتنے زیادہ بیگانہ ہیں، ہم اپنے آپ سے اتنے دور ہیں اور ہم اپنے آپ سے اتنے لام ہیں کہ ہمیں اپنا ہی نہیں پتہ۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا المیہ ہے خاص طور پر مغربی تہذیب کے بناء ہوئے تعلیمی نصاب کا کہ جس میں انسان غائب ہے، جس میں انسان موجود نہیں ہے موضوع کے طور پر مضمون کے طور پر، ایک تحقیق کے طور پر اور جس میں انسان کو انسان کی حقیقت پانے سے محروم رکھا جاتا ہے، اسے دور رکھا جاتا ہے، اسکو ہنی طور پر مغلوق کر دیا جاتا ہے کہ وہ یہ سوال ہی نہ اٹھائے، اسکی کبھی اس جانب نظر ہی نہ جائے، اس لئے کہ جس دن انسان نے انسان کے اوپر سوچا اس دن وہ انسان اپنے خالق کی طرف پہنچ جاتا ہے اور جس دن انسان نے اپنے خالق کے بارے میں سوچا، تو اس دن انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اور جس دن اسے معلوم ہو جائے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اور جس دن اسے معلوم ہو جائے کے اسکا فیصلہ مجھے کرنا ہے تو اس دن وہ انسان انسان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے، اس دن وہ انسان بن کر کھڑا ہو جاتا ہے، اس دن وہ اپنے اختیار اور اپنی آزادی کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور ایک ذمہ دار کے طور پر زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے، اس دن اسکی دنیا تبدیل ہو جاتی ہے، وہ مختلف ہو جاتی ہے کوئی اسے مجنوں کہتا ہے، کوئی پاگل کہتا ہے، کوئی اسے دنیا سے بیزار صوفی کہتا ہے، کوئی اسکا مذاق اڑاتا ہے، کوئی اسے بے کار سمجھتا ہے، کوئی اسے اہمیت دینے کو تیار نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ انسان انسان سے جب جڑا ہے تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ فارغ ہو گیا، اسکا جنازہ نکل چکا ہے، وہ بے کار ہو چکا ہے، اسکا کوئی کام نہیں ہے اس دنیا سے تو اس لئے اور خاص کر کہ جو پچھلے ہفتے ہمارے اس جامعہ میں جو افسوس ناک حادثہ ہوا کہ ہمارے ایک طالب علم کو چلتے چلتے اچانک دل کا دورہ پڑا اور وہ چند ہی سیکنڈز میں اپنے خالق حقیقی سے جاما، میں اسکی یاد میں اور اسکی موت کی تحریر کے طور پر آج کا یہ خطبہ انسان کے اوپر دے رہا ہوں

حضرات، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو اس کا مرکزی مضمون ہے اور ہر کتاب کا ایک مرکزی

مضمون ہوتا ہے، اگر آپ کوئی کتاب نکالیں تو اس کتاب کی بیک پر لکھا ہوتا ہے کہ اس کا مرکزی مضمون کیا ہے، اکنامکس کی ہے، سائنس کی ہے، فزکس کی ہے، معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کتاب میں اس پر بحث ہے۔ قرآن، اپنے موضوع اور مضمون کے اعتبار سے اس کو ظاہل نہیں دیا گیا، اس کو ظاہل اس اعتبار سے دیا گیا ہے کہ یہ قرآن ہے یہ پڑھے جانے والی کتاب ہے۔ اس کا جو عمل اس عمل کے طور پر اس کا جو عمل ہے کہ یہ پڑھا جانا ہے، اس کو پڑھا جانا چاہیے، اس کو پڑھایا جانا چاہیے، اس کو دیکھنا چاہیے، اس کا علم حاصل کرنا چاہیے تو قرآن نے اپنا ظاہل قرآن رکھا ہے کہ یہ پڑھے جانے والی کتاب ہے، یہ پڑھی جائے گی تو کوئی بات بنے گی۔ میرے نزدیک اس کتاب کا جو مرکزی مضمون ہے وہ انسان ہی ہے۔ اس میں اس کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے اور اس کتاب کا جو مرکزی مضمون ہے وہ ہر انسان بھی نہیں ہے، ہر انسان اس کا مرکزی مضمون ہے لیکن میں اپنی بات پر زور دینا چاہتا ہو۔ اس کا مرکزی مضمون آپ کی ذات ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کتاب میں، میں نے تمہارا ذکر ڈالا ہے، تمہارا ذکر ہے، تمہارا چرچا ہے، اس میں تمہاری کہانی ہے، اس میں تمہاری بات ہے، اس میں تمہاری زندگی کے عنوان ہیں، اس میں تم کس طرح سوچتے ہو اور کس طرح کرتے ہو اور کیا کرتے ہو اور پھر کیا ہوتا ہے وہ سب کچھ ہم نے اس میں لکھ دیا ہے۔ یہ کتاب میری ڈائری ہے۔ اس میں میری داستان ہے، یہ میری اسٹوری بک ہے۔ اس کے اندر میں ہوں اور میرا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اللہ تعالیٰ خود کہتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس میں اقوام پارینہ کی تاریخ نہیں ہے، وہ تاریخ موجود ہے لیکن وہ اس لئے کہ اس میں میرا ذکر ہے۔ آپ جب اس کتاب کو پڑھتے ہیں تو یہ آسمانی کتاب لگتی ہے، آسمان سے اتری ہوئی کتاب لگتی ہے، الہامی کتاب لگتی ہے۔ کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اس کتاب کو لکھ سکے۔ آج تک اس کتاب کا چیخنے ہے وہ موجود ہے۔ عرب ممالک کی اس وقت آبادی پینتیس چالیس کروڑ ہے، ان سب کے لئے یہ چیخنے ہے، پچھلے چودہ سو سال سے اس کتاب نے چیخنے دیا ہوا ہے، لکھا ہوا ہے کہ اس جیسی ایک سورت بنائے لے آؤ۔ چودہ سو سال میں، آج پینتیس کروڑ ہیں، تو اسکو بڑا سے آپ ملٹی پلائی (Multiply) رہیں،

ایورج نکال لیں۔ اربوں لوگ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے نکلے ہیں اس کتاب پر ایمان لاتے ہوئے گزرے ہیں، اس کتاب کا انکار کرتے ہوئے گزرے ہیں، چیخ موجود ہے۔ دنیا کی تمام یونیورسٹیاں کھلی ہوئی ہیں، اربوں ڈالر کی تحقیق کا یہ پروجیکٹ اٹھا سکتی ہیں کہ اسکی کاپی کر لیں، اس جیسی کوئی سورت بنالیں، یہ اس کتاب میں چینچ دیا ہوا ہے۔ اس زمانے میں بڑے بڑے شاعر تھے، بڑے بڑے داستان گو تھے، بڑے بڑے ادیب تھے، ان کی شاعری آج آپ پڑھیں تو آپکو لگے گا کہ اس کتاب کے اندر جو ایک ادبی رنگ ہے، اس کتاب میں جو ایک ادب ہے وہ آخر اتنے اعلیٰ معیار پر کیوں ہے، اس لئے کہ وہ ادب وہاں پر اس قبیلے میں اس صحرائیں موجود تھا، وہاں پر پانی نہیں تھا ادب تھا۔ وہاں پر درخت نہیں لگے ہوئے تھے، باغات نہیں تھے لیکن ادب تھا۔ انکولٹریچر Literature کا پتا تھا۔ اس زمانے کا لٹریچر اب بھی آج کے عربی ادب کے لٹریچر پر ایک فو قیت رکھتا ہے۔ تو اس کتاب کا مرکزی مضمون انسان ہے اور انسان کون ہے کیا ہے، آپ لاہریری چلے جائیں اور سائیکلو جی کی شیف میں شروع ہو جائیں کہ شاید سائیکلو جی بتائے گی، تو سینکڑوں کتابیں آپکو سائیکلو جی کی نظر آجائیں گی۔ آپ کہیں گے چلو فیزیولو جی (Physiology) سے پتا کر لیتے ہیں تو سینکڑوں کتابیں فیزیولو جی (Physiology) کی بھی پتا چل جائیں گی آپکو کہ وہ کیا کہتی ہیں، آپ سوچیں گے کہ نہیں چلو انسان کو شاید اس کی ضروریات کی حساب سے اکنامکس میں شاید کوئی مل جائے تو آپ اکنامکس کی شیف پر جائیں، وہاں آپ معلوم کریں کہ انسان کا کانسپٹ (concept) یا ہے۔ آپ سوچیں گے نہیں چلو ہم سوشیالو جی میں دیکھتے ہیں اس لئے کہ انسان تو گھل کر رہتا ہے کہ سوشیالو جی میں انسان کا کانسپٹ (concept) یا ہے، کیا تصور ہے، اس میں آپ دیکھنا شروع کر دیں، آپ کی گتھی کبھی سلبھجے گی نہیں۔ آپ فلسفے میں چلے جائیں گے کہ چلو فلسفے کو دیکھتے ہیں، ارستو کو دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کہتا تھا اور اس نے کیا کچھ کہا انسان کے بارے میں تو آپ سینکڑوں صفحے دیکھ لیں، تو سوال یہ ہے کہ وہ گتھی جو ہے نہ وہ کبھی سلبھجے گی نہیں۔ آپ سینکڑوں ہزاروں کتابیں پڑھ جائیں گے لیکن آپکو بات پتا نہیں چلے گی۔ اس قرآن میں

وہ بات موجود ہے۔ وہ راز اس کتاب میں موجود ہے اور اسی کتاب میں، اور کسی کتاب میں نہیں۔ یہ اس کتاب کی منفردی بجاذب ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب خالق انسان کی طرف سے آئی ہے، یہ میں جانب اللہ ہے، یہ خالق انسان کے الفاظ ہیں۔ یہ اس نے کسی سے ارادہ نہیں ظاہر کیا کہ یہ کتاب ذرا لکھ دو، اس طرح کی باتیں ہوں مجھے انسان بنانا ہے تو اس طرح کے موضوعات جمع کر دو تاریخ سے، نہیں۔ یہ خالق کائنات کے الفاظ ہیں۔ اگر کسی کو خالق کائنات سے قریب ترین ہونا ہے تو وہ دنیا کو دیکھ سکتا ہے، درخت کو دیکھ سکتا ہے انسان کو دیکھ سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے کہ خالق کائنات کے یہ مظاہر ہیں تو خالق کائنات کیسا ہو گا۔ لیکن وہ ایک دور کی بات ہے۔ اس کتاب میں اور خالق کائنات کے درمیان کوئی پرداہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تو وہ بات ہے جو خالق کائنات نے خود لکھ دی ہے اور اس نے خود بتایا کہ میں نے کیا سوچا ہے، میں نے کیا فیصلہ کیا کیوں کیا، میں نے کیا دیکھا اور پھر میں نے کیا کیا اور اس کا کیا انجام نکلا اور لوگوں نے مجھ سے کیا کہا اور میں نے کیا کہا، یہ تو خالق کائنات ساری بات کر رہا ہے اس میں اور وہ خالق انسان ہے۔ تو اگر آپ کوئی موبائل خرید لیں آئی فون کا اور آپ کہیں کے مجھے یہ چلانا ہے، میں نوں آپ لے لیں سامنگ سے، تو یہ کام چلے گا آپ کا؟ اگر آپ کوئی فون لینا ہے تو آپ آئی فون کا میں نوں لیں۔ اگر آپ کو انسان کی بات کرنی ہے تو انسان کا جو خالق ہے اسکو تلاش کریں، اس کا میں نوں لیں تو پتا چلے گا کہ کیا ہے۔

تو ہمارا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اس کتاب میں ہمارا راز ہے اور ہمیں اسکا پتا نہیں ہے، اور ہمیں اس سے دلچسپی نہیں ہے، ہمارے پاس اس کے لئے وقت نہیں ہے۔ ہمارے پاس اپنے آپ سے اپنمنٹ لینے کا ٹائم نہیں ہے۔ ہمارے پاس اپنے آپ سے گفتگو کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ اس رمضان کی ایک بات ہے کہ رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ وہ کامیاب ہوا جس نے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے۔ یعنی جان بوجھ کر شعور کے ساتھ یقین کے ساتھ رکھے اور اپنے ایمان کو وہ لمحہ بے بڑھاتا رہا، روز بروز اس میں اضافہ کرتا رہا اور احتساب یعنی اس نے اپنی آنکھیں کھول کر رکھیں اور اپنا ایک جائزہ بھی لیا، اپنے آپ کو ایک آئندہ بھی دکھایا اور

اپنا ایک معاشرہ بھی کیا اور اپنے آپ کو اس نے اس بات سے روشناس کرایا کہ اس نے کیا کیا اور کیسے کیا ہے، اس لئے کہ اسی رمضان کے بارے میں ہے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ روزانوں کے بارے میں فضیلے کرتا ہے۔ روز رات کو فضیلے ہو رہے ہوتے ہیں کہ کیا ہونا ہے، کیا کرنا ہے کس کے ساتھ۔ تو یہ رمضان کا مہینہ اسی لئے ہے کہ ہم انسان کی حیثیت سے اپنے آپ کا تعارف حاصل کریں، اپنی معرفت حاصل کریں جسکو علامہ اقبال نے کہا کہ اپنی خودی میں ڈوبیں، اپنی خودی میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی۔ تو اپنی خودی میں ڈوبیں اور اپنے آپ کو، اپنے من میں ڈوب کر اپنی اصل کو پیچانے کی کوشش کریں۔ جو میر ام طالعہ ہے وہ میں مختصر آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس لئے کہ وقت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ اس انسان کے ظاہر تخلیقی میں جو ایک چیز ہے وہ اسکی روح ہے اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے اس میں روح ڈالی ہے اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح مقام ہے، ہمارا جو اعلیٰ سے اعلیٰ ہونے، خوب سے خوب تر ہونے، احسن سے احسن ہونے، جمال سے جمال ترین ہونے، اسکا جو معیار ہے اسکی جوانہت ہے وہ کوئی نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ نے اپنی روح ڈالی ہے۔ ہم فرشتوں سے بہتر ہو گئے ہیں۔ جبھی اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اشرف الخلقات، تو یہ انسان کی ایک انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ تم یہاں کھڑے ہو، میں نے اپنی روح دے دی ہے۔ جس طرح ماں باپ بچے سے کہتے ہیں کہ میں نے اپنا خون پسینہ، اپنا سب کچھ دے دیا ہے، خجاہ کر دیا ہے اپنی اولاد کے اوپر تو اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے، پہلی بات جو اس قرآن سے پتا چلتی ہے اللہ نے ہمارے اندر جو روح ہے وہ کہیں اور نہیں ملی، اللہ نے کہا اس انسان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو اپنا بیت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک اوزر شپ (ownership) ہے انسان کی، یہ اللہ تعالیٰ نے ایک ذمہ داری لی ہے انسان کی، یہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک مقام ایک شرف اور ایک عظمت دی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے جو انسان اور اللہ میں کم سے کم فرق ہو سکتا تھا تو یہ وہ فرق ہے، ظاہر ہے وہ خالق ہے، وہ ذات حق ہے اور وہ ایک ہے۔ لیکن اگر ہم قریب سے قریب ترین کوئی مقام حاصل کر سکتے تھے تو وہ اللہ نے ہمیں دے دیا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح ڈالی۔ یعنی میں نے اسے

تو ہوڑا بہت اپنے جیسا بنایا ہے۔ یہ کچھ کر سکتا ہے، یہ دیکھ سکتا ہے، یہ چل سکتا ہے، سوچ سکتا ہے، اس کے پاس ایک دل ہے، یہ ایک مالک سا بن سکتا ہے، یہ با اختیار بن سکتا ہے، مختار ہے یہ، یہ اللہ کی صفات ہیں۔ یہ رحم کر سکتا ہے، یہ غصہ کر سکتا ہے، یہ مار سکتا ہے، یہ مرسکتا ہے، جو بھی ہے۔ تو یہ صفات ہیں۔ یہ ہمارا فرشتوں سے اوپر کا مقام ہے۔ یہ چیزیں کسی سایکالوجسٹ نے بھی نہیں بتائی، یہ کسی اکنامٹ نے نہیں بتایا، کسی بائیولوجسٹ نے نہیں بتایا، فیسو لو جسٹ نے نہیں بتایا۔ یہ اللہ نے بتایا ہے اور اللہ ہی بتا سکتا تھا کہ میں نے اس میں روح ڈالی ہے اور اس راز کو اور کون پا سکتا تھا تو پہلی چیز ہے کہ ہمارا جو وجود ہے وہ اتنا مقدس ہے، اتنا عظیم ہے، اتنا اعلیٰ ہے کہ بس جو اللہ کا ہے اس کے بعد ہمارا ہے۔ تو ہمیں اپنی پاکیزگی کی تلاش میں کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی اس روح کے نتیجے میں اپنی معرفت کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسری چیز، اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے اسکو عقل دی ہے۔ عقل میں اللہ نے ہمیں سوچنے سمجھنے کا قرینہ دیا ہے، تجزیہ کرنے کا قرینہ دیا ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے استدلال قائم کرنے کا طریقہ بتایا ہے، عقل کو ایک جتنجہ دی ہے، عقل کے اندر ایک کھوج ہے، اس کے اندر ایک تلاش ہے، عقل کے اندر ایک پہنچ ہے، اسکی ایک دسترس ہے اور عقل کے اندر ایک رسائی ہے۔ آپ یہاں پر بیٹھتے ہیں آپ کی عقل مرتخ پر دیکھ رہی ہوتی ہے سوچ رہی ہوتی ہے۔ تو عقل کے اندر ایک کائنات ہے اور عقل کو اللہ تعالیٰ نے ایک توازن دیا ہے، وہ دیکھ سکتی ہے، فیصلہ کر سکتی ہے اور حقائق آپ کے سامنے لے کر آسکتی ہے، آپ کو جو علم ہے جو واضح ہے ان دونوں کے درمیان فرق قائم کر کے دے سکتی ہے۔ عقل آپ کی رہنمائی ہے۔ عقل آپ کی زندگی کو صحیح راستے پر گزارنے کے لئے معاون و مددگار ہے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم کیا ہوتے؟ جانوروں سے بدتر ہوتے اور جن کے پاس عقل ہے اور وہ اس کا استعمال نہیں کرتے ان کے آپ حالات دیکھ لیں اور جن کے پاس عقل ہے اور واقع ہی پاگل ہو گئے ہیں آپ ان کو بھی دیکھ لیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ انعام دیا ہے کہ اس کو عقل دی ہے۔ مکمل عقل، کبھی کسی انسان نے یہ کہا کہ میری عقل ختم ہو گئی ہے میں نہیں کر رہا؟ نہیں، ہم ختم ہو جاتے ہیں لیکن ہم اپنی عقل کے جو

بیلوںز سیلز ہیں ان سیلز کا ایک پرسینٹ بھی استعمال نہیں کر پاتے اپنی زندگی میں، آج تک تو انسان نہیں کر پایا ہے اور اب جتنا وہ ٹولز (tools) اور ٹیکنالوجی کا عادی ہوتا جا رہا ہے آگے کیا کرے گا۔ تو ہمارے پاس جو عقل ہے ہم اسی کو ختم نہیں کر پاتے۔ تو یہ اللہ نے ہمیں عقل دی ہے، عقل دے کر کے ہمیں کھڑا کر دیا ہے، ہمیں بہادر بنادیا ہے، ہمیں زندگی کے راستے کو تلاش کرنے کے لئے ہمیں اس نے ایک لحاظ سے ایک ہتھیار دے دیا ہے۔

تیری چیز، پھر اللہ نے ہمیں قلب دیا ہے۔ قلب کیا ہے؟ قلب ہمارا مرکز ہے، قلب ہمارا محور ہے، قلب میں سب کچھ سمو کے آ جاتا ہے جو کچھ عقل میں ہے جو کچھ روح میں ہے اور اس کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ نے چیزیں دی ہیں ان سب کا ایک مرکز ہے، یہ بادشاہ ہے، یہ دارالخلافہ ہے، یہاں فیصلے ہوتے ہیں، یہاں پر قلمدان ہے، یہاں پر طے کیا جاتا ہے۔ کچھ چیزیں عقل بتاتی ہے کچھ چیزیں دل دکھاتا ہے۔ انسان فیصلہ کرتا ہے کہ جذبات سے فیصلہ کرنا ہے یا دلائل سے فیصلہ کرنا ہے۔ یہاں موٹیویشن (motivation) ہے، یہاں پر خواب ہیں، آرزوئیں ہیں، تمنائیں ہیں، امکنیں ہیں، یہاں پر کنٹرول سینٹر ہے، یہاں پر ہر چیز سمٹ کے آ جاتی ہے، انسان ایک گناہ کرتا ہے دل کے اوپر ایک سیاہ گلتہ لگ جاتا ہے، انسان استغفار کرتا ہے تو وہ گناہ مست جاتا ہے، انسان دوسرا کرتا ہے تیرا کرتا ہے دل پر زنگ لگ جاتا ہے، دل پر تالاگ جاتا ہے، تو یہ سب چیزیں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں، یہ ہے قلب۔ انسان کی زندگی کے مرکز میں ہے، یہ اوپر ہے، یہ سینے میں ہے، اسکو آپ سینے پر رکھتے ہیں یہ اتنا ہم ہے اور عقل انسان کے اللہ نے اوپر کھی ہے کہ یہ بالا اور برتر ہے، کہ کوئی چیز اگر انسان اپنی عقل سے باہر کرے گا تو وہ اپنے وجود سے باہر چلا جائے گا۔ وہ اپنی انتہا سے گزر جائے گا، اسکی کوئی ذمہ داری نہیں لی جاسکتی۔ لہذا انسان اپنی عقل کے حساب سے چلے، عقل کے حساب سے فیصلہ کرے اور باقی وجود جو ہے وہ عقل کے تابع ہونا چاہے۔

تو الروح، العقل، القلب اور پھر چوتھی چیز جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہے وہ جسم ہے، الجسم۔ کہ یہ جو جسم ہے یہ ہمارا تمام اعضاء کا ایک امبوڈیمنٹ (Embodyment) ہے، یہ

اسکو انپسیٹ کر دیتا ہے، اس میں ہمارا پاؤں ہے ہمارے ہتھیار ہیں ہماری ریپروڈکٹو اگنر (Organs) ہیں، اس میں ہماری بصارت ہے ہماری سماعت ہے، اس کے اندر ہماری عقل ہے، اس کے اندر ہماری قوت حرکت ہے، اس کے اندر ہماری پہچان ہے۔ ہماری آئنڈیٹیٹی (Identity) ہے، اس کے اندر ہماری جو معیاد ہے ایک جسمانی معیاد ہے وہ لمیٹڈ (Limited) ہے کہ ہمارا جسم ہمارا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، ہماری روح پرواہ کر جاتی ہے، ہمارا جسم وقت کے ساتھ ساتھ ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے کو طے کرتا کرتا بالآخر ختم ہو جاتا ہے، اس کے اندر ایک انتقال ہے، اس کے اندر ایک ارتقا ہے اور اس کے اندر لمحہ بالمحہ اس کے مدارج ہیں۔ تو یہ جسم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے، اسکا پابند بنایا ہے اس جسم کو کہ یہ ہماری عقل کے تابع ہے، یہ ہمارے قلب کے تابع ہے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ اس جسم سے ہوتا ہے۔ یہ ہمارا ٹیسٹیمونیل (Testimonial) ہے، یہ ہمارا وتنس سسٹم ہے اس لئے کہ ہماری کھال، ہمارے ناخن، ہمارا جسم، یہ سب کا سب انہیں قوت گویائی ملتی ہے یہ بولیں گے نہیں۔ یہ ہمارے عمال ہیں یہ ہمارے سپاہی ہیں، یہ ہمارے کارندے ہیں، ہمارے کارکن ہیں ہمارے درکر ہیں لیبر ہیں۔ تو یہ جسم جو ہے یہ اللہ نے انسان کو دیا ہے۔ اس میں طاقت دی ہے، قوت دی ہے، کیفیت دی ہے۔ اس میں ایک سنسشوں بلد کی ہے۔ یہ چوتھی چیز ہے اور پانچویں چیز جو ہے وہ نفس ہے جو اللہ نے انسان کو دیا جو ان سب سے ہٹ کے ایک الگ چیز ہے۔ یہ انسان کے دل سے نکلتا ہے۔ اس کا تعلق ہماری عقل سے نہیں ہے، اس کا تعلق ہمارے جسم سے نہیں ہے، اس کا تعلق ہمارے قلب سے نہیں ہے، اس کا تعلق ہم سے ہے کہ جو ہماری اسٹیشنیس (Existence) ہے اس سے ہے، جو ہم کرتے ہیں اس سے ہے۔ جب ہم کچھ کرنے جاتے ہیں تو ایک اللہ تعالیٰ نے نفس لو امہ رکھا ہے جو کہ اچھی بات کی طرف دعوت دیتا ہے، سینکڑ کرتا ہے رینفورس (Re-enforce) کرتا ہے کہ یہ اچھا ہے کرو۔ ایک نفس اماہ رکھا ہے جو کہ ہماری آزمائش ہے جو ہمیں ایک مختلف راستہ دکھاتا ہے، نفس لو امہ کے ساتھ اسکی مسلسل ایک کشمکش رہتی ہے اور وہ ہمیں برائی کی طرف، اللہ کی نافرمانی کی طرف، اللہ کی حکم عدوی کی طرف ہمیں لے

جانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بلڈ ان (Build in) ہے، یہ میکانزم بلڈ ان (Mechanism Build in) ہے۔ ایک نفس امارہ ہے اور ایک نفس لواحہ ہے، اور پھر ایک نفس مطمئنہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نفس ہے کہ جب انسان کوئی نیکی کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسے سکون ملتا ہے، اسکی روح خوشی کے شادیاں مجاتی ہے، مسرت اسے ایک حاصل ہوتی ہے، ووقت کپڑتی ہے۔ تو یہ نفس مطمئنہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا ہے کہ جب جہت میں جانے کے لئے اللہ لوگوں کو کہے گا تو یہ نہیں کہے گا کہ اے انسان جہت میں چلے جاؤ، اس لئے کہ جو انسان جہت میں جا رہا ہے وہ تو نفس مطمئنے لے کر آیا ہے، نفس امارہ کو اس نے موقع نہیں دیا، نفس لواحہ کی بات پر چلا اور اب اس کے پاس جو کچھ ہے وہ نفس مطمئنہ ہے۔ نفس مطمئنہ وہ ہے کہ جس کی خوشی اللہ کی خوشی اللہ کی رضا کے ساتھ کنیتیہ (Connected) ہے، جو اللہ کی رضا ہے نفس مطمئنہ دار حقیقت اسی کا مظہر ہے اسی کی جھلک ہے۔ بڑھ جاؤ اپنے رب کی طرف راضی ہو کرو وہ بھی تم سے راضی ہے تم بھی اس سے راضی ہو جاؤ۔ بس داخل ہو جاؤ اللہ کی عبادت میں، سرنگوں ہو جاؤ اللہ کی عبادت میں اور اللہ کی جہت میں داخل ہو جاؤ تو یہ انسان کا تصور ہے۔ یہ تصور نہ کارل مارکس کو ملا، نہ آدم سمٹھ کو ملا۔ بڑے بڑے فلسفی ہیں۔ یہ یہاں اس کتاب میں اسکی تفصیلات بھی ہیں، اسکی کیا سورتیں ہیں وہ بھی ہیں، انسان کی جو تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے، اس کے اندر اللہ نے روح رکھی ہے، اس میں عقل رکھی ہے، اللہ نے اس کو دل دیا ہے، اللہ نے اسکو جسم دیا ہے اور اللہ نے اس کو نفس دیا ہے۔ اس پر آپ سوچیں، اس پر تحقیق کریں، اسکی انتہا کو پائیں، اس کے نتیجے میں اپنے وجود اپنی زندگی کا جائزہ لیں تو ان شاء اللہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اپنی تعمیر کر سکیں گے، اپنی خودی کو پہچان سکیں گے۔ اس رمضان کا جو فائدہ ہے وہ بھی حاصل کر سکیں گے اور جو موت ابھی حال میں واقعہ ہوئی ہے اس سے جو یاد ہانی ہوئی ہے زندگی کی تو اس کے پیغام تک بھی پہنچ سکے گی۔

Video # 12

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=M9YbkHwz7kE>

Topic: General Interview

Event: Interview by ILM College

Event Date: Not Available

Audience: Viewers

Issues in Video: No Issues

Total Time of Video: 52 Minutes and 20 Seconds

Summary

انٹرویو: السلام علیکم سر! سب سے پہلے تو آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے ہمارے لئے اتنا تم سپر (Spare) کیا۔ آپ نے ہمیں بہت موقع دیا۔ ہمارے آئی ایم کا جس طرف سے ہم ایڈیٹوریل بورڈ کے ساتھ آپ کے ساتھ انٹرویو کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ اپنا تھوڑا سا ثانیہ دیں قیمتی وقت دیں تاکہ ہمارے اسٹوڈنٹس کو ہمارے میگزین کے لیے جس کے لیے ہم یہ انٹرویو آپ کا کنڈکٹ کر رہے ہیں، اس کے ذریعے تھرڈ (Through) ان کے ریڈرز کو جو ہے پڑے لگے یو ایم ٹی کا، خاص طور پر حسن صہیب صاحب کا کہ آپ کیا پرستی میں رکھتے ہیں، آپ کا کیا مشن ہے کیا ویژن ہے اور کیا آپ فیوچر پلان رکھتے ہیں ہمارے آنے والی اڈوینس (Audience) کے لئے، ہمارے اسٹوڈنٹس کے لیے، ہمارے ایڈیٹوریل بورڈ میں شامل ہیں۔ اردو ڈپارٹمنٹ سے مسز مسرت شہناز صاحبہ اور انگلش ڈپارٹمنٹ سے صدف احمد صاحبہ اور ہمارے ساتھ ایڈیٹوریل بورڈ میں سٹوڈنٹس ہیں، ایڈیٹریز ہیں عریشہ زینب اور اس کے ساتھ حفظہ رشید تو سٹوڈنٹ آپ سے انشاللہ سوال کریں گے اور ہو یقینی (Hopefully) ہم ایک پروپر ستیبل ٹکنالوجی (Proper Technology) جواب آپ سے لے کر جائیں گے۔

ڈاکٹر حسن: مجھے خوشی ہے آپ تشریف لائے اور وقت دینا کوئی میرے لیے مسئلہ نہیں ہے، ظاہر ہے آپ جب بھی آئیں آپ کو وقت ملے گا ضرور۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے اور ہم

چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ظاہر ہے کہ انٹریکشن بڑھے اور مجھے سرگودھا میں ای ملی ایم کالج کی ترقی اور اس کا کام اور اس کی بہتری ان سب کی خبریں ظاہر ہے کہ ملتی رہتی ہیں اور مجھے بڑی خوشی ہے تمام اساتذہ بہت اچھی محنت سے کام کر رہے ہیں۔ طلبہ بھی بہت اپنے ہیں اور انتظامیہ بھی کام کر رہی ہے تو مجھے خوشی ہے کہ اپکا جریل (journal) آرہا ہے اور آپ جو بھی سوال کریں گے انشاء اللہ میں اس کا جواب جو ہو گا وہ ضرور دوں گا۔

انٹرویو: سرہم سبھی اس کے لیے آپ کے ممنون ہیں باشمول ہمارے چیرین میں صاحب لیاقت علی وڈائچ صاحب اور واکس چیرین توصیف لیاقت علی وڈائچ صاحب اور ان کے ساتھ ہمارے پرنسپل محبوب احمد چودھری صاحب اور اس کے ساتھ ہمارا تمام ایڈیٹر میں بورڈ۔ اس وقت میں اپنی سٹوڈنٹ ایڈیٹر کو دعوت دوں گی کہ وہ آپ سے سوال کرے۔

اسلام علیکم سر
ڈاکٹر حسن: علیکم السلام

انٹرویو: سرہم آپ کے شکرگزار ہیں کہ آپ نے ہمیں وقت دیا۔ اپنے بچپن اور ابتدائی تعلیم کے بارے میں اگاہ فرمائے۔

ڈاکٹر حسن: بچپن ابتدائی تعلیم میں مطلب یہ کہ بچپن کا دور ہر ایک کو بہت ہی اچھا لگتا ہے ظاہر ہے ناستیجک فلینگ (Nostalgic Feeling) ہوتی ہے۔ تو یہ ہے کہ جب بھی اس کے بارے میں غور کیا جائے تو وہ لگتا ہے کہ زندگی کا سب سے سہانا سب سے اچھا دور ہے۔ میری ابتدائی تعلیم ڈھا کہ میں ایک اسکول تھا مگز ار پر پر انوری اسکول اس میں ہی ہے۔ ایک اچھا اسکول تھا بہت کافی نوٹ ٹاپ اور وہاں سے پھر ہم شفت ہو گئے تو پھر دھان منڈی میں ایک اسکول لیک وی، اس کے اندر وہاں میں نے پھر تعلیم حاصل کی کلاس تھری تک اور پھر کوئی تین مہینے لگا کر کے ہم نے کلاس فور فائیو سکس کا سلیپس (Syllabus) پڑھا اور کنٹونمنٹ بورڈ ہائی اسکول میں کلاس سیوں میں ایڈمشن لے لیا۔ میسٹ پاس کیا کلاس سکس کا اور کلاس سیوں میں ایڈمشن لے لیا تو میں نے ایک سال میں تھری کلاس کی جمپ لگائی، فور فائیو اور سکس۔ یہ ایک بہت اچھی کامیابی تھی، میرے والد نے بڑا موتیویٹ (Motivate) کیا کہ تم جمپ کیوں نہیں لگاتے، اچھے لڑ کے بہت سارے جمپ لگاتے ہیں ایک سال کی دو سال کی تو میں نے کہا چھٹیاں تھی تو میں نے کہا چلیں میں ٹرائی کر لیتا ہوں اگر ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے، دو سال کی نہیں تو ایک سال کی تو ہو ہی جائے گی شاید تو میں نے پھر تین مہینے کی چھٹیوں میں صبح سے رات میں نے ظاہر ہے کہ چار چیلکش کے امتحان ہوتے ہیں، انگلش اردو سائنس اور میتھس، تو میں نے چاروں کا تھری ایرز (Three Years) کا سلیپس پڑھا اچھی طرح اس کے بعد جا کے ایگرام دیا تو 80 پرسنٹ

کے قریب نمبر آئے تھے تو میں پھر سیدھا کلاس تھری سے کلاس سیون میں پہنچ گیا تھا۔
انٹرویور: سر کیا آپ بچپن میں شرارتی ہوتے تھے؟

ڈاکٹر حسن: ہاں تھوڑی بہت شرارتیں تو ہر کوئی کرتا ہے۔ میرے خیال میں اس کے بغیر بچپن پورا نہیں ہوتا، بچپن کی تصویر پوری نہیں ہو سکتی۔ تو جو بھی ہے کرتے رہتے تھے۔
انٹرویور: سر اعلیٰ تعلیم کے لیے کونسی جامعہ سے استفادہ کیا؟

ڈاکٹر حسن: میں نے این ای ڈی یونیورسٹی سے انجینئرنگ کی اور این ای ڈی پاکستان کی اچھی یونیورسٹیز میں سے ہے، ناپ ٹو میں ہو گی۔ یا ای ٹی اور این ای ڈی دونوں ہی برابر کی ہیں اور اس کے بعد پھر امریکا سے واشنگٹن اسٹیٹ یونیورسٹی سے ایم بی اے کیا اور پھر یونیورسٹیوں آف ولیز یوکے سے میں نے پلی ائچ ڈی کی۔

انٹرویور: سرعوماً اعلیٰ تعلیم کا مقصد اچھی ملازمت کا حصول ہے لیکن آپ نے مادر علمی کی تغیری کی۔ یہ تصور کیسے ذہن میں آیا؟

ڈاکٹر حسن: جب میں پڑھ رہا تھا باہر تو اس وقت ظاہر ہے میں یہاں سے پڑھ کے گیا تھا تو باہر میں نے دیکھا بالکل ایک نیا نظام ہے اور مجھے اس میں پڑھنے میں بہت مزہ آیا اور بہت اچھا میں نے پڑھا تو میرا دل تھوڑا سا ایک یہ کہ تعلیمی ادارے کے ماحول سے تعلیمی ادارے کے عمل سے پورے اور اس کے کلپن سے اور اس میں جو کچھ ہو رہا ہے جو سرگرمیاں ہوتی ہیں اس کے اندر جو دلچسپی کا پورا ایک سامان ہوتا ہے، آپ کو ہر وقت ایک نئی معلومات مل رہی ہوتی ہیں، سیمینار ہو رہے ہیں، اساتذہ ہیں، مہمان آرہے ہیں، باہر سے دوسرے سکالرز آتے ہیں، کلاسز ہو رہی ہیں، تو اس سب چیزوں سے کہ جہاں تمام ایک پورے تعلیمی ادارے کا ایک ماحول ہے جس میں ایک مستقبل کی تغیری ہو رہی ہوتی ہے قوم کے ملک کے اور نوجوانوں کے، تو اس میں رہ کر مجھے اندازہ ہوا کہ اس طرح کا نظام اس معیار کے اوپر پاکستان میں نہیں ہے اور شاید یہ ایک بہت اچھا کام ہو گا کہ میں اس طرح کا نظام پاکستان میں اس کو متعارف کراؤں اور اس کی بنیاد کے اوپر کسی تعلیمی ادارے کو

میں کھڑا کر دوں تو کچھ اس طرح کا خیال تھا کہ میں واپس آنے کے بعد یہاں پڑھاؤں گا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں کچھ لوگوں کو اسکا لرشپ دے کے یہاں بھجواؤں گا جو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے تو دوسروں کو بھی ملنا چاہیے۔ تو میں سوچ رہا تھا کہ میں کچھ لوگوں کو باہر بھجواؤں گا تو اس طرح خیال تھا اور میں واپس آنے کے بعد میں نے پھر پنجاب یونیورسٹی میں پہلے پڑھایا اسی لئے تو مجھے شوق تھا پڑھانے کا۔

انٹرویور: سریقیناً آئی ایم سے یو ایم ٹی کا سفر صبر آزمار اعلیٰ پر محیط تھا۔ یہ سب کچھ کیسے عمل میں آیا؟

ڈاکٹر حسن: آئی ایم سے یو ایم ٹی ایک فطری سفر ہے۔ آئی ایم کا تعلق ظاہر ہے کہ ہماری ابتدائی کوشش ہے اور یہ پہلا ادارہ تھا۔ بعد میں یہ ٹرسٹ بن گیا اور آئی ایم کے اندر ہم نے ایک اچھے تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھی تھی جو کہ ہمدرد یونیورسٹی سے جس کا الہاق تھا اور حکیم محمد سعید شہید کی سرپرستی حاصل تھی۔ جب یو ایم ٹی کا اعلان ہوا تھا اس وقت تک آئی ایم کے اندر تقریباً 3000 سٹوڈنٹس پڑھ رہے تھے اور ایک اچھا نام تھا۔ یہ ایک فطری طور پر تھا چونکہ ہم ہمدرد یونیورسٹی سے پہلے ہی افیلیئیٹ (Affiliated) تھے، ہماری ڈگری جو ہے وہ ایچ ای سی سے منظور تھی، تو یہ ایک فطری بات تھی کہ اب ہمیں اپنا چارٹر ملنا چاہیے تھا تو ہم اس معیار کے اوپر آہستہ آہستہ پہنچ گئے تھے کہ جہاں خود یونیورسٹی بنے تو وہ خود بخوبی ہو گیا

انٹرویور: سر بالخصوص آئی ایم اور یو ایم ٹی کے ناموں کا اختیار کیسے ہوا؟

ڈاکٹر حسن: آئی ایم کا نام تو مر ہون منت ہے میرے والد محترم کا۔ ہم مختلف نام سوچ رہے تھے تو مجھے یاد ہے کہ وہ ان سے گھر پے میری بات ہو رہی تھی وہ کمرے میں ٹھیل رہے تھے تو انہوں نے پھر کچھ سوچتے ہوئے اور کچھ بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انسٹیٹیوٹ آف لیئر شپ اینڈ مینجمنٹ رکھلو۔ اس لیے کہ آئی ایم سے علم بھی ہو جاتا ہے، اس کا مطلب علم ہے، ناج ہے اور اس سے الف لام میم بھی ہو جاتا ہے کہ جس

کام مطلب ظاہر ہے کہ قرآن کی طرف، ایک کتاب کی طرف اس کی پہلی صورت کی پہلی آیات کی طرف اشارہ ہے جو کہ بڑی مشہور ہے الف لام میم، تو وہ بھی آجاتا ہے۔ اس سے بھی ایک ریفرنس مل جاتا ہے کہ ہمارا مرکز و محور جو ہے وہ قرآن حکیم ہے اور یہ ہمارا نظریہ ہے اور یہ علم کا منبع ہے، تو وہ بھی یہ بات آجاتی ہے تو یہ چیزیں ہیں جس کی وجہ سے، اور پھر اس کا جو مخفف تھا وہ بڑا اچھا تھا، انسٹیٹیوٹ آف لیڈر شپ اینڈ میجنٹ، کہ قیادت کی ضرورت ہے قوم کو ظاہر ہے اور میجنٹ کی ضرورت ہے تنظیم کی تو قیادت کا نام صرف اس کا نہیں ہے کہ جو کہ سیاسی لیڈر ہوتے ہیں جو ایکشن لڑتے ہیں، قیادت ہر شبے میں ہے جس کی بنیاد قابلیت ہے، جس کی بنیاد حسن کا رکرداری ہے، جس کی بنیاد سبقت لے جانا ہے، جس کی بنیاد بہتر سے بہتر کی جگہ جو کرنا ہے خوب سے خوب تر کی ملاش کرنا ہے، تو یہ قیادت کا تصور ہے جو کہ ہم لے کر آئے تھے پاکستان میں۔ لوگ اس زمانے میں بہت کہتے تھے کہ آپ نے انسٹیٹیوٹ آف لیڈر شپ نام کیوں رکھا ہے، لیڈرز کی کمی تو نہیں ہے اور لیڈرز بدنام بھی بہت رہے ہیں ہمیشہ، تو ہم نے یہی کہا ہمیشہ کہ ہم نے اچھی لیڈر شپ اور پروفیشنل لیڈر شپ کہ جس کے پاس اخلاقی لیڈر شپ بھی ہو، مورل لیڈر شپ (Moral Leadership) بھی ہو اور یہاں الوج کی لیڈر شپ بھی ہو۔ ہم ایک ایسی پروفیشنل لیڈر شپ کے تصور کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں اس کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی اچھی ہمیں کہنا چاہیے کہ ہماری ننانگ کی اور ہمارے کام کی بڑی اچھی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل تھا کہ اس کی مدد ہمارے ساتھ شامل حال رہی ہے، اس نے ہر موقع پر ہماری مدد کی۔ اس کے بعد جب آئی ایم بن گیا تھا تو یہ سوچ رہے تھے کہ یونیورسٹی کا نام کیا رکھیں۔ بہت سارے لوگوں نے جو پہلے نام تھا اسی کو کاٹنی یوکیا مثال کے طور پر جی سی یونیورسٹی ہے یا کوئی اور ہے تو ہم سوچ رہے تھے کہ ہم نے سوچا کہ ہمارے پاس ایک موقع آ رہا ہے کہ یونیورسٹی کا نام تو خود چل پڑے گا اور وہ ایک الگ برینڈ بن جائے گا لیکن ہم نے کہا کے ہم آئی ایم کے برائلڈ کو ایک

سپریٹ برینڈ (SeparateBrand) کے طور پر پروٹیکٹ کر لیں اس وقت تو آئی ایم کے برانڈ پر ظاہر ہے کہ دس بارہ سال کی انویمنٹ تھی۔ آج بھی یہ بہت مشہرو معرف نام ہے۔ تو ہم نے کہا کہ اس برانڈ کو ہم الگ سے ایکسلوویو (Exclusive) کر لیتے ہیں اور یونیورسٹی کا برانڈ تو یونیورسٹی کا چارٹر ہو گا اور وہ خود بخود چل جائے گا تو تمہارے پاس دو برانڈ آ جائیں گے تو یہ ایک برانڈ کی سوچ تھی جو ہم نے اس وقت اپلاٹی کی تو ہم نے کہا کہ ہم ایک ہیں برینڈ کو دونوں جگہ نہیں لاتے تو ہم نے آئی ایم کو سپریٹ (separate) کر دیا، ٹرست کر دیا اور اس کے تحت پھر یہ کالج شروع کر دیئے تو وہ برانڈ لیورنچ ہو گیا جو کہ بارہ سال جس پر انویسٹ ہوئے تھے اور یہ یواہیم کے نام سے نیا برانڈ بن گیا۔ اس سے ظاہر ہے مشکلات تو ہوئیں کہ بہت سارے لوگ شروع میں کہتے تھے کہ یہ یواہیم کیا چیز ہے، آئی ایم کو ہم جانتے ہیں، اچھا یہ یواہیم آئی ایم سے بنی ہے۔ تو اس طرح کی مشکلات ہوئیں لیکن میرے خیال میں ہماری انزومنٹ (Enrollment) وغیرہ ہر چیز سے معلوم یہی ہو رہا تھا کہ اگرچہ ٹھوڑی سی ناواقفیت ہے اور اس کی وجہ سے برانڈ بریک اپ ہوا، مارکیٹ میں جو ایک تسلسل چل رہا ہے آئی ایم کا وہ رک گیا اور ایک نیا نام آیا تو اس میں تھوڑا سا ایک بکپ تھا جس کا ہمیں سامنا کرنا پڑا لیکن یہ کہ ایمیٹلی (Ultimately) ہماری انزومنٹ سے لگ رہا ہے کہ ہم دوبارہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہیں، مستحکم ہیں اور ہمارے پاس دو برینڈ بھی ہو گئے ہیں تو یواہیم کا نام سمجھ لیں کہ اس طرح سے ہوا کہ ہم سوچتے تھے کہ یونیورسٹی کا نام کیا رکھیں۔ پہلے سوچتا تھا کہ اس کا نام علم ہے تو اس کا نام عمل کر لیتے ہیں، یونیورسٹی آف میجنٹ اینڈ لیڈر شپ۔ تو ہماری جو درخواست تھی وہ یونیورسٹی آف میجنٹ اینڈ لیڈر شپ کے نام سے گئی تھی کہ جو پہلے انسٹیوٹ آف لیڈر شپ اینڈ میجنٹ ہے اب ہم اسکو یونیورسٹی آف لیڈر شپ اینڈ میجنٹ کر لیں گے، وہ آئی ایم ہے تو یہ یواہیم ایل ہو جائے گا تو علم اور عمل ایک اچھا بن جائے گا، علم و عمل لیکن یہ کہ ہم

نے یہ دیکھا کہ آئی ایم کے آخری تین چار سالوں میں کہ ہمارے پاس میکنالوجی کے پروگرام بہت زیادہ چل رہا ہے تھے تو میں نے یہ سوچا کہ پاکستان ایک ڈیولپمنٹ اکانومی (Developing Economy) ہے اور ڈیولپمنٹ اکانومی میں انجینئرنگ جو ہے وہ ایک بہت فارمڈبل (Formidable) اسکا ایک سیکمنٹ (Segment) ہوتا ہے اپنے آرڈوینمنٹ کے اندر۔ انجینئرنگ (Engineering) کے بغیر مکمل نہیں ہوگی بات اس لئے انجینئرنگ وہ آدمی ہے، انجینئرنگ وہ چیز ہے کہ جو کہ یعنی کسی چیز کو ممکن کر کے دکھاتی ہے، اسے ایگزیکیوٹ (Execute) کرتی ہے۔ تو انجینئرنگ جو ہے وہ تمام جو قدرتی وسائل ہیں، جو تمام معدنی وسائل ہیں، جو معرفت کی تمام قوتوں میں ہیں، ہوا، پانی، ان سب چیزوں کو، اتموسфер (Atmosphere) کو زمین کو، ان سب کو پروڈکٹیو (Productive) بناتی ہے۔ تو ہم نے سوچا کہ میجنٹ تو اپنی جگہ ٹھیک ہے اور ساتھ اگر میکنالوجی لے آتے ہیں تو یونیورسٹی ایک لحاظ سے پوری ہو جائے گی۔ پھر شروع میں ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اس سے اچھا لفظ بن جاتا ہے امت، تو پہلا علم تھا دوسرا ایک لحاظ سے امت بن گیا۔ لیکن ہم نے پھر اس کو اس لئے امت کو زیادہ ہم نے راجح نہیں کیا کہ یہ امت جو ہے ایک اچھا لفظ ہے اور اس سے لوگ یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ ایک یونیورسٹی ہے۔ تو ہماری جو بنیادی انتیق (Identity) ہے وہ یو ایم ٹی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ یونیورسٹی ہے۔ تو امت کا اگر لفظ ہو جاتا ہے تو بہت سارے لوگ امت سن تو رہے ہو تے لیکن ان کے ذہن میں نہیں آتا کہ یہ یونیورسٹی کا نام آرہا ہے۔ تو اس لیے ہم نے پھر اس کو یو ایم ٹی۔ امت ہوتا ہے، ممکن ہے اور کسی وقت ہم اس کو تھوڑا سا آگے پر موٹ بھی کر سکتے ہیں لیکن یہ کہ اس وقت ہم نے کہا کہ ہم یو ایم ٹی کو پر موٹ کرتے ہیں تاکہ یونیورسٹی کے لیوں پر اکسپلیڈ (Expedite) ہو جائے، راجح ہو، پاپولر ہو جائے تو بہتر ہے۔ تو یہ ایک لحاظ سے یو ایم ٹی ہم نے خود مل کر یہاں پر ٹیک کے ساتھ سوچا تھا۔

انٹرویور: سر آپ کے شب و روز کے معاملات کیا ہیں؟

ڈاکٹر حسن: صحیح اٹھتے ہیں اور رات سوجاتے ہیں کام کر کے۔ بس اس کے علاوہ اور کیا۔

انٹرویور: اس میں اہل خانہ کو ظاثم کیسے دیتے ہیں پھر آپ؟

ڈاکٹر حسن: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو کچھ نہ کچھ تو انائی اور صلاحیت دی ہوتی ہے۔ تو ہماری کوشش ہوتی ہے کہ اس کو جتنا بھی پرودوکٹیو (Productive) کر سکیں اتنا بہتر ہے۔ تو زیادہ تر یہ کہ میں فجر کی نماز سے پہلے اٹھ جاتا ہوں، فجر کی نماز پڑھتا ہوں اور اس کے بعد کچھ اپنا مطالعہ وغیرہ کرتا ہوں اور پھر کبھی یہ کہ جم چلا جاتا ہوں آدھے گھنٹے کے لیے اور پھر میں یونیورسٹی آ جاتا ہوں پھر یہ شام تک جب تک کہ کوئی صلاحیت، انرجی کی کوئی رقم باقی رہتی ہے یہیں بیٹھ رہتے ہیں، کام کرتے رہتے ہیں، پھر جا کے کھانا کھا کے کچھ وقت گھروالوں کے ساتھ لگ جاتا ہے، کبھی کوئی گیا تو کبھی چلے گئے کہیں، پھر سو جاتے ہیں۔ تو اس طرح بڑی سimpl (Simple) سی بڑی آسانی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا اشکر ہے۔

انٹرویور: سر یا ایم ٹی کے اغراض و مقاصد کیا ہیں اور دس سال بعد آپ اسے کہاں دیکھتے ہیں؟

ڈاکٹر حسن: یونیورسٹی کے اغراض و مقاصد تو یہی ہیں کہ اعلیٰ سطح پر تعلیم اور تحقیق ان دونوں کو راجح کرنا چاہتے ہیں، ان دونوں مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اعلیٰ سطح پر تعلیم اور تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ ایک اچھی اساتذہ کی ٹیم ہو، اچھے طالب علم ہوں۔ اس کے لیے ہم کام کر رہے ہیں اور دس سال بعد انشاء اللہ یہ یونیورسٹی ایک ایسی یونیورسٹی ہو گی کہ جہاں پر کہ پڑھنے کے لئے نہ صرف پاکستان سے بلکہ باہر سے بھی لوگ آئیں گے اور یونیورسٹی خود نہ صرف پاکستان بلکہ پاکستان سے باہر بھی اپنا کمپس بنا چکی ہو گی اور یہیں الاقوامی سطح کے اوپر یہ ایک مضبوط مستحکم اور ایک اعلیٰ معیار کی یونیورسٹی انشاء اللہ بھی جائے گی، جانی جائے گی اور اس کے لیے ہم آج سے کام کر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ دس سال میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ امت مسلمہ کی سرفہرست جامعات میں

سے ایک ہوگی۔

انٹرویور: ماشاللہ سے سرآپ کی بہت سی نمایاں جھتیں ہیں۔ آپ بیک وقت نامور محقق، معروف ماہر تعلیم، بہترین استاد اور کامیاب منتظم ہیں۔ آپ اپنی کس جہت کو زیادہ پسند کرتے ہیں؟ ڈاکٹر حسن: مجھے جو سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ کہ میں پڑھتا ہوں بس۔ مجھے باقی چیزوں کا اتنا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پڑھنے لکھنے کا فائدہ ہے۔ پڑھنے کا شوق ہے تو میں کوشش کرتا ہوں کہ بس پڑھوں، چاہے اس کی بنیاد پر میں کچھ بولوں یا نہ بولوں یا لکھوں یا نہ لکھوں وہ الگ بات ہے لیکن اصل چیز یہ ہے کہ آدمی پڑھتا رہے۔ تو جتنا پڑھنے کا ناممکن جائے وہ اچھا ہے اور اس کے لیے وقت نکالتے رہتے ہیں یا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ تو یہ سب سے زیادہ میرے لیے اچھی چیز ہے۔ باقی یہ کہ کلاس میں پڑھانا بہت اچھا ہے۔ اس سے اچھا کوئی کام نہیں ہے، اس سے دلچسپ کوئی کام نہیں ہے۔ تو میں سال میں ایک کورس تو ضرور پڑھاتا ہوں پی ایچ ڈی کے لیوں کے اوپر۔ ابھی اس سال اسپرنگ (Spring) میں نہیں پڑھارہا، انشاء اللہ فال (Fall) میں پڑھاوں گا۔

انٹرویور: سرآپ ایک بہترین استاد اور کامیاب منتظم ہیں۔ آپ کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ ڈاکٹر حسن: کامیابی کا راز میرے خیال میں یہ کہ ایک تو اخلاص۔ اگر کسی کام میں اخلاص کی میری طرف سے اگر کوئی کمی ہوئی ہے تو وہ کام خراب ہو گیا ہے اور اگر جس کام میں اخلاص اچھا تھا مکمل تھا بہترین تھا تو وہ کام اچھا ہو گیا ہے۔ تو پہلا راز جو میں نے خود سمجھا ہے وہ اخلاص ہے اور اخلاص ایسی چیز نہیں کہ اخلاص کو ہمیشہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اخلاص یہاں ہے، نہیں ہے، کم ہے، زیادہ ہے، اس میں کسی چیز کی آمیزش ہوئی ہے یا یہ کہ یہ بالکل مکمل ہے۔ تو یہ مختلف اور بے شمار چیزیں ہیں جو کہ اسکے اوپر حاوی ہو جاتی ہیں چھاسکتی ہیں، آپ کا محرک تبدیل ہو سکتا ہے۔ تو جہاں بھی محرک درست تھا، نیت صاف ہے اخلاص ہے، میں نے دیکھا ہے کہ اس کا نتیجہ سو فیصد آتا ہے اور دوسرا جو ہے وہ یہ کہ آپ کو شش کریں کہ جو آپ کہیں وہ کریں۔ آپ کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا

چاہیے۔ کوئی اونچا بول بولنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے کبھی اونچا بول نہیں بولا، کبھی ہم نے کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے، جو ہے وہ بتایا ہے جو نہیں وہ کہا کہ نہیں ہے اور باقی یہ کہ بھی کسی کو دھوکہ دینا یا کوئی ایسی بات کرنا، بے شمار جگہ یونیورسٹی کی رپورٹ جاتی ہیں۔ جو مختلف باڈیز ہیں، مختلف جو کہ ریگولیٹوری باڈیز (Regulatory Bodies) ہیں، ہم بھیجتے ہیں، تو میں نے کبھی کسی ایک کالم میں بھی جو اعداد و شمار ہیں ان کو اس خیال سے کہ اگر میں یوں کر دوں تو یہ رینکنگ تبدیل ہو جائے گی یا اس کو تھوڑا سا بڑھا دیں یا تھوڑا سا اس میں اضافہ کر دیں، ایسا کبھی بھی ہم نے نہیں کیا۔ جو بات صحیح ہے بس وہ لکھی ہے وہ بات کہی ہے اور وہی لوگوں کو بتائی ہے اور لوگوں کے پرسپشن (Perception) کے لحاظ سے کوشش کی ہے کہ جو صحیح بات ہے وہی بتائیں۔ ایڈمیشن فارم میں یا بروشور میں فیکٹی میں، ہم نے کبھی بھی غلط بات ویب سائٹ پر کہیں بھی نہیں بتائی جو اکپول ہے (Actual) بس وہی بتایا ہے۔

انٹرویور: سر آپ کی شخصیت میں شائنسکی اور شفقتگی کا انداز پایا جاتا ہے۔ کبھی غصہ نہیں آیا آپ کو؟
 ڈاکٹر حسن: غصہ آجاتا ہے اس کو ہضم کر لیتے ہیں۔ دیکھیں غصے کے بغیر کام چلانا بھی مشکل ہے۔ تو وہ غصہ آدمی دکھا بھی سکتا ہے کہ بھی سکتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ تھوڑی سی کمزوری ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنی تدبیر سے کام کرے۔ تدبیر اتنی اچھی ہوئی چاہیے کہ غصے کی نوبت ہی نہ آئے۔ جس طرح کہ جب میں گاڑی چلاتا ہوں تو میں کبھی ہارن نہیں دیتا۔ مجھے ہارن دینے کی بھی ضرورت نہیں پیش آئی۔ اس لیے کہ میرے پاس ایک سٹیئرنگ ہے، میرے پاس گیر باکس ہے، میرے پاس اسکلیر ہٹر ہے تو میرے پاس ایک راستہ ہے، تو مجھے ہارن دینے کی ضرورت کیا ہے؟ میں اپنی تدبیر ایسی اختیار کروں گا اور میں تیز بھی چلاتا ہوں، یہ بھی نہیں کہ میں پیچھے پیچھے رکھتا ہوں،

میں اپنی رفتار بھی رکھتا ہوں اپنی لین (Lane) بھی رکھتا ہوں اور آگے بھی بڑھتا ہوں لیکن یہ کہ ہار نہیں دیتا بس کبھی بھی۔ تو یہ چیز ہے ایک میں سمجھتا ہوں کہ بچپن سے شاید میری طبیعت بھی ویسے ایسی ہی تھی اور لیکن یہ ہے کہ غصے سے انسان کا ٹمپر امنٹ بالآخر خراب ہو جاتا ہے اسکی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے اور ہمارے دین میں نہ ہب میں، میں سمجھتا ہوں کہ غصے کو اخلاق کے اندر شامل نہیں رکھا گیا اس کو ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شوہر یوپی پہ غصہ کرتے ہیں بہت زیادہ، جاگیر دار سرماںیدہ اور زمیندار مذوروں پہ اور کام کرنے والوں پہ غصہ کرتے ہیں اور مطلب یہ کہ جہاں جس کو جب موقع مل جائے وہ دوسراے آدمی کو جو کمزور ہے، طاقتور کمزور کے اوپر غصہ کرتا ہے۔ تو یہ جو ہے نہ یہ ایک اگریشن (Aggretion) کی علامت ہے۔ ہمیں اسرتیو (Assertive) ہونا ہے، ہمیں اپنی بات کے اوپر فرم (Firm) ہونا ہے اور اپنے مقصد اور اپنی منزل کے اوپر گاہزن رہنا ہے اور اس میں کوئی سودے بازی نہیں کرنا اس میں پیچھے نہیں ہٹانا اس میں کوئی کسی قسم کی کسر نہیں اٹھا کے رکھنا۔ لیکن یہ کہ غصے سے اور کسی انسان کی توہین سے تذمیل سے یا اس کی کسی بے عزتی سے اس کو دکھ پہنچا کے آگے بڑھنا یہ کوئی اس میں مزانہیں ہے۔ تو میری کوشش ہوتی ہے کوئی اگر تکلیف بھی پہنچا رہا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ چلو تھوڑا سا آگے دیکھ لیتے ہیں شاید اس کی بات سمجھ میں آجائے گی۔ لوگ بازاوقات دکھ پہنچا کے چلے جاتے ہیں یا پہنچاتے رہتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ چلیں ٹھیک ہے یہ ان کی تربیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ پھر میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی اسباب ایسے پیدا کر دیتا ہے کہ ہم اس کی تکلیف سے نکل جاتے ہیں یا اسے کوئی تکلیف ہو جاتی ہے معاملہ حل ہو جاتا ہے۔ تو یہ میں سب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ غصے کا نہ ہونا اس کا مطلب نہیں کہ آپ نہ ہیں یا غصے کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بیکار ہیں یا آپ بے اثر ہیں یا آپ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تو یہ ایک اچھا راستہ ہے جس سے کہ

انسان کی شخصیت سنبھل کے رہتی ہے اور لوگ خوش رہتے ہیں آس پاس کے اور کام دیکھیں بھی بھی سو فیصد تو نہیں ہوتا۔ کام ہمیشہ بہتر سے بہتر بھی اپ کریں تو اسی نوے فیصلہ پر چلا جاتا ہے۔ تو اگر بغیر غصے کے بھی اتنا ہی کام ہو رہا ہے اور غصے کے ساتھ آپ تھوڑا بہت ہی اور بڑھالیں گے لیکن اس کے پھر دوسرے منفی اثرات بہت ہوتے ہیں۔ تو مجھے یہ خوشی ہے کہ جیسے زاہد ہے اور بہت سارے لوگ ہیں جو طویل عرصے سے کام کر رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اچھا ماحول، سمجھی آپس میں ایک دوسرے کے لئے بہت محبت اور شفقت رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ سے بہت اعتماد ہے، بھروسہ ہے۔ مجھے ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میں ان کوئی بات کہہ سکتا ہوں کوئی مشورہ دے سکتا ہوں کوئی چیز سنا سکتا ہوں۔ تو یہ ہے کہ میری طرف سے ناروا یا ناجائز کوئی رعیل نہیں ہوگا۔ تو یہ قیادت کے لیے ایک اچھی چیز ہے۔ میرا خیال میں اس کا مجھے فائدہ ہی ہوا ہے۔

انٹرویو: سرآپ کی زندگی کا کوئی دلچسپ اور یادگار واقعہ؟

ڈاکٹر حسن: دلچسپ تو بہت سارے ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ساری یونیورسٹی ہی ایک بہت دلچسپ واقعہ ہے۔ بڑا مشکل ہو جاتا ہے کوئی ایک آدھا واقعہ سنانا یا بتانا کسی کو۔ ایک واقعہ بتاتا ہوں اسی کے حوالے سے ہے کہ ہم نے پہلے آئی ایم ایم جب بنایا تھا تو اس میں ڈپلومہ پر گرام ہو رہے تھے۔ تو پھر اس کے بعد ہم نے سوچا کہ ہم ڈگری پر گرام بھی شروع کرتے ہیں۔ ہمارے سٹوڈنٹس نے بھی ہم سے کہا۔ میرے خیال میں یہ 91 کی بات ہو گی یا 92 کی، تو ہم ایج اسی سی چلے گئے۔ تو وہاں پر ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے تو ان سے ہم نے کہا کہ ہم یہ کام کرنا چاہتے ہیں، ہم نے ایک ادارہ بنایا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں این اوسمی دے دیں، تاکہ ہم ڈگری (Awarding) ہو جائے۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کو پتا ہے کہ آپ نے کتنا غلط کام کیا ہے، میں اگر چاہوں تو یہاں سے آپ کو ہتھڑی لگو کے جیل بھجو سکتا ہوں۔ تو وہ

میرے ساتھ میرے ساتھی عابد شیر و اُنی بھی تھے، تو ہم نے کہا کہ اگر آپ نے ہتھکڑی لگوانی ہے تو لگوادیں اس میں ایسی کون سی خاص بات ہے، اگر آپ یہ چاہ رہے ہیں تو کر دیں آپ۔ تو وہ صاحب خود اب ایک پرائیویٹ سیکٹر میں کام کر رہے ہیں۔ تو یہ ایک یادگار واقعہ اس لیے ہے کہ دیکھیں کہ ہم تعلیم کا کام کر رہے تھے۔ میں نے ان سے بعد میں یہ کہا کہ اگر کسی کو ہیر وئن بیچنا ہے، چوری کرنا ہے یا کوئی اور غلط کام کرنے ہیں تو اس کے لیے تو ظاہر ہے کہ راستے کھلے ہوئے ہیں، لیکن اگر کوئی تعلیم کا کام کرنا چاہ رہا ہے اور آپ سے پوچھنے کے لئے آیا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ میں ہتھکڑی لگوائیں ہوں تو کیا یہ جرم ہے؟ آپ کو یہ چاہئے تھا کہ کہتے یہ بہت اچھا کام ہے آپ کر رہے ہیں، میری طرف سے جو مکن ہے وہ میں دونگا، لیکن یہ کہ الحمد للہ اس وقت اچھے ایسی میں یو جی سی کے اندر ایسے لوگ بھی موجود تھے کہ جنہوں نے ہماری بغیر کچھ زیادہ تحقیق کے انہوں نے جب دیکھا کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں انہوں نے ہماری روپورٹ اپروو کی اور بغیر وزٹ کے اپروو کی اور تمیں این اوہی دے دیا۔ تو ایسے بھی لوگ تھے۔ دونوں طرح کے لوگ مجھے ملے، ایک طرف ایسے لوگ تھے جنہوں نے اندھا اعتماد کیا کہ بھی یہ حسن صاحب کہہ رہے ہیں۔ یہ ابھی لوگ ہیں اور انہوں نے یہ پورا پلان (Plan) جو بنا کے دیا ہے ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم ٹیم بھیجیں انہیں لیٹر اشو (Issue) کرو، ایک طرف ایسے لوگ بھی تھے اور ایک طرف ایسے لوگ بھی تھے جو کہہ رہے تھے کہ انکو ہتھکڑی لگوادیہاں سے جیل بھیجو۔ تو دونوں طرح کے کردار مجھے ایک ہی دن مل گئے۔ یہ بڑا یادگار واقعہ ہے اور یہ میرے خیال میں ہمارے معاشرے میں آج تک بھی ایسا ہی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ تعلیم کے لئے پنجاہر ہونے کے لئے تیار ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر کوئی تعلیم گاہ بن جاتی ہے تو وہاں اپنے مویشی رکھ دیتے ہیں، چارہ رکھ دیتے ہیں، وہاں اپنے ففتر بن لیتے ہیں۔ آج تک دونوں کردار موجود ہیں۔

انٹرویو: سر تعلیمی اداروں میں یکساں نصاب تعلیم سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

ڈاکٹر سن: میرے خیال میں ویکھیں یکساں سے اگر کوئی یہ مراد لیتا ہے کہ ایک کتاب ایک طرح کا پیراگراف ایک طرح کی تصویر اور ایک طرح کے جملے پورے پاکستان میں گلگت سے لے کر کے ٹھٹھہ (Thatta) تک چلیں گے تو وہ غلط مطلب ہے۔ یکساں سے جو میں مطلب لیتا ہوں وہ یہ کہ مشترکہ مقاصد ہونے چاہیے، مشترکہ جسے کہنا چاہیے آداب ہونے چاہیے اور حکمت عملی ہونی چاہیے۔ جو اس کے اندر پھر نصاب ہے اور جو اس کے اندر تفصیلات ہیں ان میں فرق آ سکتا ہے۔ وہ فرق اس لئے آئے گا سیاق و سبق کے حوالے سے، کونٹکسٹ (Context) کے حوالے سے۔ اگر ایک آدمی فرض کریں کہ لورالائی میں پڑھ رہا ہے اور ایک جو ہے وہ اسلام آباد میں ایف ۱۰ میں پڑھ رہا ہے تو ہم دونوں کو ایک کتاب نہیں دے سکتے۔ دونوں کے ہاں استاذہ کی سطح کا فرق ہے، دونوں کے اداروں کا فرق ہے، دونوں کی ابتدائی تعلیم کا فرق ہے، ان کے گھر بار کا فرق ہے، لیکن یہ نہیں کہ دو مختلف قسم کے نصاب پڑھانے ہیں۔ یہ نصاب جو ہوگا یہ مختلف ہوگا لیکن متفاہ نہیں ہوگا۔ یہ اسکے اندر ایک کنٹراست (Contrast) ہوگا اور یہ اس کے اپنے ماحول کے لحاظ سے ظاہر ہے کہ اس کے مطابق ہوگا، اس کے اندر ماحول کے لحاظ سے مطابقت ہوگی اس کے لحاظ سے فرق آ جائے گا۔ تو یکساں نظام تعلیم ایک قوم کی تعمیر کے لیے بہت ضروری ہے کہ امیر اور غریب دونوں ایک طرح کے نظام تعلیم سے تعلیم پائیں باخصوص اسکوں میں یہ بہت ضروری ہے۔ لیکن اسکا مطلب ایک کتاب نہیں ہے یا ایک استاذ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ آگے چل کے الیکٹرانک اور ڈیجیٹل جو کچھ ترقی ہو رہی ہے اس میں یہ ممکن ہو جائے لیکن یہ میں اس کا مطلب نہیں لیتا، اس لئے کہ ہمارے ہاں ہر ایک کی پھر ایک چوائیں بھی ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو دینی تعلیم کی طرف زیادہ رجحان رختے ہیں تو وہ دینی تعلیم کو زیادہ عضر چاہتے ہیں، کچھ لوگ اپنے پیوں کو سمجھتے ہیں کہ ان کو جلدی سے

کچھ کمانے کے قابل ہونا ہے، وہ چاہتے ہیں کوئی مہارت پیدا ہو جائے، کوئی ہنسیکھ لیں تو کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے آگے چل کر کسی پروفیشن میں جائیں، ڈاکٹر انجینئر لار (Lawyer) بننے تو اس حساب سے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ چاہتے ہیں بچے طھیک ہے ڈگری لے لیں معمول کا اپنا پڑھ کے آگے چلیں۔ تو ہر ایک کے مقاصد جو ہیں انکا انتخاب الگ ہے تو ہمیں اس کے حساب سے ظاہر ہے کہ اس میں فرق رکھنا پڑیگا، ممکن نہیں ہے کہ ایک کتاب اور اس کا یہ مطلب لیا جائے ایک ایک طرح کا نصاب

انٹرویو: آپ کس شخصیت سے متاثر ہیں اور کیوں؟

ڈاکٹر حسن: سب سے پہلے تو میں اپنے ظاہر ہے کہ گھر کے اندر سے اپنے ماں باپ دونوں سے بہت متاثر ہوں اور دونوں نے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں محبت بھی دی ہے اور دونوں ایک رول ماؤل بھی تھے۔ میری والدہ تو ظاہر ہے ابھی وہ زندہ ہیں لیکن میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو دونوں ایک بہت زبردست رول ماؤل بھی بہترین انسان بھی ہیں۔ تو یہ مجھے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ مجھے اپنے گھر میں ہی سب کچھ جو ایک رول ماؤل ہوتا ہے اس کی شخصیت جس طرح کی ہوتی ہے یا جتنا اس کی کشش ہونی چاہیے یا جتنا اس کا وزن ہونا چاہیے یا جتنا اس کو متاثر کرنا چاہیے تو وہ میرے ساتھ گھر میں ہی تھا۔ تو اس لیے بہت اچھا ہو گیا اور اس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ زندگی کی تغیریں بہت مددگاری اور اس کے بعد جن لوگوں نے آج کے دور میں متاثر کیا ہے مجھے دولوگوں نے جن کا میں نام لینا چاہوں گا، اس میں ایک ہمارے ادارے کے چیزیں میں ہیں پروفیسر خورشید احمد، ایک علمی شخصیت ہیں پاکستان کی، سینیٹر بھی رہے ہیں اور بہت علمی لحاظ سے ان کا اعلیٰ مقام ہے اور میرے ساتھ ان کا ایک انتہائی محبت کا تعلق ہے، تو جس پر مجھے بڑا فخر ہے۔ تو یہ کہ وہ میرے لئے بہت متاثر کرنے شخصیت ہے۔ انکا جو علمی کام ہے وہ میرے لئے بہت متاثر کرن ہے اور ان کی محبت ان کی محنت ان کی

پاکستان کے لیے اسلام کے لئے مسلمانوں کے لئے مسلم امت کے لیے، ان کی سوچ ان کی فکر اور ان کا کام ان کی توجہ ان کی محنت کوشش، یہ سب چیزیں میرے لیے ایک رول ماؤنٹ کی حیثیت رکھتی ہیں اور میں یقیناً پھر علمی لحاظ سے آج کے دور میں میں مولانا مودودی سے متاثر ہوں، علامہ اقبال سے میں بہت متاثر ہوں اور پھر اس کے بعد تاریخ میں پھر ظاہر ہے کہ بہت سارے لوگ یہ جن کا بہت کام ہے، قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ ان کے خطوط ان کی کتابیں ان کی تحریریں سب دیکھیں ہیں ان کی زندگی سے، ان کو بھی میں نے دیکھا ہے اور میں ان کو صحیح معنوں میں ایک بہت بہترین قائد سمجھتا ہوں۔ ان کی شخصیت اور ان کی قیادت کی وجہ سے پاکستان کا قیام ممکن میں آیا ہے۔ تو یہ لوگوں نے مجھے متاثر کیا ہے
انٹرویو: آپ کی پسندیدہ کتابیں کون سی ہیں؟

ڈاکٹر حسن: میں بے شمار کتابیں پڑھتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ میرے گھر میں میری اپنی کوئی چالیس الماریاں ہیں۔ تو کسی ایک کتاب کا نام میں کیا لوں لیکن یہ ہے کہ سبھی کچھ دیکھتے ہوں اور پڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن میں اگر واقعی میرا کوئی دل چائے سفر میں تو میں کسی شاعر کا کلام لے لیتا ہوں، میر تلقی میر ہے، علامہ اقبال ہے، کوئی بھی شاعر اس کا میں کلام اٹھا لیتا ہوں اور مجھے اس میں بڑا مرا آتا ہے اور دوسرا یہ کہ کوئی تاریخ کی کتاب کوئی بھی ہو اچھی وہ جو کہ اچھی لگتی ہے، کسی نے اسلام کی اوپر کوئی اچھی کتاب لکھی ہو۔ مغرب کے اندر مجھے ابھی لیتی ٹوٹی جت ایک سٹوریں (Historion) ہے، اس کا انتقال بھی ہو گیا لیکن اس کی کوئی آٹھ دس کتابیں میں نے پڑھی ہیں، بہت اچھا لکھتا ہے۔ تو مختلف کتابیں ہیں مختلف موضوعات کے اوپر وہ سبھی کچھ لکھتے پڑھتے رہتے ہیں۔ فلسفہ، تاریخ، ادب، سیاست، معدیش، قانون، تہذیب، معاشرت، پھر اس کے بعد سائنس، مذہب اور نفیسیات ان سارے مضامین پ۔ میں اچھا لٹریچر جمع کرتا رہتا ہوں۔ پھر اس کے علاوہ پھر جو میرے اپنے پرویشنل موضوعات ہیں میں جنمٹ ہے

لیدر شپ ہے تو اس کی بھی ساری چیزیں ہوتی ہیں۔ کافی ہوتی ہیں۔

انٹرویور: سر آپ کے لحاظ سے ایک مثالی طالب علم کے اندر کون سی صفات کا ہونا ضروری ہے؟
 ڈاکٹر حسن: یہ آپ کا سوال بہت اچھا سوال ہے۔ اس سوال پر آپ کو دس میں سے دس نمبر ملتے ہیں۔ مثالی طالب علم کے لیے، ایک دفعہ میں نے کہیں کچھ بات کی تھی۔ کوئی میں نے دس چیزیں بتائی تھیں تو اس کے لئے بھی پہلی چیز تو یہ ہے کہ اخلاص نانا چاہئے اس کے اندر کہ وہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اس کے اندر انگساری اور عاجزی ہونی چاہیے کہ وہ تعلیم حاصل کرنے آیا ہے، اس کے اندر ضد اور ہڈ دھری نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی گرد بن جھکی ہونی چاہیے سر جھکا ہونا چاہیے۔ اس کے اندر یہ بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر علم نہیں آئے گا۔ غرور اور تکبر کے ساتھ علم نہیں آئے گا۔ تیسرا چیز یہ کہ اسے شوق و جنتجو بہت ہونا چاہیے۔ اس کو ایک بہت محرک ہونا چاہیے، اس کے اندر بہت زیادہ شوق ہو جنتجو ہوا اور اسی سے وہ محنت کر سکتا ہے جو کہ ضروری ہے اور یہ چوتھی چیز ہے محنت، کہ اسے محنت کرنی پڑے گی بغیر محنت سے کچھ نہیں ہوگا۔ علم ایسے نہیں آتا۔ نئی نئی چیزیں ہیں، نئی نئی گتھی اسکو سمجھنی ہے، نئے تصورات کو اپنے اندر اتنا رہے۔ تو ہر چیز ہر مضمون میں نہیں ہوتی ہے۔ تو اس کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا ہوتا ہے تو یہ بہت ضروری ہے اور پانچوں چیزوں میں سمجھتا ہوں کہ بہت ضروری ہے اس کے لیے وہ یہ کہ وہ اپنے آپ کو رٹنے کا عادی نہ بنائے کہ میں رٹ لوں یا میں کاپی کرلوں گا یا میں نقل کرلوں گا۔ یہ آسان تو ہے اور اس سے نمبر بھی مل جائیں گے شاید لیکن یہ کہ اس سے آدمی سیکھے گا نہیں۔ تو اسے سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ خود سیکھے اور اپنی تخلیقی سوچ اپنی محنت اس کے نتیجے میں علم کے اوپر سوار ہو۔ نہ کہ وہ یہ سوچے چلو میں نے یاد کر لیا، میں نے چھاپ دیا ہے، میں نے لے لیا ہے کسی سے اور کام ہو گیا ہے۔ تو نمبر اس طرح لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ بے عزتی ہے۔ میں طالب علموں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنا کام خود کریں، جو اپنا کام نہیں کر سکے نہ کریں۔ کسی اور کام اپنے اوپر نہ لایں۔

انکی اپنی زندگی ہے وہ خود سیکھیں۔ میر انحصار میں یہ پانچ چیزیں بہت اہم ہیں۔ باقی یہ کہ کچھ اور چیزیں ہیں جس میں کہ اس کو اپنی آنکھوں کا استعمال، کہ اس کی آبزرویشن ہونا چاہیے۔ اگر آبزرویشن نہیں ہے، آپ نے ایک چیز دیکھی ہے آپ نے پڑھی نہیں ہے اور آپ لکھنی سکتے، تو آبزرویشن بہت اکیوٹ (Acute) بہت پینیٹر یڈنگ (Penetrading) بہت فاست ہونی چاہیے۔ دیکھیں نیوٹن بیٹھا ہوا تھا، ایک سیب گرا تو اس نے ایک تھیوری بنالی گریوٹی (Gravity) کی۔ تو یہ آبزرویشن کا کمال ہے۔ آئن سنائیں ہے، آبزرویشن کا کمال ہے۔ تو جتنے سامانٹسٹ ہیں انکا بیک میتھڈ ہے آبزرویشن (Basic Method) ہے آبزرویشن۔ تو یہ بیک ایکسپریمنٹ آبزرویشن ہے۔ تو آبزرویشن سکل (Skills) ہونی چاہیے۔ ساتویں چیز ہے کہ میٹنل (Mentally) اس کو فوکس کرنا اور کنسنٹریشن۔ میں سمجھتا ہوں ایجوکیشن کی کوائٹی کنسنٹریشن (Concentration) کی کوائٹی پر ڈیپنڈ (Depend) کرتی ہے۔ اگر آپ کنسنٹریشن (Concentration) کے ساتھ کوئی چیز کر لیتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ اگر آٹھ لوگوں کے پڑھ رہے ہیں، بار بی کیومی چل رہا ہے، میوزک بھی چل رہا ہے، مذاق بھی ہورہا ہے، جل پھر بھی رہے ہیں، پڑھ بھی رہیں ہیں تو اس کے اندر وہ تھیڑ تو چل رہا ہے لیکن یہ کسی کی بھی کنسنٹریشن (Concentration) نہیں ہے اور اس کا کوئی فائدہ کسی کو بھی نہیں ہو رہا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساتویں چیز ہے کنسنٹریشن (Concentration) اور آٹھویں چیز جو میں کہوں گا وہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو مسلسل اپنے آپ کو ایک ریفلکسیشن (Reflection) میں ڈالیں، اپنی خودی میں ڈویں، اپنے آپ کو سوچتے رہیں کہ آپ نے کیا سیکھا ہے، سوچ و چارکی عادت ہے، آپ کی لوگیکل تھننگ (Logical Thinking) ہو، راشنل تھننگ (Rational Thinking) ہو، کریٹیکل تھننگ (Critical Thinking) ہو، اس سے آپ کو فائدہ ہوتا ہے۔ یہ آٹھویں چیز ہے

اور نواں یہ کہ آدمی اسکیلے کچھ نہیں سیکھتا ہے مل جل کے سیکھتا ہے۔ کوئی بیٹوں لرنگ (Collaborative Learning) یا شیئرڈ لرنگ (Shared Learning) اسے کہتے ہیں۔ تو آپ اگر کسی کے پاس بیٹھیں گے جس کے پاس علم ہے تو آپ کو علم ملے گا۔ جس کے پاس علم نہیں ہے اگر آپ اس کے پاس بیٹھیں گے تو آپ کچھ علم کھو کر آ جائیں گے۔ تو آپ دیکھیں کہ اس کا جو مطلب ہے کہ آپ کی جو صحبت ہو اس میں صاحب علم لوگ ہوں، علم والے لوگ ہوں جن کو کچھ معلوم ہو، صاحب حکمت ہوں تو آپ کو فائدہ ہوگا۔ اگر ایسے لوگوں کے درمیان آپ نہیں رہتے اور جاہل کے درمیان رہیں گے، جس طرح عربی کی ایک کہاوت ہے کہ اگر تم عطار کے پاس بیٹھو گے تو جب تم آؤ گے تو تھیں خوشبوگی ہوگی ہر جگہ، نہیں بھی لگی ہوگی تو عطر کی خوشبو آرہی ہوگی اور اگر تم کسی کو نکلے والے کے پاس چلے جاؤ گے تو تم نے کچھ کام نہیں بھی کیا ہو، کیونکہ تم بیٹھ کے آئے ہو تو تمہارے پر اور کپڑوں پر سیاہی لگی ہوگی۔ تو یہ عربی کی کہاوت ہے جو میں سمجھتا ہوں بہت اچھی ہے اور دسویں چیز میرا خیال میں یہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ علم دے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے ربی زدنی علم۔ تو یہ علم جو ہے اس کی ذات باری تعالیٰ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے گا تو علم ملے گا ورنہ لوگ ڈگریاں لے لیتے ہیں لیکن علم نہیں ہوتا۔ ان کے پاس غوراتا ہے کہ وہ علم دے ہی نہیں سکتے کسی کو تو علم لینے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا اور پھر علم کو آدمی بکھیرے۔ علم کو آدمی جو بھی اس نے سیٹا ہے اس کو لوٹا یہ تو یہ بہت ضروری ہے۔

انٹرویو: سرفرقہ پرستی اور دہشت گردی اسلام کے نام پر ایک دھبہ ہیں۔ بطور ماہر تعلیم آپ اس کا کیا حل تجویز کریں گے؟

ڈاکٹر حسن: میرے خیال میں صحیح اسلام کا پیغام جو ہے ناولہ لوگوں تک پہنچانا چاہیے کہ اسلام میں فرقہ واریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اسلام ایک وسیع مذہب ہے اور میں نے کبھی بھی اس میں کہیں بھی نہیں دیکھا فرقہ واریت کو تو میں سمجھتا ہوں علماء کو بھی چاہیے کہ

فرقہ واریت کو ختم کریں، اس کے اندر جو ایک حدت آگئی ہے، اس کے اندر جو ایک زبردست قسم کی جو ایک گرمی ہے اس کو دور کریں، اپنی جو سرحدیں ہیں ان کو مٹائیں اور سب مسلمان کی حیثیت سے رہیں اور ہر مرتبہ فکر اور ہر سوچ کے آدمی کو جو کہ اللہ کا نام لیتا ہے رسول کا نام لیتا ہے اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو صحیح کر مل مسلمان ہے اور فرقہ واریت کی بنیاد پر قتل کرنا میں سمجھتا ہوں اسلام کے ساتھ بدترین دشمن ہے۔ قرآن میں وہ پڑھ لیں کہ مومن کے قتل کی سزا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں اوہ یہ کہ یہ بدترین سزا ہے، شدید سزا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ لوگ کبھی بھی جہنم سے نہیں نکل سکیں گے، ایک مومن کے قتل کی سزا ہے یہ۔ تو وہ لوگ سوچیں کہ فرقہ کے نام پر، ایک رسول کے دعوے کو لے کر، آپ تصور کریں کہ اگر ہمارے نبی رسول اللہ صلی و سلم زندہ ہوں اور وہ بیٹھے ہوں اور ایک آدمی فرقہ والا دوسرے فرقے والے کو ان کے سامنے قتل کریں تو آپ کیا سزادیں گے اور آپ کتنی بڑی لعنتی صحیحیں گے۔ تھوڑا اس بارے میں قوم کو چاہیے کہ یہ ایک سازش ہے اور اس کا شکار نہ ہوں۔ سازش یہ ہے کہ مسلمانوں کو فرقہ کی بنیاد پر تقسیم کر دیا جائے، لڑادیا جائے، ایک دوسرے کے خلاف ان کو نہ آزمایا کر دیا جائے تو اس سے ہمیں بچنا چاہیے۔ فرقہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم سب مسلمان ہیں۔ حضرت ابراہیم پر ایمان رکھتے ہیں، رسول اللہ صلی و سلم پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن پر ایمان رکھتے، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے پر ایمان رکھتے ہیں تو ہمارے اندر ایسی کوئی چیز نہیں ہوئی چاہیے۔ شیعہ ہو، سنتی ہوں، دیوبندی ہو، بریلوی ہو، چاہے وہ جو کبھی ہوں ان سب کو چاہیے کہ فرقے کی بنیاد پر نہیں بلکہ اسلام کی وسعت اور ایک امت اس کی بنیاد پر آگے بڑھیں۔

انٹرویو: سر پاکستان کے موجودہ طرز حکومت سے آپ مطمئن ہیں؟

ڈاکٹر حسن: پاکستان میں دیکھیں کچھ نہ کچھ بہتری تو آ رہی ہے۔ آہستہ آہستہ، ہر حال حکومت،

جمهوریت، نظام، دستور، پارلیمنٹ، عدالت ان سب میں بہتری آرہی ہے تو میں اس وقت یقیناً مطمئن ہوں۔ لیکن یہ کہ جو شہری نظام ہے، میوسپیشی کا نظام ہے، ضلع کا نظام ہے، ہے اس کو ریویو (Review) کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت سیاست دان اس کو پیچھے کر رہے ہیں اور اس سے شہریوں کو مسائل کا سامنا ہے۔ تو میرا یہ خیال ہے کہ شہری نظام کو بحال کرنا چاہیے۔ سیاست دان، جو قومی سیاست دان ہیں، جو قومی سیاسی پارٹیاں ہیں اس کو اپنے لیے خطرہ نہ سمجھیں اور وہ شہریوں کا ایک لحاظ سے ان کے حقوق کا استھان ہو رہا ہے۔ تو یہ میں سمجھتا ہوں ایک کمی ہے۔ یہی دور ہو جائے تو۔ ہم تقریباً جمہوریت کے نظام کو اب کافی حد تک اپنا کچھ ہیں اور اس کو سمجھ رہے ہیں اور آگے چل کے مزید انشاء اللہ تجربات کے ذریعے سے ہر کوئی سمجھے گا اور سمجھے گا۔

انٹرویو: سر اسٹاد کا کردار صاف سمجھا جاتا ہے۔ کیا آج کل کا اسٹاد اپنے فرانچ بخوبی انجام دے رہا ہے؟

ڈاکٹر حسن: یقیناً اچھے اساتذہ کی کمی ہے اور توجہ دلاتے رہتے ہیں، ہم سب لوگ بات بھی کرتے ہیں کہ کردار سازی ہونا چاہیے اور اسٹاد کا اپنا کردار اگر ہو اور کچھ نہ بھی بولے تو اس کا اثر ہوتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آہستہ آہستہ اس طرف لوگ آرہے ہیں، بات چیت ہو رہی ہے۔ ہر ایک کہ رہا ہے یہ۔ مثال کے طور پر خودویسٹ میں بھی بات ہو رہی ہے کہ اساتذہ کا کام اخلاق اور کردار اور سیرت اس کو بھی بڑھانا ہے۔ صرف علم اتنا نہیں ہے یا علم بھیجننا یا علم منتقل کرنا نہیں ہے، اس پر نئی نئی تحقیق کرنا نہیں ہے بلکہ انسان بنانا بھی ہے۔ تو یہ بات آرہی ہے۔ آپ نے اچھا سوال کیا ہے۔ انشاء اللہ اور جگہ بھی یہ بات چلے گی بڑھے گی آگے۔ آئی ایم کالج بنانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہم علم بھی پہنچائیں اور ساتھ ساتھ ہم انہیں اخلاق اور کردار سے بھی ہمکنار کریں۔

انٹرویو: سر آئی ایم کے فروع کیلئے، بہترین نتائج کے لیے آپ کیا اقدامات اٹھا رہے ہیں؟

ڈاکٹر حسن: ہم جو کو اٹی کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اچھے اساتذہ ہوں اور اساتذہ کو ایک اچھی لیڈر شپ دی جائے۔ اچھا ماحول ہو، طلبہ کو اچھا ماحول دیا جائے۔ نظم و ضبط (Discipline) ہو۔ تو میں سمجھتا ہوں ہمارے ادارے اس لحاظ سے جانے جاتے ہیں اور ان اداروں کی ہم مسلسل جانچ کرتے ہیں، اسپکشن کرتے ہیں۔ تعلیمی نظام کی تدریسی نظام کی، ان کے مجموعی طور پر ان کے ماحول کی، ان کے انفارسٹر کچ کو، ہر لحاظ سے ہم دیکھتے رہتے ہیں اور ہم نے بڑی کلیر گائیڈ لائنز دی (Clear Guidelines) ہوئی ہیں، فریم ورک دیا ہے، اس لحاظ سے ان کی روپورٹ لیتے ہیں۔ تو مسلسل کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک تعلیمی ادارے کو بنانا ایسے ہی ہے جیسے آپ نے ایک نقج لگایا ہے آہستہ آہستہ درخت پھل دیتا ہے اور تو انہی حاصل کرتا ہے، اس کا سایہ گھننا ہوتا ہے، اس کا پھل میٹھے سے میٹھا ہوتا ہے، تو یہ مختلف سال کے سفر سے ممکن ہوتا ہے۔ تعلیمی ادارہ بھی اسی طریقے سے انشاء اللہ آگے بڑھتا ہے۔ ہماری طرف سے ہر قسم کی سپورٹ موجود ہے اور وقت کے ساتھ انشاللہ یہ اور بہتر ہو گا۔

انٹرویو: سر آخری سوال یہ کہ آج کے طالب علم کے لیے آپ کا پیغام کیا ہے؟

ڈاکٹر حسن: میرا پیغام یہ ہے کہ آج کا جو طالب علم ہے جو کہ ۲۰۱۴ یا ۲۰۱۵ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے یا تقریباً ۲۰۱۹ یا ۲۰۲۰ تک اپنی تعلیم کو پورا کرے گا، پچکر کرے گا ماسٹر کرے گا ۲۰۲۰ تک، اور پھر اس کے بعد اس کی عمر تقریباً تینیس چوبیس سال ہو گی اور پھر اس کے بعد اس کے پاس تقریباً تینیس سال ہوں گے کام کرنے کے لیے، چالیس سال ہوں گے اللہ کرے، تو اگر آپ چالیس سال بھی رکھیں تو ۲۰۲۰ سے ۲۰۶۰ تک، ان کا جو درک سپن (Work span) ہے وہ اتنا ہے، اللہ کرے ان کا لاکنف سپن (Life span) اس سے بھی زیادہ ہو، تو میں آج کے طالب علم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ یہ دیکھے کہ ۲۰۵۰ میں دنیا میں کیا ہونے والا ہے، کیا ہو گا، پاکستان کے لئے، دنیا کے لیے، ہمارے اس ریجن کے لیے فورسائس (Foresight) کیا

ہیں، کیا پیش نظر ہے۔ اس کا ایک جائزہ لیں، اس کا ایک احاطہ کریں اس لئے کہ ان کو اپنائیو چر (Future) اس میں بنانا ہے اور اس لحاظ سے تیاری کریں۔ ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا بہت کمپیتیشن (Competative) ہو رہی ہے، دنیا بہت زیادہ فاسٹ ہو رہی ہے، دنیا بہت زیادہ انٹر کنیکٹیڈ (Interconnected) ہے، دنیا جو ہے وہ بہت زیادہ بے رحم ہوتی چلی جا رہی ہے اور ایک بات آخری جو ہے کہ غیر یقینی کی کیفیت بڑھ رہی ہے ہر لحاظ سے۔ ایک غیر یقینی میں کشمکش ہے، ایک دوڑ ہے، ایک جدوجہد ہے۔ ٹھیک ہے آج یہ نالو جی ہے، فون ہیں، کمپیوٹر ہیں، بہت کچھ اس طرح کی یہ نالو جی ہے جو پہلے نہیں تھی، لیکن یہ کہ اس یہ نالو جی سے یہ نہیں کہ آپ کو آرام مل گیا ہے۔ اس لیے کہ کمپیشن (Competition) اتنا ہے، آپ پر چینیخواست زیادہ ہیں کہ وہ یہ نالو جی بس اس کے لئے کار آمد ہے۔ تو ان کو یہ سمجھنا چاہیے آج کے طالب علم کو کہ مرکزی اہمیت جو ہے نہ وہ ان کی اپنی ذات کی ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہوں گے، صحیح ہوں گے، بہتر ہو گے، اچھے ہوں گے، اعلیٰ ہوں گے، اپنے کام اور اپنے پروفیشن اور اپنے شہر اپنے ملک و قوم اس سب کے لحاظ سے، اپنے ادارے کے لحاظ سے اگر ان کی تیاری ہو گئی اور وہ فوکس ہوں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا کبھی کوئی ریپلیسمنٹ (Replacement) نہیں ہو گا، وہ مسلسل ترقی کریں گے، ہر لحاظ سے، مالی لحاظ سے آسودہ ہوں گے، ہر قسم کے خطرات سے دور ہوں گے اور کامیاب ہوں گے اور جو لوگ ایسا نہیں کریں گے، جو آج مست ہیں اور کل کا نہیں سوچ رہے ہیں تو وہ میں سمجھتا ہوں کے جس طرح آج وہ مستی میں غرق ہیں اسی طرح غرق رہیں گے۔ تو ہمیں یہ چوائیں کرنا ہے کہ کیا ہم مستقبل کے لیے تیار کر رہے ہیں اپنے آپ کو یا جو کچھ ہمارے پاس ہے اسے حال میں اٹھا رہے ہیں۔ یہ نوجوان اگر سوچ لے اور علامہ اقبال کے پیغام کو اپنے سامنے رکھیں، قائد اعظم کی شخصیت کو اپنے سامنے رکھیں، اللہ اور رسول کے احکامات کو، اس کی کتاب کو اور اس کی دعوت کو اور اس میں جو پیغام ہے اس کو اپنے سامنے رکھیں، تو

میں سمجھتا ہوں وہ دنیا بھی بنائیں گے اور انشاء اللہ آخرت میں جنت بھی۔

انٹرویو: سر تھینک یوسوچ - آپ کا بہت بہت شکر یہ کہ آپ نے اپنے قیمتی وقت میں سے ہمیں وقت دیا ہے۔ ہم بہت خوش ہیں آپ سے مل کر تھینک یوسر، اور میں آئی ایم کی تمام یونیورسٹی کی طرف سے، چیئرمین کی طرف سے، وائس چیئرمین کی طرف سے، پرنسپل کی طرف سے، سب کی طرف سے اپکاشکر یہ ادا کرتی ہوں۔

ڈاکٹر حسن: آئی ایم کالج سرگودھا کی انتظامیہ، پروفیسر لیاقت و راجح صاحب، وہاں کے پرنسپل، خواتین اور مردوں دونوں کمپس (Campuses) کے تمام اساتذہ اور

تمام طلبہ و طالبات کو میر اسلام

Video # 13

URL: https://www.youtube.com/watch?v=JS_u9lUt4pk

Topic: Pakistan Looking Ahead Towards 2040

Event: A talk on Pakistan in 2040

Event Date: Not Available

Audience: Students and Faculty Members

Issues in Video: Echo in the audio

Total Time of Video: 5 Minutes and 19 Seconds

Summary:

میں مختصر تین باتیں اس موضوع کے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی چیز تو یہ کہ 2040 کی بات ہو یا 2030 کی بات ہو یا 2050 کی بات ہو، پاکستان پہاڑوں کا یاد ریا وہ کامیابیوں کا عمارتیوں کا سڑکوں کا نام نہیں ہے اور اس وقت کا جو پاکستان ہے وہ نواز شریف کا بھی نہیں ہے زرداری کا بھی نہیں اور عمران خان کا بھی نہیں ہے 2040 کا پاکستان 2030 کا پاکستان۔ وہ پاکستان درحقیقت وہ کچھ ہو گا جو آپ نے اس پاکستان کے بارے میں سوچا ہے، جو آپ کے خواب ہیں، جو آپ کی تمنا نہیں ہیں، جو آپ کی آرزو نہیں ہیں اور جو کچھ آپ کریں گے۔ آج جو پاکستان آپ کوں رہا ہے یہ وہ پاکستان ہے جو ہماری نسل نے آپ کے لئے چھوڑا ہے اور جو ہم نے اس کا کچھ کیا ہے وہ آج پاکستان میں موجود ہے۔ تو پاکستان کے بارے میں اگر آپ کو یہ معلوم کرنا ہو کہ 2040 میں کیسا ہو گا تو آپ اپنے دماغ کو ٹوٹو لیں، آپ اپنے دل میں اسکا کھون گائیں اور دیکھیں آپ کی اس پاکستان کے بارے میں کیا امیدیں ہیں، آپ کے کیا خواب ہیں، آپ یہاں کیا کرنا چاہتے ہیں، یہ ملک آپ کا ہے یہ آپ کے لئے ہے اور اگر آج کوئی رکاوٹ آپ کو محسوس بھی ہو رہی ہے تو کل وورکاؤٹ آپ کے سامنے نہیں رہے گی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان ۲۰۴۰ میں جب آپ کی عمر ایسی ہو گی کہ جو چالیس پینتالیس سال کی ہو گئی تو آپ اپنے کام کی پیک (Peak) پر ہوں گے تو آپ جو پلان کریں گے، آج آپ جو لکھ کر سوچیں گے وہی ۲۰۴۰ میں انشا اللہ ہو رہا ہو گا۔ یہ پاکستان آپ کا ہے جو آپ کریں گے وہی ۲۰۴۰ میں ہو گا

اس چیز کو آپ اپنے ذہن میں بیٹھا لیں۔

دوسری چیز میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری جوریا ست ہے اس ریاست کی وہ ترقی نہیں ہوئی ایز آ میکنزم ایز این اینٹر پرایز ایز a Mechanism As a Mechanism Enterprises چھوٹے ملکوں نے کرنے یہ حقیقت ہے۔ اس کا ظاہر ہے کہ ہم نے پورا پوسٹ مارٹم سناء شمشاد صاحب سے جنہوں نے ہمیں تفصیل سے بتایا ہے۔ یہ ہماری سیاست کی کمزوری ہے لیکن اس کے پیچھے جو وجہ ہے وہ وجہ ہماری سیاسی پارٹیاں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی پارٹیاں ہماری گرو (Grow) نہیں کر سکیں۔ انہوں نے ایشور اور چیلنجر ہو ہیں۔ ریاست کے اسکے لحاظ سے وہ ابھی تک مبjour نہیں ہو سکیں۔ ہماری سیاسی پارٹیاں خاندان کے سلطاناً شکار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پولیٹکل پارٹیز کو اور جو پولیٹکل فیملیز ہیں ان کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنی پولیٹکل پارٹیز کو اسٹیشن بنائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ جیسے شفقت محمود صاحب نے بتایا کہ ان کی پارٹی میں الیکشنر ہو رہے ہیں۔ اگر الیکشنر ہوتے رہیں گے بار بار تو اس کے نتیجے میں پارٹی ایک سلف ریلیانس سلف ریلیاب (Self Reliable) اسٹیشن بنے گی کے جو اسٹیٹ کا بوجھ سنبھال سکے اور اسٹیٹ کو لیڈ (Lead) کر سکے۔ ہماری ویکننس اسٹیٹ میں نہیں ہے، ہماری ویکننس بیوروکریسی میں نہیں ہے،

We have a world class talented competent bureaucracy.

ہماری ویکننس (Weakness) اس وقت جو فوکس ہے جو سپاٹ (Spot) پر چیز ہے میرا خیال ہے ہمارا پولیٹکل کارڈر ہے۔ ہمارے پولیٹکل کارڈر (Cadre) کو پروفیشنو نالی (Professionally) اپنے آپ کو پولیٹکل سروں کے لئے آمادہ ہونا چاہیے تیار ہونا چاہے۔

ہم پاکستان میں اس وقت صرف ون ملین لوگ ہیں جو کہ ہائز ایجوکیشن میں انرولڈ (Enrolled) ہیں۔ انڈیا میں ۲۰ ملین لوگ ہیں جو ہائز ایجوکیشن میں

انرولڈ(Enrolled) ہیں۔ تو آپ فرق دیکھیں۔ اور ہمارے پھر انٹیلیوشنری کو اٹی ریسورسز ان سب کے بھی ایشوز ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ میں یہ کمٹمنٹ (Commitment) ہونی چاہیے کہ اب جبکہ آپ ہاڑا بیجوکیشن میں آگئے ہیں۔

You will become knowledge leader, you will become knowledge servant

آپ اس چیز کو اتوار (Acquire) کریں یہ فری ہے۔ اس پر کوئی بینک نہیں بیٹھا ہوا ہے، اس پر کوئی جا گیردار نہیں بیٹھا ہوا ہے، کوئی سرمایدار نہیں بیٹھا ہوا ہے، کوئی ہیروکریٹی نہیں ہے

It's for you to grab it, it's for you to achieve it.

آپ اس کو لے لیں۔ اس میں کوئی پلٹیکل پارٹی نہیں ہے کوئی فیملی نہیں ہے کوئی ووٹنگ نہیں ہے۔ اگر آپ یہ کر لیں گے، انشاء اللہ

You will be great man, great woman and you will see for yourself a very bright future for Pakistan in the year 2040. Thank You.

Video # 19

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=bbFB8SGJu38>

Topic: Career and You

Event: A Talk on Raah TV

Event Date: Not Available

Audience: Viewers

Issues in Video: Improper Thumbnail

Total Time of Video: 17 Minutes and 10 Seconds

Summary:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میری آج کی گفتگو کا موضوع ہے آپ اور آپ کا کیریئر۔ کسی بھی نوجوان کے لئے یہ بہت بڑا سوال ہوتا ہے کہ وہ عملی میدان میں کس شعبے کا انتخاب کرے، اپنی صلاحیتوں کو نشوونما کرنے کے لیے کس راستے کا انتخاب کرے اور وہ اپنے سوچ و بچار کا اور اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کا بڑا حصہ اس بات کے اپنے صرف کرتا ہے کہ مختلف جو امکانات ہیں ان میں کیا حقائق ہیں، ان میں کیا خطرات ہیں اور اس کے لیے کوئی میدان سب سے زیادہ موزوں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عملی زندگی میں بہت سارے لوگ ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے جس شعبے میں تعلیم حاصل کی، اس شعبے میں عملاؤہ آگے نہیں بڑھے۔ اور ایسے بھی لوگ نظر آتے ہیں کہ جنہوں نے بغیر کسی تعلیم کے بغیر کسی تربیت کے کسی شعبے کا انتخاب کیا، اپنی ذاتی دلچسپی اور رحمان کی بنیاد پر اور وہ اس شعبے میں آگے بڑھتے چلے گئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی نوجوان اپنی زندگی کی ابتداء میں اس بات کا صحیح فیصلہ کر لے کہ اس کا کیریئر کس میدان میں ہوگا اور کس انداز سے ہوگا، تو یہ جواب اس کو ایک یکسوئی فراہم کر دیتا ہے اور وہ پھر مستقل ہر روز ہر گھنٹے ہر سال اپنے کیریئر کو آگے بڑھا رہا ہوتا ہے اور اس کا کوئی وقت ضائع نہیں جاتا، اس کے کچھ ماہ یا سال یا اس کے وسائل کا کوئی حصہ یا اس کی کوئی ڈگری ایسی نہیں ہوتی کہ جو بالآخر اس کی جو منزل ہے اس میں کوئی معاونت یا اس میں کوئی مدد فراہم نہ کرتی ہو۔ اس لیے یہ ایک اہم سوال ہے اور اس سوال کا جواب بہت سوچ سمجھ کر دیا جانا چاہیے اور یہ یکسوئی حاصل کرنے کی باقاعدہ کوشش بھی

کرنا چاہئے۔

میرا پہلا مشورہ یہ ہے نوجوانوں کو کہ وہ یہ نہ دیکھیں کہ کون کیا کر رہا ہے۔ وہ یہ نہ دیکھیں کہ ان کے بڑے کیا کہہ رہے ہیں یا ان کے دوست کیا کہہ رہے ہیں اور بظاہر کہاں پر امکانات نظر آتے ہیں اور کہاں پر مشکلات ہیں۔ وہ ایک چلتی ہوئی اہر یا ایک ہوا جو چل رہی ہو یا جو رجحان بلعوم نظر آتا ہو، ان سب کے باوہ کا شکار نہ ہوں۔ بلکہ وہ کیریئر کا فیصلہ اپنے آپ کو سمجھ کر اور اپنی صلاحیتوں کو اپنی قابلیتوں کو اپنی قوتوں کو اپنے رجحانات کو اپنی دلچسپی کو، اس کا اندازہ لگا کر کرے۔ وہ یہ سوچیں کہ کیریئر ان کے لئے ہے وہ کیریئر کے لئے نہیں ہیں اور انہیں کیریئر پر عبور حاصل کرنا ہے، کیریئر کو اپنی گرفت میں لینا ہے اور کیریئر پر چھا جانا ہے کیریئر پر غالب ہونا ہے۔ نہ کہ وہ کیریئر کو اپنے اوپر طاری کریں اور اس کو اپنے اوپر لادنا ہے۔ تو اصل سوال یہ نہیں ہے کہ کس میدان میں امکان ہے، کہاں پر خطرات ہے اور کہاں زیادہ پیسہ ہے کہاں کم پیسہ ہے۔ بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ آپ کی اپنی دلچسپی کیا ہے، آپ کی زندگی کے مقاصد کیا ہیں، آپ کے خواب کیا ہیں، آپ کی تمنا اور آرزو کیا ہے اور آپ کو اپنے اندر کیا خوابیدہ صلاحیتیں نظر آتی ہیں، کس چیز کی آپ کے اندر طلب ہے اور آپ کو کونسا میدان ایسا ہے جو فطری طور پر آپ کو نظر آتا ہے کہ وہ آپ سے بالکل آپ کی طبیعت سے لگا کھاتا ہے۔ تو اس سوال کا جواب آپ کو اپنے اندر ڈوب کر تلاش کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک اہم سوال اس کے ساتھ حصول معاش کا ہے کہ بالعوم لوگ یہ چاہتے ہیں اور لوگ اس تناظر سے ہی کیریئر کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کہاں پر جائز ہیں، کہاں پر بڑنے ہے اور کہاں پر حصول معاش آسان کوئی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ حصول معاش ایک اہم سوال ہے اور انسان کے کیریئر کی کوئی بھی چوائیں ہو اس کے اندر اس کا ایک مناسب انتظام ہونا چاہئے۔ لیکن میں نے یہ دیکھا ہے کہ جو لوگ صرف حصول معاش کو مدنظر رکھ کر اور اسے ترجیح دے کر پھر کریئر کا انتخاب کرتے ہیں تو اکثر غلطی کرتے ہیں۔ تو آپ اگر حصول معاش کے سوال کو تجوڑی دیر کے لئے اگر اس کو پس پشت بھی ڈال دیں، تاکہ آپ بلا تھسب اور ایک آبجیکٹو (Objective) سوچ رکھتے ہوئے آپ اپنے آپ کو، اپنی صلاحیت

کو، اپنی دلچسپی کو سامنے رکھ کر کے کیریئر کا فیصلہ کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں جو سب سے بڑا سوال ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کی زندگی کا آؤٹ کم (Out come) کیا ہونا چاہئے۔ آپ کو کیا نظر آتا ہے کہ آپ اس دنیا میں کیا کارنامہ کرنا چاہتے ہیں، آپ اس دنیا میں آپ اس دنیا کو کیا دینا چاہتے ہیں، آپ اس دنیا میں کیا تبدیلی لاسکتے ہیں، آپ اس دنیا میں انسانوں کی اور جو انسانی معاشرہ ہے اس کی کیا خدمت کرنا چاہتے ہیں، آپ یہ سوالات اٹھائیں اور جب آپ ان سوالات کو اٹھائیں گے تو آپ کے سامنے چوائسر (Choices) کا ایک بہت ہی وسیع میدان آپ کو نظر آئے گا اور پھر آپ کا فیصلہ بھی صحیح ہو گا، ایک صحیح پس منظر میں اور ایک صحیح فریم میں ہو گا۔ تو اصل سوال یہ ہے کہ آپ زندگی کے مقاصد کا تعین کریں۔ اصل سوال یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی کا جو آؤٹ کم (Out come) اور اس کی جو آؤٹ پت (Out put) ہے اس کے بارے میں سوچیں، اصل سوال یہ کہ آپ انسانی معاشرے اور انسان کی خدمت کے نقطہ نظر سے سوچیں۔ آپ جب یہ بڑے سوالات اٹھائیں گے تو جو چھوٹے سوالات ہیں کہ آپ کا عملی کیریئر کیا ہو، آپ کی ڈگری اس لیے آپ کوئی لیں اور آپ کا رزق کا انتظام اس میں کس طریقے سے ہو گا، تو میں سمجھتا ہوں یہ بہت چھوٹے سوالات ہیں جس کا جواب بہت آسانی سے آپ کو مل جائے گا۔

اب میں دوسرے حصے کی طرف آتا ہوں اپنی گفتگو کے۔ وہ یہ ہے کہ کیریئر دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک کیریئر کے وہ شعبے ہیں کہ جن کا تعلق کسی پروفیشن سے ہے۔ مثال کے طور پر میڈیسین ہے، انجینئرنگ ہے، لاء ہے، امبوکیشن ہے، میڈیا ہے، تو یہ کچھ پروفیشنر ہیں یہ پروفیشنل کیریئر ہیں۔ ان سب کی ساخت ایک جیسی ہے۔ ان سب کی کامیابی کے لئے جو شرائط ہیں وہ تقریباً ایک جیسی ہیں۔ ان سب کا ایک بڑا بندھا ہوا نظام ہے۔ ان کا خاص مضمون ہے اور اس مضمون کا اور اس تعلیم کا جو تعلق ہے وہ اس بات سے ہے کہ جب عملی میدان میں جو آپ پروفیشنل کیریئر جو اختیار کرنا ہے تو اس میں آپ کو کس علم کی کن صلاحیتوں کی ضرورت پڑے گی۔ وہی علم اور وہی صلاحیتیں تعلیمی ادارے میں شکست بک اور پریکلیکل ٹریننگ ان دونوں

صورتوں میں آپ کو دے دی گئی ہیں۔ تو یہ ایک کیریئر کا ایک میدان ہے بڑا اور اس میں یہ سارے پروفیشنز آجاتے ہیں۔ دوسرا جو میدان ہے وہ نسبتاً اوپن اینڈ ڈیمیشن (Open ended) ہے۔ اس کے اندر پروفیشنلزم کا پروفیشنل اسٹرکچر موجود ہے اور مردوجہ معنوں میں جیسا کہ میڈیسن یا انجینئرنگ یا لاءِ غیرہ میں ہے کہ جہاں پروفیشنل ڈگری ہیں، جن کی پروفیشنل اکریڈیٹیشن (accreditation) ہیں، جہاں پر سرٹیفیکیشن (Certification) ہیں اور جہاں پر انسان کو ایک لائنس ملتا ہے کہ وہ اس پروفیشن کو اختیار کر سکے۔ یہ جو میدان ہے دوسرا اس میں سائنس کا بہت وسیع میدان ہے جس میں فریکل سائنس ہیں، نیچرل سائنس ہیں، سوشل سائنس ہیں، اس میں آرٹس ہے، اس میں فلاسفی ہے اور اس میں ریلیجن (Religion) ہے اور اس طرح کے اور بہت سارے شعبے ہیں۔ اس وقت جو یہ شعبے ہیں ان شعبوں کا تعلق زندگی کے جو بنیادی سوالات ہیں ان سے ہیں۔ مثال کے طور پر سوشل سائنس ایک مضمون ہے پولیٹیکل سائنس۔ پولیٹیکل سائنس کی دلچسپی اس بات سے ہے کہ انسانی معاشرے کی تنظیم کیسے ہو، وہاں پر حاکمیت کا نظام کس انداز سے قائم کیا جائے، وہاں پر عدالت کا نظام کیسے ہو، پہلک پالیسی کیسے بنائی جائے اور جو مختلف ممالک ہیں ان کے درمیان جو تعلقات ہیں جو بے شمار تنظیمیں جو کہ کثیر الملکی ایک نظام کو علاقائی بنیاد پر یا عالمی بنیاد پر لے کے چل رہی ہیں تو ان تنظیموں کا اور ان کے کام کی افادیت کیا ہے اور کس انداز سے ان کو ان کو چلا یا جائے، تو یہ پولیٹیکل سائنس ہیں۔ اسی طرح سے اکنامکس ہے، سائیکلوجی ہے، سوشیالوجی ہے، انتحرو پولو جی ہے، ہسٹری ہے اور دوسرے بھی علوم ہیں۔ آرٹس میں پھر لینگو میجرز ہیں۔ آرٹس میں خود ایک آرٹ ایک، بہت بڑا موضوع ہے، ویوول (Visual) آرٹ ہیں، گرافک آرٹ ہے، اس کے علاوہ اس کے اندر پھر ڈیزائن ہے اور ڈیزائن کے اندر پھر بہت سارے موضوع ہیں، ڈیزائن کی ٹیکنالوجی ہے، پروڈکٹ ڈیزائن ہے، پکیج (packaging) ڈیزائن ہے، ایڈورٹائزنگ ہے، فیشن ڈیزائن ہے، تو اس طریقہ سے آرٹس کے پھر اپنے بہت سارے شعبے ہیں۔ اسی طرح اس کے اندر پھر آرٹیسٹ پھر ہے۔ تو یہ جو مضمایں ہیں، یہ

نسبتاً اوپن اینڈید (Open ended) ہیں، جس میں تعلیم کا کوئی ایک ایسا ریکومنڈڈ (Recomended) سلیپس نہیں ہے جیسا کہ لاء یا میڈیسین یا انجینئرنگ میں ہے۔ انسان اپنی مرضی سے اپنے کورسز کو اور ان کو اپنی دلچسپی کو سامنے رکھتے ہوئے منتخب کرتا چلا جاتا ہے اور آگے بڑھتا ہے اور بالآخر وہ اپنے آپ کو جب کسی نہ کسی شعبے میں اس میں جہاں اسکی دلچسپی ہو، اپنے فن کو اپنی سوچ کو اپنی تخلیقی سوچ کو اور اپنی کارکردگی کو اور اپنی انفرادیت کو اپنی شاخت کی صورت میں ڈھال لیتا ہے اور وہ پھر آگے بڑھتا ہے۔

یہ میں نے آپ کے سامنے دو الگ طریقے کے، بنیادی طور پر میں نے تمام جو کیریئر چوائس ہیں ان کو میں نے وہ حصول میں ڈیوایڈ (Divide) کیا۔ اب میں آپ کو جو طریقہ کار ہے کہ کس انداز میں آپ کو کام کرنا ہے، اس کو میں اب تین حصول میں تقسیم کر کے آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ بات آپ کو بہت سیدھے طریقے سے سمجھ میں آجائے۔ پہلی چیز یہ کہ آپ عملی میدان میں پریکٹیکلی آپ کسی کمپنی میں کارپوریٹ سکٹر (Corporate Sector) میں اپنا کام کر کے یا کسی اور کام کر کے آپ اس کے اندرجاب لے لیں اور اس میں جیسے جیسے پھر کام آتا جائے گا آپ آگے بڑھتے چلے جائیں، تو ایک طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ نے جس شعبے میں تعلیم حاصل کی ہے آپ اسی شعبے میں تعلیم فراہم کرنے کا ذریعہ بن جائیں، تو یہ دوسرا شعبہ ہے۔ بہت سارے لوگ ہیں ظاہر ہے جب وہ تعلیم حاصل کرتے ہیں تو ان کی دلچسپی اپنے مضمون کے ساتھ بھی بہت گہری ہو جاتی ہے، ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہوئے اور سیکھتے ہوئے ان کا یہ شوق بھی پوری طرح سے ان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے کہ ہم مستقبل میں ہم تعلیم فراہم کرنے کا ہی ذریعہ بنے، لہذا وہ استاد بن جاتے ہیں اور تیسرا جو ذریعہ ہے کیریئر کا وہ ہے پھر ریسرچ، تو یہ ریسرچ میں ظاہر ہے کہ پھر اسی مضمون کے اندر اخنفصال، تحقیق، اس کے اندر مزید شفقت، نئی معلومات حاصل کرنا اور ان کا اطلاق کرنا اور ان کو دریافت کرنا، یہ سارا شعبہ ہے اور بے شمار لوگ ظاہر ہے کہ پھر اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر دیتے ہیں کہ علوم کی جو موجودہ سرحدیں ہیں اور علوم کا جو موجودہ ہمارے سامنے جو

ایک معیار ہے اور جو اس پر وجود متیاب ہے، ان کی نظر اس پر ہوتی یہ جو ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا یا جواب تک حاصل نہیں ہوا سکا یا جس تک انسان ابھی پہنچا نہیں ہے اور انہی کی وجہ سے انسانی تہذیب و تدنی مسلسل ترقی کر رہا ہے۔

تو میں نے اپنی اس مختصر گفتگو میں آپ کو یہ بتایا ہے کہ کیریئر کا سوال جب آپ کریں تو اصل سوال کیریئر کا نہیں ہے، اصل سوال آپ کا ہے کہ آپ کس کام کے لیے موزوں ہیں، آپ کے مقاصد کیا ہیں، آپ کی دلچسپی کیا ہے، آپ اس دنیا میں انسان کی خدمت کس طرح کرنا چاہتے ہیں، آپ تغیر کائنات کا جو چیز آپ کو دیا گیا ہے اس کا جواب کس انداز سے دینا چاہتے ہیں، بندگی رب کے جو ہم علمبردار ہیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے، آپ اپنے تمام تر وجود، تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس بندگی کو کس انداز سے بحالانا چاہتے ہیں اور آپ کی اپنی اندر کی پکار کیا ہے، آپ کی طبیعت کیا ہے، آپ کے رجحانات کیا ہیں۔ تو اصل سوال یہ ہے اور آپ جب اپنے اندر ڈوب کر جب سوچیں گے تو آپ کو جب اس سوال کا جواب ملے گا، تو اس سے متعلق کیریئر کا جو راستہ ہے یا جو شارع ہے، وہ بھی آپ کے سامنے واضح ہو جائے گی۔ تو اصل بات یہ ہے۔ دوسری چیز میں نے آپ کو بتائی ہے کہ دو بنیادی طور پر شعبے ہیں۔ ایک پروفیشنل ہیں جس کے اندر میڈیسٹس، انجینئرنگ، لاء، ایگریکچر، ایجوکیشن وغیرہ آجاتے ہیں اور ایک وہ شعبے ہیں جو کہ بجائے خود ایک مضمون کے طور پر کام کر رہے ہیں اور مضمون بجائے خود ایک شعبہ ہے۔ مثال کے طور پر میں نے آپ کے سامنے مختلف شعبے رکھے تھے۔ تو سائنس میں اسٹرُونامی (Astronomy)، فزکس، کمیسٹری، بیالوجی، زولوگی (Zoology)، بائیوکمیسٹری وغیرہ یہ تمام شعبے ہیں۔ سو شل سائنسز کے میں نے شعبے آپ کے سامنے رکھے، آرٹس کے بھی رکھے تھے اور پھر میں نے تیسرے مرحلے پر آپ کو یہ بتایا تھا کہ عملی میدان میں آپ کو اپنی کارکردگی دکھانے کے لئے آپ کو تین میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کرنا ہوگا۔ ایک راستہ ہے کہ آپ انڈسٹری میں چلے جائیں، پریکٹیکل لائف میں داخل ہو جائیں اور جاب لے لیں۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ آپ ایجوکیشن کے اندر آ جائیں اس چیز کے اور تیسرا راستہ ہے کہ

ریسرچر (Researcher) کے طور پر، ریسرچ کے میدان میں آپ چلے جائیں۔ تو یہ تین طریقے ہیں اپنے آپ کو اس کیریئر میں اس شعبے کے ساتھ وابستہ کرنے کے اور اپنی صلاحیتوں کو نشوونما دینے کے اور اپنا جو ہر دکھانے کے اور عملاء خدمات کرنے کے۔ میری بہترین خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق دے اور جو فیصلہ کر لیں تو اس پر آپ کو یکسوئی حاصل ہو اور پھر اس شعبے میں آپ اس شعبے کی جوانت ہے اور اس شعبے کی جو معراج ہے اور اس شعبے کی جو بلندی ہے انکو آپ چھویں اور ان تک آپ پہنچیں تاکہ آپ دوسروں کے لئے ایک مثال بنیں۔

Video # 20

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=BHZQKlpsMC4>

Topic: About Dr. Hasan's Profession

Event: Interview with Ilm ki Dunya (Part 1)

Event Date: Not Available

Audience: Viewers

Issues in Video: Improper Thumbnail

Total Time of Video: 9 Minutes and 10 Seconds

Summary:

السلام علیکم و یورز (Viewers) میں ہوں آپ کا میزانِ محب و عبادیوب اور ہم آج علم کی دنیا کی طرف سے یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ سینکنا لو جی میں موجود ہیں۔ یہاں ہم آپ کی ملاقات ڈاکٹر حسن صہیب مراد صاحب سے کروائیں گے۔ آپ ملکی وغیر ملکی سطح پر کافی نامور سکالر ہیں۔ آئیے ان سے بات کرتے ہیں۔

اٹھرویو: اسلام علیکم سر

ڈاکٹر حسن: واعلیکم سلام

سوال: سر آپ سول انجینئر، پھر ایم بی اے اور اس کے بعد فلسفی (Philosophy)، سریہ تین مختلف ڈائیورس (Diverse) فیلڈ آپ نے چوز (Chose) کیں تو کیا سوچ کر، آپ کا ویژن کیا تھا ان کے پیچھے یہ مختلف فیلڈز کو چوڑ کرنے کا؟

جواب: یہ ایک زندگی کا سفر ہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کو جیسے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ کس فیلڈ میں کیا پُٹینشل ہے اور میرا اپنا کیا پُٹینشل (Potential) ہے، تو اس کا جب تجربہ ہوتا ہے اور اس کی جو معلومات ہوتی ہیں اور جب دوسروں کو جو مختلف فیلڈ میں کام کر رہے ہیں ان کو وہ دیکھتا ہے تو آجستہ آہستہ وہ یہ کہ اپنے فیصلے میں نظر ثانی کرتا ہے، تبدیلی آتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ انجینئرنگ ایک بہت ہی ریسپکٹبل (Respectable) پروفیشن ہے، ایک بہت ہی پریمیم (Premium) پروفیشن ہے، ایک ڈیولپمنگ

کشوری (Developing Country) کیلئے ایک ایسے معاشرے کے لئے کہ جو کہابھی ترقی پذیر ہے، جہاں پر بڑے بڑے انفراسٹرکچر پر اجیکٹ ہونے میں، اور جبکہ ہمارا ملک جو ہے وہ مدل ایسٹ کو بھی ایک بڑی ہیومن ریسورس جو سپلائی کرتا ہے وہ کنسٹرکشن سے ریلیبیٹ (Related) ہے، تو میں نے دیکھا کہ اس کی ڈیمانڈ (Demand) بہت ہے اور میرا نجیسٹرنگ کا بڑا اچھا مائنڈ تھا اور میتھ فرکس میرے پسندیدہ سچیکٹس رہے ہیں اور میرے نمبر اس میں ہمیشہ 90 میں آئے ہیں تو میں نجیسٹرنگ میں بہت آسانی کے ساتھ چلا گیا اور پھر اس کے بعد یہ کہ میں نے خاص سول نجیسٹرنگ اس لیے منتخب کی کیوں کے آئی ایم am سول نجیسٹر بائی تھرڈ جزیشن۔ میرے دادا بھی سول نجیسٹر تھے، انہوں نے سول نجیسٹرنگ کی تھی اور کانٹریکٹر تھے اور ان کا بھی کنسٹرکشن کا سارا کام تھا اور میرے والد بھی پاکستان کے بڑے اپچھے سول نجیسٹر میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ این ای ڈی سے انہوں نے فرست کلاس فرست پوزیشن لی تھی، خرم مراد، اور یونیورسٹی آف منیسوٹا (Minnesata-USA) سے انہوں نے ایم ایس کیا تام اور وہاں بھی ٹاپ کیا تھا اور ایسٹ پاکستان میں انہوں نے دس سال سول نجیسٹرنگ کی اور ایسٹ پاکستان کے اریکیشن کے پاور کے جنے بھی پرو جیکٹ ہیں سب میں ان کا ایک کونٹری بیتیوں (Countribution) ہے، حریم شریفین کی جو ساری تعمیرات ہیں مکہ کی جو خاص کر حرم کعبہ کی جو تمام تر تعمیرات ہوئی ہیں سیو نیز 70 میں تو اس میں بھی ان کا ڈیزائن کے اندر ان کا پورا ہاتھ ہے۔ تو وہ میرے خاندان میں تھا اور میں والد صاحب کی ساری ڈرائیورز کو دیکھتا تھا، ان کے ڈیزائن کو اور ان کی ساری کنسٹرکشن کو اور ان کے سارے جو لوگ آتے تھے ان سے بھی میں ملتا تھا تو میرا ایک نیچراںی (Naturally) ایک میری افیٹی ڈیولپ ہو گئی سول نجیسٹرنگ سے。 تو جب میں این ای ڈی گیا تو مجھے ان اساتذہ سے پڑھنے کا موقع ملا جنہوں نے میرے والد

صاحب کو بھی پڑھایا تھا اور انہوں نے مجھے بھی پڑھایا۔ تو ایک لحاظ سے وہ ایک اچھی فیملی لائے چل رہی تھی اور میں بڑا خوش تھا سول انجینئرنگ میں، میں آج بھی سول انجینئرنگ کے لحاظ سے بھی کچھ نہ کچھ کام کرتا رہتا ہوں۔ تو یہ کہ یہ میرا فیملی پروفیشن رہا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی پروفیشن تھا آپ دیکھیں انہوں نے حرم میں کعبہ کی پوری عمارت تعمیر کی۔ وہ بھی ایک لحاظ سے سول انجینئرنگ ہی تھے۔ اور یہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طرزِ امتیاز رہا ہے، مسلمانوں نے جو بلڈنگز بنائیں ہیں جو کچھ بنایا ہے یہ کنسٹرکشن انڈسٹری جو ہے یہ مسلمانوں کی ایک بڑی سٹراؤنگ (Strong) انڈسٹری رہی ہے، مسلمانوں نے اس میں جو لینڈ مارکس بنائیں ہیں وہ ہستوریکل اسپیکنگ (Historically Speaking) آج تک انسر پاسد (Inspired) ہیں، کوئی انکا مقابلہ نہیں کر سکا ہے۔ تو اس لحاظ سے بھی مجھے تھا کہ سول انجینئرنگ جو ہے ایک ایسا شعبہ ہے جو بڑا ہم آہنگری ہے۔ اس میں پوری ہیون لائف کی آرگناائزیشن ہے، سوسائٹی کی پوری آرگناائزیشن ہے، اس میں پورا اربنائیزیشن (Urbanization) کا پھینیومنا (Phenomenon) ہے، سوسائٹی کا پورا فیملی اسٹرکچر ہے، ہر چیز جو ہے اس میں آتا ہے، مجھے آج بھی بڑا شوق ہے اس کا، آرکٹیکل پچر کا بھی ہے، ڈیزائن کا بھی ہے، سول انجینئرنگ کا بھی ہے۔ پھر اس کے بعد لیکن جب میں نے این ای دی سے بچلان انجینئرنگ کر لی تھی اور تو میرے پاس دو چوائیں تھیں کہ میں ماسٹر بھی اسی فیلڈ میں کروں یا میں چنچ کرلوں۔ تو میں نے یہ دیکھا کہ سول انجینئرنگ کے لئے جو ٹکنیکل انفارمیشن ہے یا جو اس کی Competence ہے وہ بچلر ڈگری میں پوری ہو جاتی ہے اس کی ضروریات، لیکن آگے چل کے لوگوں کو بڑے پروجیکٹ جب ٹٹھ (Manage) کرنے ہوتے ہیں، دیسیزن مینگ (Decision Making) کرنی ہوتی ہیں، اسکی کوالٹی (Quality) (Costing) ہے، ان پر جیکٹس کی آپ سمجھ لیں کہ ہیون ریسروز ہیں،

ڈیل لائنز (Deadlines) ہیں تو اس کے لیے نامنجنت سکلوں (Management Skills) چاہیے تو میں اس لحاظ سے پھر ایم بی اے میں شفٹ ہو گیا اور ایم بی اے میں نے کیا، اور ایم بی اے اس زمانے میں ارلی (Early). ۸۔ میں ایک ریر (Rare) کو اپنیکشن بھی تھی، اتنے لوگ نہیں تھے، پوری دنیا میں شاید ڈیل لائنز کھو لکھا ایم بی اے سال میں بنتے تھے۔ توجہ ایم بی اے میں کیا تو میں نے بہت شوق سے بڑی دلچسپی سے کیا۔ بہت اچھا میرا جی پی اے تھا۔ امریکا سے کیا میں نے تھر و اوٹ (Throughout) اسکا لارشپ سے کیا۔ پھر اس کے بعد جب میں واپس آیا تو ایم بی اے میں نے کافی کام کیا اس لحاظ سے۔ کوئی پندرہ سال میں نے کورسز بھی پڑھائے ہیں، تقریباً سارے ہی کورسز جو مینجنٹ کے ہوتے ہیں وہ میں نے پڑھائے ہیں، تو اس کے بعد پھر میرا جان تھوڑا سا سوچل سائنسز کی طرف ہو گیا اور پھر میں نے پی ایچ ڈی پروگرام میں خاص جو میرا ٹوپک (Topic) تھا وہ تھا ہی میں نبھپر، تو اس لحاظ سے مجھے کافی کچھ جو فلاسفی ہے اور اس میں جو ریلیجیوس (Religious) پیرسپکٹو (Perspective) ہے ان سب کو بھی مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس سے میرا جان فطری طور پر تھوڑا مزید آگے چلا گیا تو میں ان کو کوئی الگ الگ چیز نہیں دیکھتا، میں سمجھتا ہوں یہ سب چیزیں ایک ہی تسلسل میں ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں، ایک دوسرے کی سپورٹنگ ہیں۔

سوال: سرآپ نے بتایا کہ سول انجینئرنگ آپ کا ایک فیملی پروفیشن ہے، تو کیا آپ کو فیملی کی طرف سے کچھ فورس (Force) کیا گیا تھا سول انجینئرنگ کی طرف یا آپ اپنے والد

صاحب سے انسپارٹھے؟

جواب: نہیں ابھی کوئی فورس (Force) کی سچویش (Situation) تو نہیں تھی، میں نہ کر سکتا تھا۔ میرے فیملی میں صرف میں ہی سول انجینئرنگ بناءوں اور تو کوئی نہیں ہے۔ میرا جھوٹا بھائی بھی انجینئرنگ ہے ویسے لیکن یہ کہ ہمیں ظاہر ہے آزادی تھی کے ہم اپنے

انٹریسٹ (Interest) کے مطابق اپنا پروفیشن چوڑ (Chose) کریں اس کی آزادی تھی لیکن یہ کہ ڈینیٹیلی (Definitely) میں اپنے والد صاحب سے بھی انپارائز تھا اور ہوں، اور میں سمجھتا ہوں کہ میری ایک نیچرل انکلینیشن (inclination) تھی اس پروفیشن کی جانب، آج بھی ہے تو وہ بھی ہے اور دونوں چیزوں میں سمجھتا ہوں اہم ہیں۔

سوال: سر ہمارے ملک میں عموماً لوگ ٹیچنگ کی طرف آنا پسند نہیں کرتے، تو آپ بائی فورس (By force) ٹیچنگ میں آئے یا بائے چوائس (By Choice)؟

جواب: نہیں ٹیچنگ جو ہے دیکھیں ایک نوبل پروفیشن ہے اور دوسرا بات یہ کہ میں پہلے کار پوریٹ (Corporate) سیکٹر کی طرف ہی گیا تھا لیکن میں نے پھر محسوس کیا کہ مجھے ٹیچنگ میں جانا چاہیے اور میں نے شروع سے ہی میرا را دہ یہی تھا کہ میں ٹیچنگ میں جاؤ نگا، میرا بچپن سے ہی را دہ یہی تھا کہ ٹیچنگ میں جاؤ نگا۔ جب میں کلاس ۶۵ میں تھا اس وقت سے ہی میں نے یہ سوچا ہوا تھا۔ میری امی کی ایک پھوپھی ہیں، انکا دیسے اب انتقال ہو گیا ہے لیکن جب میں سات آٹھ سال کا تھا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم بڑے ہو کر کیا بنو گے تو میں نے کہا تھا کہ میں کسی یونیورسٹی کا وائس چانسلر بنوں گا۔ تو وہ بہت حیران ہونے لگیں اور کہا کہ یہ تھیں کیسے معلوم ہے کہ وائس چانسلر بھی کوئی چیز ہوتی ہے تو میں نے کہا یہ ہوتی ہے اور اسکا مجھے شاید اس طرح سے پتہ چلا کہ جب ہم ڈھا کہ میں رہتے تھے تو ایک دفعہ این ای ڈی یونیورسٹی کے وائس چانسلروں گیرہ ڈھا کہ وزٹ (Visit) پر آئے تو ہمارے گھر بھی آئے لخ وغیرہ پر میرے والد صاحب نے بلا یا تو میں نے دیکھا کہ بڑے ہی اچھے لوگ ہیں، اتنی علمی باتیں ہو رہی تھی اور انہاں کا مرتبہ تھا، مقام تھا، اتنی عزت تھی اور ان کی شخصیت اتنی متاثر کن تھی ان لوگوں کی جو اساتذہ آئے تھے وائس چانسلروں (Dean) وغیرہ، میرے ذہن میں پھر یہی آیا کہ میں وائس چانسلر بنوں گا تو یہ شروع سے تھا، تعلیم کی طرف رجحان

شروع سے تھا۔

سوال: تو سراگر آپ بیچرنہ ہوتے تو پھر؟ سول انجینئر یا مینجنٹ میں کہیں؟

جواب: نہیں سول انجینئر ہوتا یا پھر سول انجینئر نگ کی کوئی کمپنی چلا رہا ہوتا۔

Video # 26

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=7DRSRnpscXI>

Topic: Eid Wishes

Event: Eid

Event Date: Not Available

Audience: UMT Staff and Students

Issues in Video: No Issue

Total Time of Video: 01 Minute and 10 Seconds

Summary:

عید کا دن خوشیوں اور مسرت کا دن ہوتا ہے اور ہر لمحہ ہر منٹ اس دن کا بچھوپ ہو یا بوڑھا بڑا ہو یا جھوٹا سے پورے طریقے سے انجوانے کرتا ہے۔ یہ دن رمضان کے تیس دنوں کے بعد آتا ہے اور یہ دن اللہ تعالیٰ کی جونعت ہمیں قرآن کی شکل میں ملی ہے، اس نعمت کی اور اس نعمت کو ملنے کی جو خوشی ہے اس کے سلسلے میں، میں اس موقع پر یوں ایم ٹی کے تمام طلباء طالبات، اساتذہ، یو ایم ٹی میں کام کرنے والے افراد، یو ایم ٹی میں جو لوگ پڑھ کر آج عملی زندگی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، میں ان سب کو یو ایم ٹی کی جانب سے دلی طور پر عید کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس دن کو آپ سب کے لئے بارکت بنائیں۔

Video # 33

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=W5ZaF-eVC4I>

Topic: About the Event

Event: Long Service Acknowledgment Awards 2014

Event Date: Year 2014

Audience: Viewers

Issues in Video: Improper Thumbnail

Total Time of Video: 9 Minutes and 56 Seconds

Summary:

انٹرویور: اسلام و علیکم سر

ڈاکٹر حسن: واعلیکم اسلام

انٹرویور: سر جتنے بھی میں نے ابھی تک انٹرویوز کیے ہیں بہت پازیوں رسپانس (محضے نظر آیا کہ بہت لوگ اینکرن) (Encourage) ہوئے ہیں،

بہت انسپریشن (Inspiration) حاصل ہوئی، آپ اس ایونٹ کو کیسے دیکھتے ہیں؟

ڈاکٹر حسن: میرے خیال میں یہ بڑا یونیک ایونٹ تھا اس لیے کہ 160 پلے لوگ تھے جن کے ٹوینٹی ایرز (Years) پورے ہوئے یا میں ففھمن ایز پورے ہوئے اور ان کو ہم نے رویارڈ (Reward) کیا ہے اور جو بھی کچھ ہیں ہم وہ ٹیکم کی وجہ سے ہیں، تو ٹیکم کو ریکلنا یز (Recognize) کرنا، اکنائج (Acknowledge) کرنا اور ان کو سپورٹ کرنا یہ بہت ضروری ہے۔ تو اصل بات تھی کہ موٹیویشن (Motivation) دیا جائے تو موٹیویشن (Motivation) میرے خیال میں ضروری ہے

انٹرویور: سر جو نیوائیمپلائز (New Employees) آئے ہیں ان کے لئے یہ سرمنی کتنی امپورٹنٹ (Important) (Ceremony) ہے؟

ڈاکٹر حسن: دیکھیں ظاہر ہے کہ جو نئے لوگ آئے ہیں وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں لوگ آتے ہیں تو لمبے عرصے تک ٹھہر نے میں انہیں کوئی پر ابلام نہیں ہے۔ اس کا

مطلوب ہے کہ ہماری پولیسیز، ہمارا انوارمنٹ (Environment)، ہماری کلامنیٹ (Climate) ایسی ہے جو ہو سپتبل (Hospitable) ہے۔ تو لوگ ٹرم کمیٹمنٹ (Commitment) ہم چاہتے ہیں اور ہم دیتے ہیں اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ تو یہ ان کے لیے اچھی خبر ہے کہ وہ ایسی جگہ نہیں ہیں جہاں لوگ آئے دن فارغ ہو جائیں یا اٹھا کے کسی کو تھوڑے عرصے کام لیا پھر چھوڑ دیا۔ یہاں پر ولیو ہے۔

انٹرویو: سرا بھی نک جو بھی انٹرویو ہوئے اس میں لوگوں کا یہی کہنا تھا کہ بہت ہی فرینڈلی انوارمنٹ دیا گیا ہے، مطلب فریڈم آف (Speech) ہے ہمارے پاس کیا آپ کو لگتا ہے کہ ایک یہی وجہ ہے کہ جسکی وجہ سے لوگ اتنی لوگ ٹرم سروزدے رہے ہیں آپ کے ادارے کو؟

ڈاکٹر حسن: ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ تھوڑا سا ایک بس سبورڈینینٹ (Subordinate) ریلیشن شپ (Relationship) کی بجائے ایک کیرنگ (Caring) اور فرینڈلی ریلیشن شپ (Relationship) رکھیں اور اس میں ہم نے ان کو فلیکسیبل ٹائمینگ (Flexible Timing) بھی دی ہوئی ہے اور ان کو ٹریننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بھی دیتے ہیں، پھر ہماری جیسے ہیلیٹ پالیسی بہت اچھی ہے، لیویز (Leaves) ہیں۔ تو اس طرح کی چیزیں دی ہوئی ہیں کہ جس سے ہم ان کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ دے ارایٹ ہوم۔ دیر ورک پلیس از دیر ہوم (their work place is their home)۔ یہ ضروری ہے۔

Video # 37

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=ugfJB2u8qRY>

Topic: Business Industry and Academia

Event: 2nd IBCE Conference

Event Date: Not Available

Audience: Viewers

Issues in Video: Improper Thumbnail

Total Time of Video: 2 Minutes and 14 Seconds

Summary:

NOTE: This video is missing a proper intro and also missing in the mid. It starts as:

یہ کافنس پچھلے سال بھی ہوئی تھی اس سال دوبارہ ہوئی ہے اور اس کافنس میں ہم نے یہ دیکھا ہے کہ بزنس انڈسٹری اور اکیڈمیاء (Academia) دونوں قریب آئے ہیں۔ لوگوں کے ذہن میں یہ سوال ہوتا ہے کہ یو ایم ٹی کیوں ایک بزنس ایگزیبیشن (Exhibition) کر رہی ہے اور ان کے لئے کر رہی ہے وہ تو اپنا خود کرتے ہیں، لیکن اس ایگزیبیشن (Exhibition) کا مقصد یہ ہے کہ گلوبل بزنس کو پاکستانی اکیڈمیاء (Academia) کے قریب لایا جائے، پاکستانی بزنس کو پاکستانی اکیڈمیاء (Academia) کے قریب لایا جائے اور پاکستانی اکیڈمیاء (Academia) جس میں سٹوڈنٹس اور فیکلٹی دونوں ہیں ان کو بزنس اور انڈسٹری کا ایکسپویر (Expose) ملے اور ایک اٹھ فیس قائم ہو، ڈائیلاگ اور ڈسکشن (Discussion) ہو، ہمیں معلوم ہو کہ بزنس اور انڈسٹری کے چیلنجز کیا ہیں اور بزنس ایٹھ انڈسٹری کو معلوم ہو کے اکیڈمیاء کیا کر رہی ہے تو کمیونیکیشن (Communication) کا، انفارمیشن (Information) کا، کولیبریشن (Collaboration) کا، کاپریشن (Cooperation) کا اور پھر جوائنٹ پر جیکش (Joint Projects) کا، ریسرچ (Research) اور انوویشن (Innovation) کو آگے بڑھانے کا اور ہمارے جو سٹوڈنٹس ہیں ان کی ایمپلائمنٹ کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہم کام کریں کہ وہ بزنس اور انڈسٹری

کو معلوم ہو کہ یہ لوگ ہمارے لئے تیار ہو رہے ہیں، وہ قریب آئیں اور انکو جابس (Jobs) ملیں اور ہمارے جو اسٹوڈنٹ ہیں ان کو آئیڈیا ہو کہ بزنس اور انڈسٹری اس وقت کیا کر رہی ہے اور ہم کس طریقے سے اس بزنس اور انڈسٹری کے لئے اپنے آپ کو تیار کر سکتے ہیں اور لوگ شکایت کرتے ہیں کہ اکیڈمیا اور بزنس اور انڈسٹری میں کوئی انٹریکشن (Interaction) نہیں ہے تو اس کا مقصد تھا کہ ہم ایک انٹرفیس (Interface) قائم کریں۔ ہماری فیکٹری اور اسٹوڈنٹس انڈسٹری سے قریب ہوں اور انڈسٹری بھی ہماری دعوت پر اپنے پراؤکٹس لے کر کے آئے، اگزیٹ (Exhibit) کرے اور ہمارے اسٹوڈنٹس کو فیکٹری کو معلوم ہو تو دونوں کو قریب لانا اور پھر اس میں جو موقع ہیں امکانات ہیں کو لیبریشن (Cooperation) کے، کوآپریشن (Colobaration) کے، ریسرچ اور انوویشن (Innovation) کو آگے بڑھانے کے، ہمارے اسٹوڈنٹس کی ایکپلائمنٹ (Empolymet) جیلنجر ہیں ان کو سمجھنے کے موقع ہیں۔ تو ہماری کوشش یہ ہے کہ ہمارا جو کام ہے ہائی ایجکوکیشن کا یہ انڈسٹری کے لحاظ سے زیادہ ریلیونٹ (Relevant) ہو اور انڈسٹری کو ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکیں۔ تو انڈسٹری اپنے لئے تو بہت کچھ کرتی ہے لیکن یہ ایک یونینک کانسپٹ (Concept) ہے جس میں یہ کہ یونی ٹوبزنس (University to Business) اور بزنس یونی، یہ ایک نیا Business and University کانسپٹ ہے ایک نیا انٹرفیس ہے اور اس میں بہت لوگوں نے بہت اچھا تعاون کیا ہے اور بڑی حوصلہ افزائی ہے، اور میرے خیال میں یہ چیز آگے بڑھتی رہے گی۔

Video # 50

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=dEk2LrCmaLQ>

Topic: Welcome Speech

Event: Orientation of New Batch

Event Date: Year 2015

Audience: Students and Faculty

Issues in Video: Improper Thumbnail, Incomplete Start

Total Time of Video: 7 Minutes and 58 Seconds

Summary:

NOTE: This video is missing a proper intro and also missing proper ending. It starts as:

خواتین و حضرات مجھ سے پہلے ڈاکٹر شید کو شر صاحب بات کر رہے تھے اور ان کی تقریر بہت ہی پُرا شاہراو موشتحی۔ ایسی گنگلو اور اس انداز میں بات کرنا ہر کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔

پہلی بات تو یہ کہ اگر وہ ان کی طرح بولنا سیکھ بھی لیں تو وہ تین بیٹھے اور ایک بیٹی کہاں سے لا سئیں گے جنہوں نے یو ایم ٹی سے پڑھ کر پی ایچ ڈی کی۔ دوسرا بات یہ ہے کہ انہیں شکایت تھی کہ صرف ان کے بعد ان کو بولنے کی لئے کہا جا رہا ہے۔ آپ میری مشکل کا اندازہ کریں کہ جس کو کہ ان تمام قدر جس سے آپ گزرے ہیں اس کے بعد بولنے کے لیے کہا جا رہا ہے

میں جب یہاں ہال (Hall) میں آیا تھا تو کافی گرمی تھی، کچھ شدت تھی، کچھ تھوڑی سی تمازت محسوس ہو رہی تھی لیکن میں نے دیکھا کہ بڑی جلدی یہاں پہ جوان دروں کا موسم تھا وہ تبدیل ہو گیا اور پھر میں نے ذرا نظر اٹھا کے دیکھا تو میرے خیال میں کریں صاحب نے جو آس پاس کے پردے تھے وہ اٹھا دیتے تاکہ ہوا آپ کے پیچے میں سے گزر سکے اپنا سفر کر سکے اور آپ کو تروتازہ رکھنے کا سامان کر سکے تو یہ پیپرکل (Typical) یو ایم ٹی فلاسفی ہے ایکشن ہے کہ جب ہمارا کوئی آدمی جو اپنی کسی ذمہ داری کے اوپر ہے جب وہ خود لیکھتا ہے کہ کچھ کرنا ہے کچھ ہونا چاہیے تو وہ قبل اس کے کہ ہم کوئی حل نکالیں یا مسیج (Message) کریں یا کال کریں، وہ

آدمی متھر کہ جاتا ہے اور اپنا کام کر دیتا ہے تو نئے آنے والوں کو میہی پیغام دینا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ جس طرح آپ نے ابھی یہ دیکھا کہ اچانک موسم تبدیل ہوا تو اسی طریقے سے انشاء اللہ جب آپ بیہاں رہیں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ آپ کے ایڈ وائز، آپ کے سی اوڈی، آپ کے ڈین، آپ کے ڈائریکٹر اور آپ کے دوسرے لوگ جو تمام یونیورسٹی کے ذمہ دار ان ہیں رجسٹرار، کنٹرولر، تمام جو مینجنمنٹ آفسر (Management Offices) ہیں ان کے تمام لوگ چھوٹے یا بڑے، جو اونچے کسی عہدے پر کسی بند کرے میں موجود ہوں یا کھلی فضا میں باہر گیت کے اوپر کھڑے ہوں، ان میں سے ہر ایک کام صرف اور صرف ایک ہے۔ ان سب کی جو جوب ڈسکرپشن (Job Description) ہے وہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہم کیسے تعلیم کے اس کام میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں، آپ کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں، آپ کو سہولت ہم پہنچا سکتے ہیں، آپ کے لئے کار آمد ہو سکتے ہیں اور کیسے ہم آپ کو کم وقت میں زیادہ اور بہتر سکھنے اور سکھانے کے اوپر گامزن کر دیں۔ میرے خیال میں یہی ایک سنگل لائن جوب ڈسکرپشن (Job Description) ہے جو ریکٹر سے لے کر کے ایک گارڈ کی، ڈین اور ڈاکٹر اور پروفیسر حضرات کی سب کی ہے اور اسی کے اوپر ہمارا اتفاق ہے، اسی کے اوپر ہمارا ہم سب کا اشتراک ہے اور اسی کے اوپر ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ باہم ایک سازگار ماحول میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔

آپ بحیثیت ایک طالب علم آئے ہیں اور آپ کا کام ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ظاہر ہے علم کو حاصل کرنا ہے۔ بحیثیت استاد کے ہمارا کام یہ ہے کہ ہم آپ کو جہاں آپ جس سطح پر آپ کھڑے ہیں اور اس پر آپ اگر کھڑے رہے تو آپ کو ہر طرح کا اطمینان حاصل ہوگا۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم آپ کو ایک مشکل میں بٹلا کریں، آپ کو چیخنے دیں، آپ کو امتحان میں ڈالیں، آپ کو نتیجی راہوں کے اوپر لگائیں، آپ کو ایک جستجو دیں، آپ کے اندر ایک اشتراک پیدا کریں ایک شوق پیدا کریں اور آپ کو اس بات کا عادی بنائیں کہ اگر کوئی نیا سوال آئے تو آپ اس کا پرانا جواب ڈھونڈ کر نہ لائیں یا اس جواب پر اکتفا نہ کر لیں جو آپ کے دائیں اور بائیں

کسی نے لکھا ہو یا اس جواب کا بھی صرف سہارا نہ لیں جو کتاب میں کسی معزز معتبر مصنف نے لکھا ہو جس کے بارے میں استاد نے بھی کہا ہے کہ یہ بڑی اچھی کتاب ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ذہن دیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو صلاحیت دی ہے اس صلاحیت کا اس تخلیقی قوت کو کام میں لا کر آپ ہر سوال کا ہر پرانے سوال کا بھی اور ہر نئے سوال ایک نیا جواب جو آپ کا جواب ہے، جو آپ کی سوچ ہے، جو آپ کی فکر ہے، جو آپ کی نگاہ میں آپ کے تجزیے میں آپ کی گہری سوچ کے نتیجے میں جو درست ہے صحیح ہے جو بہتر ہے، وہ آپ لوگوں کے سامنے لے کر آئیں اور یہ آپ ہیں۔ وہ جواب آپ کی پہچان ہے۔ وہ جواب بخششیت طالب علم وہ آپ کی ڈگری ہے قبل اس کے کہ آپ کانوکیشن میں آئیں اور ہم کو دستخط شدہ ڈگری دیں۔ وہ جواب آپ کی سند ہے تو آپ نے کیا پایا روز آپ نے کیا کھویا۔ اگر آپ چار سال کے سفر پر آئے ہیں کہ چار سال میں آپ ایک سو میں گھنٹے، ۱۴۳ کریڈٹ اور زکے قریب کو رمز پڑھیں گے جس کا مطلب ہے کہ تقریباً پانچ ساڑھے پانچ ہزار گھنٹے آپ کلاس روم میں گزاریں گے اور ہر گھنٹے کے لئے اگر آپ کو پانچ گھنٹے بھی پڑھنا پڑے تو چار سال میں آپ پچھیں تیس ہزار گھنٹے اپنی پڑھائی پر لگائیں گے۔ ان پچھیں تیس ہزار گھنٹوں میں آپ کو اپنی اس پچھیں تیس سالہ زندگی کی تیاری کرنا ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ آپ میں سے پیشتر کی پیدائش 1990 کے شاید بعد میں ہوئی ہوگی اور ۲۰۰۰ تک جو آپ میں سے لوگ یہاں آئے ہیں وہ پیدا ہو گئے ہوں گے اور جب پچھلی صدی ختم ہو رہی تھی تو آپ جنم لے رہے تھے شعور کی آنکھیں کھول رہے تھے اور جب نئی صدی کا سورج طلوع ہو رہا تھا تو آپ اپنے علم کے سفر کے اوپر گامزن ہو چکے تھے اور آپ نے کسی اسکول میں اپنا قدم اس کی دلیز کے اوپر بڑھا دیا اور پھر اس کے بعد جب اس صدی کا تقریباً نصف پہنچ گا تو آپ ایک پینتہ عمر کو پہنچ چکے ہوں گے اور اپنی زندگی کے جو بن پر ہوں گے، اپنی زندگی کے عروج پر ہوں گے۔

Video # 58

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=n9rfyr8h6gM>

Topic: Purpose of Awards

Event: Merit Awards Distribution Ceremony – Fall 2012

Event Date: Year 2013

Audience: Students, deans, faculty, Management Staff

Issues in Video:

Total Time of Video: 8 Minutes and 32 Seconds

Summary:

انٹرویور: السلام و علیکم

ڈاکٹر حسن: علیکم سلام

انٹرویور: سر آپ کیا سمجھتے ہیں کہ سٹوڈنٹس کو ایسے زبردست طریقے سے انگریز
(Encourage) کیا جا رہا ہے تو یہ ان کے لئے کتنا چھا ثابت ہوا؟

ڈاکٹر حسن: ہم زبردستی کچھ نہیں کر رہے۔ کوئی پانچ ہزار پانچ سو سٹوڈنٹس امتحان میں
(Appear) ہوئے تھے۔ ان میں یہ ہم نے 189 سٹوڈنٹس سلیکٹ کے ہیں جو
ٹاپ پر ہیں۔ ان میں وہ سٹوڈنٹس ہیں جن کے جی پی اے 4 تھے۔ یہ بہت ہی عظیم
لوگ ہیں اور یہ تقریباً فنٹی پلس ہیں اور کچھ وہ سٹوڈنٹس ہیں جو کے ڈیز
(Deans) میرٹ لسٹ پر تھے۔ ان لوگوں کے لئے ہم نے
فینیشل (Financial) ایوارڈ رکیٹ لسٹ پر آتے ہیں ان کو ۶
کریڈٹ اور زکی فیس جو ہے اس کا ایک وہور (Waiver) ملتا ہے۔ جو لوگ ڈین
میرٹ لسٹ پر آتے ہیں ان کو 3 کریڈٹ اور ز (Hours) کی فیس کا
وہور (Waiver) ملتا ہے۔ تو جو میرٹ ہے آتا ہے اس کو ہم ریکوگناائز
(Recognize) کرتے ہیں۔ اگر پوری یونیورسٹی میرٹ لسٹ ہے، یہ ایک اوپن
اینڈ کرائیئر یا (Criteria) ہے، کوٹ (Quota) لمیٹر (Limited) نہیں ہے،

اگر پوری یونیورسٹی ڈیزیز میرٹ لسٹ پر آجائے تو ان سب کو 3 کریڈٹ اور زکا وہور (Waiver) مل جائے گا۔ کوئی بھی اسے حاصل کر سکتا ہے جو محنت کرے گا۔

انٹرویور: سراس دفعہ یہ دیکھنے کو ملا کے جو ریکٹر ایوارڈ ہے، اس پر ایک شاہین ہے۔ اس کے پیچے اپکا کیا میسیج (Message) ہے؟

ڈاکٹر حسن: ہم نے اس کی ایک پوزیشن بنائی ہے۔ گولڈن شاہین ہے جو ہم نے دیا ہے اور اس سے لوگوں میں ایک جذبہ بھی پیدا ہو رہا ہے۔ مجھے ایک اسٹوڈنٹ ملاتھا اس نے مجھ سے کہا کہ سرنیکست ٹائم (Next Time) میں بھی آپ سے گولڈن شاہین لے کر رہوں گا۔ تو یہ ایک اچھا اسٹیٹس (Status) بن رہا ہے۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ کمپیشنس (Achieve) کیا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں نے ایچیو (Achieve) کیا ہے ان کو تو ریوارڈ کیا جائے، ان کو اکنالج کیا جائے۔ لیکن جن لوگوں نے ایچیو (Achieve) نہیں کیا ہے ان کو بھی ایک جذبہ ملتا ہے اور وہ کہتے ہیں ہم بھی نیکست ٹائم (Next Time) کریں گے۔

انٹرویور: ٹھیک ہے سرتو آپ سمجھتے ہیں جب سٹوڈنٹ یہ ایوارڈ گھر لے کر جائیں گے تو ان میں وہی محنت کرنے کی لگن جو ہے وہ جاری رہے گی؟

ڈاکٹر حسن: میں نے دیکھا ہے کہ لوگوں میں کنسنٹنسی (Consistency) ہے۔ آج مجھے ایک سٹوڈنٹ نے بتایا کہ یہ اسکا پانچواں ایوارڈ ہے تو وہ مسلسل محنت کر رہی ہے۔ تو جو اچھے سٹوڈنٹ ہوتے ہیں وہ مسلسل ایسے اچھے ہی ہوتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے لوگ آ جاتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں لیکن زیادہ تر جب ایچیو (Achieve) کر لیتے ہیں تو وہ اپنا میریٹ برقرار رکھتے ہیں۔

انٹرویور: تو سرایک میسیج ان سٹوڈنٹس کے لئے ریکٹر اور ڈیزیز لسٹ میں جن کا نام آیا اور ان کو یہ ایوارڈ ملا؟

ڈاکٹر حسن: مجھے ان سے یہ کہنا ہے کہ یہ ایوارڈ ہم نے ظاہر ہے جو کچھ آپ نے ایچیو

کیا ہے اسکوا کنائج (Acknowledge) کرنے کے لئے آپ کو دیا ہے لیکن جو آپ امچھو (Achieve) کر سکتے ہیں اس سے ہندریڈ (Hundred) ٹائم زیادہ ہے، تھاؤزینڈ (Thousands) ٹائم زیادہ ہے، وہ اس سے بیلینز (Billions) ٹائم زیادہ ہے۔ تو یہ جو ایوارڈ ہے اس سے آپ کو یہ احساس نہیں ہونا چاہئے کہ یہ آپ کی ٹاپ ہے۔ آپ ان لوگوں میں، یہاں پر اس سسٹم میں یہاں ٹاپ پر آئیں لیکن آپ کی یہ ٹاپ نہیں ہے۔ آپ بہت اوپر جا سکتے ہیں۔ بہت ہی اچھا کام کر سکتے ہیں۔ اس کو اپنے لئے آپ ایک سیرٹھی کا ایک زینہ سمجھیں اور اپنی منزل اپنی نگاہیں بہت اوپر رکھیں۔

انٹرویور: اور انفورچنمنٹلی (unfortunately) جو سٹوڈنٹس اس میں اپنے
(Appear) نہیں ہو سکے ان کے لئے بھی ایک مسمیت؟

ڈاکٹر حسن: ان کے لئے یہ کہ دیکھیں آپ بھی یہاں ہو سکتے تھے لیکن اگر آپ یہاں نہیں ہیں تو اس کی وجہ آپ ہی کے اندر ہے۔ اس وجہ کو دور کریں اور آپ کو ہونا چاہیے تھا۔ آپ کو وہی تعلیم ملی وہی کلاسیز وہی بکس (Books) وہی ٹھیکر ز ملے۔ کچھ آگئے کچھ نہیں آئے۔ تو جو نہیں آئے ان کو اس کی وجوہات اپنی کارکردگی میں تلاش کرنا چاہئے اور انشاء اللہ اگر وہ بہتر کرتے ہیں تو ابھی امتحانات ہورے ہیں تو انشاء اللہ وہ بھی آسکتے ہیں۔

انگریزوں کو بھی ایسا ملنا چاہیے کہ انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے بھائی کے طرف سے جن کو یہ ایوارڈ ملا اور جن کو نہیں ملا، آپ کے لئے اور پونیورٹی کی مینجنمنٹ ٹائم کی طرف سے شکریہ

ڈاکٹر حسن: بہت شکر یہ

Video # 72

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=LcJJLL7V4U0>

Topic: Importance of the Event

Event: PAKMEDICA Medical Health and Cosmetics Fair 2017

Event Date: Year 2017

Audience: Viewers

Issues in Video: Improper Thumbnail

Total Time of Video: 4 Minutes and 6 Seconds

Summary:

انٹرویور: سر تھوڑا سا بتائیں آج کے ایگزپوشن (Exhibition) کے بارے میں، کیسا ہے آپ کے خیال میں؟

ڈاکٹر حسن: میں آج آیا ہوں یہاں پر اور میرے خیال میں یہ اپنی نوعیت کی واحد ایگزپوشن (Exhibition) ہے جس میں سارے جو میڈیکل سروز ہیں، میڈیکل ٹینکنالوجیز (Technologies) ہیں، میڈیکل ایکوچمنٹ (Equipment) ہیں، ہاسپیٹل سے ریلیڈ جو لوگ کام کر رہے ہیں اور فیلڈ ہوسپیٹل (Field Hospitals) اور شہر کے ہوسپیٹل (Hospitals) اور مختلف جو فارماسیوٹیکل کے بھی ہیں تو بہت اچھا لیتی کہ ایک ایکسپوزر (Exposure) ہے۔ ترکی کتنا آگے بڑھا ہے اور ترکی کی کافی کمپنیز یہاں پر آئی ہوئی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانیوں کے لئے جو میڈیکل ایکوچمنٹ (Equipment) کے بنس میں ہیں ان کے لئے بہت اچھا موقع ہے کہ اس میں وہ دیکھیں اور ان کی ایجنسیز کو لیں ان کے ساتھ پاٹرنسپ کریں۔

انٹرویور: آج چھ ڈاکٹرنوں کی آئے ہوئے تھے ہمارے ڈین اور ڈائریکٹر، انہوں نے بھی کافی دیکھا آکے اور ہاسپیٹل سے ریلیڈ (Related) کافی لوگوں سے ملے۔ تو سر ہمارا جو اپنا ہوسپیٹل بن رہا ہے اس کے بارے میں بتائیں اور یہاں سے کچھ کولیپورش (Collaboration) ہو سکتی ہے؟

ڈاکٹر حسن: دینفلی (Definately) ہم اپنے ہسپٹ میں ترکی سے کولیبورش (Collaboration) کر رہے ہیں اور ان کا مثیر میل، ان کا ایکوپمنٹ یوتیلاز (Utilize) ہوگا تو اس کے لئے ہم دیکھ بھی رہے ہیں۔ تو ہمارے اس کے اندر ترقی کا بڑا سلکنیٹ کونٹریبوشن (Significant Contribution) ہوگا۔

انٹرویور: یہاں پر ڈاکٹر صاحب کچھ سالز ایسے ہیں جو پورا پورا ہسپٹ کی کونسلشن (Construction) پر کام کرتے ہیں

ڈاکٹر حسن: ہم کر رہے ہیں بات۔ پہلے بھی ہم نے بات کی ہے۔ ان کا ڈیلیگیشن (Delegation) یا ویمیٹی بھی آیا تھا اور مزید بھی بات کریں گے آگے۔

انٹرویور: سر ہمارا یوائیٹی کا جو پورا اسٹاف ہے پوری ایونٹ میجنٹ کمپنی بن گئی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس سے پہلے ہم نے پاک چائنا کا کیا ایونٹ تھا اور پوری کورنیج کی تھی، تو اپنے سٹوڈنٹ جو ییچارے کل بھی ہوں گے ان کے لئے کوئی متعین جو یہاں کام کر رہے ہیں؟

ڈاکٹر حسن: اسٹوڈنٹس کے لئے کورپوریت سیکٹر (Corporate Sector) سے لینک (linkage) کا بہت اچھا موقع ہے۔ انکے حق میں ایک ٹینٹ ڈیلپمنٹ (Talent Development) کا بہت اچھا موقع ہے۔ ان کو ایکسپوزر (Exposure) مل رہا ہے اور لوگوں کو انکا ایکسپوزر (Exposure) ہے۔ وہ بعد میں کیسر پروگریشن (Promotion) میں کیریئر پروموشن (Career Progression) میں پلیسمنٹ (Placement) میں پوزیشنگ (Positioning) میں بہت کام آتی ہے۔ تو میرے خیال میں جو سٹوڈنٹس کی محنت ہے یہاں پر وہ رائیگاں نہیں جائے گی، وہ ان کے کام آئے گی اور یقیناً یوائیٹی کے لیے بھی ایک ایسٹ (Asset) ہے۔ اس پروجیکشن کی وجہ سے یوائیٹی کی انشاء اللہ بہتر پوزیشنگ ہوگی۔

انٹرویور: اور ڈاکٹر صہب صاحب آپ نے نوٹ کیا ہو گا کہ انسٹیوٹس (Institutes) نہیں یا یمیٹی بیمیشہ لیڈ (Lead) کرتی ہے۔ یہ ایونٹ میجنٹ کمپنی بن گئی۔ یا یمیٹی کہ ہر جگہ ہم پہنچتے ہیں اور فصلیلیٹ (Facilitate) کر رہے ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر حسن: ہمیں پرواکٹو (Proactive) ہونا ہو گا اور انڈسٹری کی جو نیڈز (Needs) اور ٹرینڈز (Trends) ہیں اس کی جو ریکوارمیٹس (Requirements) ہیں ان کو ہر لحاظ سے پورا کرنا پڑے گا یہ تو ہماری رسپنسلیٹی (Responsibility) ہے۔ ہمیں صرف ایک اکٹیک ادارہ نہیں بننا بلکہ ہمیں کو روپریت سرویس (Corporate Services) بھی پرواہنڈ (Provided) کرنی ہیں کو روپریت سیکٹر (Corporate sector) کو تو آئی بی سی ای (IBCE) بھی اس طرح کی ہے، یہ بھی ایک اچھا ایونٹ ہے۔

انٹرویور: ڈاکٹر صاحب آئی بی ای سے ریلیٹ (Relate) کیا آپ سمجھتے ہیں جو اگلا ہمارا پلان ہے؟ یہاں پہ کافی لوگوں نے ہمیں کہا ہے کہ وہ آرہے ہیں اور یہ ترکش بھی آرہے ہیں اور چائیز بھی آرہے ہیں تو آپ کیا سمجھتے ہیں سینڈ آئی بی کے بارے میں؟

ڈاکٹر حسن: لاست یئر (Last Year) بہت اچھی ہوئی تھی اور اس سال انشاء اللہ مجھے خبر ملی ہے کہ پچھلے سال سے ڈبل ہو گئی ہر چیز۔ تو آپ لوگوں کی بڑی کوششیں ہیں خاص کر آپ کی تو انشاء اللہ وہ کامیاب ہوں گی اور لوگ پہلے سے زیادہ آئیں گے۔

انٹرویور: اس میں سر آپ کا اور عابد شیر و اُنی صاحب کا بہت روپ (Role) ہے سپورٹ کا۔ تو انشاء اللہ ہم بہت سی انڈسٹری لارہے ہیں یہاں۔ تو اب یہ کیا یہ پوسیبل (Possible) ہے کہ یو ایم تی کی ایک ایونٹ میجنٹ کمپنی بن جائے گی جو ایگر یہ پوسیبل کراتی ہے؟ یہ لوگ جیسے عثمان ہے، پوری ٹیم، ہمارے جو لوگ ہیں یہ ہر ایونٹ کر سکتے ہیں، ہمیں ایونٹ میجنٹ کمپنی کی ضرورت نہیں، کیا یہ پوسیبل (Possible) ہے؟

ڈاکٹر حسن: دیکھ سکتے ہیں لیکن یہ کہ ہم چاہیں گے کہ ہمارے اسٹوڈنٹس سے کوئی گروپ خود بنا

لے۔ وہ ایک انٹرپرائیز کیریئر (Entrepreneurial Career) ہے۔ انکو آپ انکو بیٹر (Incubator) میں لے کے چلے جائیں، وہ بنالیں، کام کر لیں گے۔ تو اس میں کوئی نہ کرنے والی بات بھی نہیں ہے لیکن اس کو کس طرح کرنا چاہیے وہ دیکھنے والی بات ہے۔

انٹرویو: ڈاکٹر صاحب، بہت شکریہ آپ کا

Video # 78

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=UIDugNtWqWQ>

Topic: Contribution of Youth towards Betterment of the Country

Event: Pakistan Day

Audience: General Public

Issues in Video: Low Audio

Total Time of Video: 4 Minutes and 15 Seconds

Summary:

انٹرویور: اسلام علیکم و یورز۔ آج ہم یوم پاکستان پہ بات کریں گے اور میرے ساتھ موجود ہیں ریکٹر یوا یم ڈاکٹر حسن صہیب مراد۔ یوم پاکستان کے حوالے سے آپ ہماری یو تھکو اور یوا یم کے سٹوڈنٹ کو کیا مسیح (Message) دینا چاہیں گے کہ وہ کس طرح سے کونٹری بیٹ (Contribute) کر سکتے ہیں۔ پاکستان کے فیوجر کی بیٹرمنٹ (Betterment) کے لیے؟

ڈاکٹر حسن: پاکستان کی آزادی کے دو دن ہم مناتے ہیں۔ ایک دن ۲۳ مارچ ہے جو یوم پاکستان ہے۔ یہ دن ہے جس میں لاہور کے اندر پاکستان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر بر صغیر کے سارے مسلمانوں کے نمائندے جمع ہوئے تھے اور انہوں نے قرارداد پاس کی تھی اور اس قرارداد میں انہوں نے واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ ہم اس خطے میں ایک الگ اپنا ملک چاہتے ہیں اور اس کو بنائے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے اور اس کے علاوہ اس مسئلے کا مسلمانوں کا کوئی اور حل نہیں ہے اور دوسرا دن ظاہر ہے ۱۴ اگست ہے سن 1948 کا۔ یہ دن ہے جس میں آزادی ہمیں مل گئی تھی۔ تو یہ دن کی حقیقت کچھ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس دن ایک ارادے کا اظہار ہوا تھا اور اس ارادے کے پیچے ایک اخلاص تھا یہ نیت تھی اور مسلمانوں کا اتحاد تھا، اور قائد اعظم محمد علی جناح کی شخصیت تھی اور بر صغیر کے متد ہو کر ایک بہت تھوڑے سے عرصے میں، سات سال میں اپنا ملک بنالیا۔ کوئی سوچ نہیں سکتا تھا کہ ہندوستان جس میں کہ سرحد

سے لے کر بغلہ دلیش جو بھی بنائے، اتنا بڑا خطہ ہے، اس میں مسلمان اپنا ملک الگ بنائیں گے۔ یہ ناممکن ساختیاں تھا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اسی عزم کو تازہ کرنے کا دن ہے کہ اگر ہم نے ایک ارادے کا انٹھار کیا اور ہم متعدد ہو گئے، ہم ایک جھنڈے تلبجع ہو گئے، ہمارے پاس ایک مخلاص قیادت تھی تو ہم نے اپنی منزل حاصل کر لی۔ تو اس کے اندر ایک بہت بڑا سبق ہے اور ایک بہت بڑا ہمارے لیے اس میں پیغام ہے کہ آج ہمیں جو ملک ملا ہے وہ ایک جدوجہد کے بعد ملا ہے اور ہمیں اسی طریقے سے آج متعدد رہنا چاہیے، ہمیں اسی طریقے سے آج اس ملک کو ترقی دینے کیلئے پوری طرح کوشش کرنا چاہیے اور ہمیں اسی طریقے سے انشاء اللہ اپنی منزل مل جائے گی جس طرح ہمیں پاکستان مل گیا تھا۔ میں پاکستان کے نوجوانوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ آپ اس ملک کو واللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت سمجھیں۔ یہ آپ کا گھر ہے۔ یہ ملک آپ کی عزت ہے۔ یہ آپ کی شناخت ہے۔ یہ ملک آپ کا مستقبل ہے اور اس ملک کے ساتھ آپ کی قسمت بھی وابستہ ہے۔ آپ چاہے جو مرضی سوچیں اور جو بھی نیاروپ اختیار کرنے کی کوشش کریں لیکن آپ پاکستانی ہیں اور پاکستانی رہیں گے۔ تو اس حقیقت کا اعتراف کر کے اس پر فخر کریں۔ اس کے لئے اپنے آپ کو پاکستان کو آگے بڑھانے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ پاکستان آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ آپ اپنی بہترین صلاحیتیں، اپنی بہترین تخلیقی صلاحیت، اپنی ذہنی صلاحیت، اپنی تعلیمی قابلیت، اپنی محنت، اپنی کارکردگی اور اپنے جذبے سے اپنے لگاؤ سے انشاء اللہ پاکستان کو ہر مسئلے سے ہر خطرے سے آپ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ آپ یہ نہ دیکھے کہ پہلے کس نے کیا کیا اور آج کون کیا کر رہا ہے۔ آپ صرف یہ سوچیں کہ آپ پاکستان کے لیے کیا کریں گے، کیا کرنا چاہتے ہیں اور کس طرح کریں گے۔ انشاء اللہ آپ کے کرنے سے پاکستان ہر بھر جان سے نکل جائے گا اور دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں باعزت ممالک میں اور ایک باعزت باوقار قوموں میں انشاء اللہ آپ کا شمار ہو گا۔ تو یہ ملک آپ کے لیے بنا

ہے، یہ آپ کاملک ہے۔ جو آپ بہتر سے بہتر، زیادہ سے زیادہ، خوب سے خوب تر جو کبھی اس ملک کے لئے کر سکتے ہیں آپ وہ کریں، انشاء اللہ آپ کو ہر نعمت ہر انعام اور ہر قسم کی کامیابی پاکستان میں ملے گی۔

Video # 79

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=BMbRP83xXto>

Topic: Messages Delivered through Paintings

Event: Wall Painting Competition 2015

Audience: General Public

Issues in Video: Low Audio

Total Time of Video: 2 Minutes and 8 Seconds

Summary:

انٹرویور: اسلام علیکم و یورز! جیسے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارے ساتھ موجود ہیں ریکٹر یا ایم ٹی ڈاکٹر
حسن صہبیب مراد صہب۔ السلام علیکم سر
ڈاکٹر حسن: علیکم السلام

انٹرویور: سر میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس قسم کی اکتویٹیز (Activities) کا سُوڈنٹ
لائف میں کیا اثر ہوتا ہے؟

ڈاکٹر حسن: یہ دیکھیں بہت پازیٹو چیز ہے۔ لوگ اپنا کریٹو (Creative) آرت، ہر کسی کے
پاس ہے، نیچرل ہے، نیٹو (Native) ہے، اور اسکو لوگ یونیورسٹی کی جو والز
(Walls) ہیں اس پر ایک پریس کر رہے ہیں اور انکی مختلف تھیمز (Themes)
اور اس میں لوگوں نے اچھے میسیجز دیے ہیں۔ اس سے ان کے مائنڈ کا پتہ چل رہا ہے
وہ کیا میتھ کونوے (Convey) کر رہے ہیں۔ یہ پرمٹ (permanent) تو
نہیں ہے لیکن تین تین چار سال چلتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت پازیٹو ہے۔ وہ اکٹھے
کام کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ باہر سے بھی ہیں۔ تو یہ بہت اچھی ایکس سائز ہے۔ انہوں
نے کچھ مل کر سوچا اور اب وہ اسے ظاہر کر رہے ہیں۔

انٹرویور: بذات خود آپ نے اس کا معائدہ کیا ہے اور آپ بتاسکتے ہیں کہ آپ کو سب سے زیادہ
کیا چیز پسند آئی ہے اور کس طرح سے آپ دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ پیننگ آپ
کو کونسی پسند آئی؟

ڈاکٹر حسن: میں سب کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتا ہوں تمام لوگوں کی لیکن یہ کہ بعض نے بہت اچھا کام کیا ہے اور ان کا ظاہر ہے کہ نمایاں ہے، اس میں نظر بھی آ رہا ہے تو یہ ہر ایک کے اپنے اوپر ہے۔ ہر ایک کی اپنی سوچ پر ہے اور اس کی اپنی Imagination پر ہے کہ کس چیز سے وہ متاثر ہو رہا ہے۔ کسی نے بہت بولڈ اسٹرائلنگ میسج (Bold Message) دیا ہے جیسے کہ یہاں سامنے ایک پینٹنگ ہے اور کسی نے ذرا سوغلی (Softly) دیا ہے۔ کسی نے کمیونیٹی (Community) کو لیا ہے، کسی نے نیچر (Nature) کو لیا ہے، کسی نے پانی کی وہ بھی بہت اچھی بنی ہوئی ہے تو کسی نے یوئی سٹرینچ (Unity-Strength) لیا ہے، امانت صداقت پہ بھی ہے اور کسی نے وومن امپاورمنٹ (Women Empowerment) کو لیا ہے۔ تو اس طرح مختلف لوگوں نے لیا ہے۔ ہر ایک کی اپنی سوچ ہے۔ یہ سب ہی بہت اچھے ہیں۔

انٹرویو: جی سر بالکل ہر کوئی اپنی سوچ کی عکاسی کر رہا ہے اور یہ ہم دیکھ سکتے ہیں۔ سر بہت شکریہ ہم سے بات کرنے کا تھیک یو

Video # 84

URL: https://www.youtube.com/watch?v=Ex5zF9j9Z_U

Topic: Dreams

Event: 70th Independence Day

Audience: General Public

Issues in Video: Poor Audio Quality

Total Time of Video: 3 Minutes and 1 Second

Summary:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ پاکستان کی ستروین سالگرہ کے موقع پر میرا پیغام پاکستان کے نوجوانوں کے لیے یہ ہے کہ وہ اس موقع پر یہ نہ دیکھیں کہ پاکستان کے پچھلے ستر سال کیسے گزرے ہیں اور ہماری پچھلی نسلوں نے کیا کیا ہے۔ ان کی نگاہ میں پاکستان کے آئندہ ۷۰ سال ہونے چاہیے۔ پاکستان کا نوجوان پاکستان کا شہری ہے اور اس کا اس ملک کے اوپر ایک حق ہے اور اس ملک کو ترقی دینا، اس ملک کے مستقبل کو تابناک بنانا، یہ اس ملک کا اور اس قوم کا قرض ہے۔ تو جو ہوس کا بہت اچھا ہوا ہے اور جس نے اس سے پہلے اپنا فرض ادا کیا ہے ہم اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہم شکر گزار ہیں۔ لیکن اس ملک کو ابھی بہت اوپر جانا ہے اور اس ملک کو دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں شامل ہونا ہے جہاں پر ہر شخص کو روزگار ملتا چاہیے۔ یہاں پر امن و سکون ہونا چاہئے اور اس ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہونا چاہیے۔ صنعتی لحاظ سے، ٹکنالوجی کے لحاظ سے ہر لحاظ سے اس ملک کو دنیا کے سب سے زیادہ باعزت ممالک میں شامل ہونا ہے اور یہ ایک فریضہ ہے اور پاکستان کی نئی نسل یہ نہ سوچے کہ اس نے کب امیگریشن لینی ہے اور پاکستان کی سرحدوں کو عبور کر کے کسی دوسرے ملک میں جائے بسیرا کرنا ہے۔ کوئی ملک ایسا ملک نہیں ہے۔ یہ ملک جو کہ اس خطے میں صرف اس لئے وجود میں آیا ہے کہ یہاں پر ایک ایسا معاشرہ بنے جو فلاحی ہو، جو اسلامی ہو اور جہاں پر دنیا کے ہر منصب اور ہر زبان بولنے والے، ہر رنگ ہر نسل کے لوگوں کے لیے ایک مرکز ہو۔ تو میں نوجوان نسل سے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ یہ سوچیں کہ ان کے خواب کیا ہیں، وہ یہ سوچیں کہ ان کی امیدیں کیا ہیں، وہ یہ سوچیں کہ وہ کیا کر سکتے ہیں اور جو کچھ

وہ سوچیں گے اور جو کچھ خواب وہ دیکھیں گے، انشاء اللہ وہ یہ دس سال بعد میں سال بعد تین سال بعد چالیس سال بعد جب سوچیں گے تو دیکھیں گے کہ بہت کم تھا جو انہوں نے سوچا ہے۔ اس ملک میں جو کچھ وسائل اللہ میاں نے رکھے ہوئے ہیں وہ وسائل کسی ایسی دوری میں نہ گاہوں کے متلاشی ہیں کہ جوان وسائل کو بروئے کار لا کر یہاں پر دولت کے انبار لگا سکتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ نوجوان نسل آٹھ کر کھڑی ہوا اور وہ کمر بستہ ہو جائے تو یہی ملک ان کے لئے دنیا کی ہر وہ چیز ہر وہ نعمت اُنکے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دے گا کہ جس کے بارے میں وہ امید کرتے ہیں یا سوچ سکتے ہیں۔ اس سترویں یوم آزادی کے موقع پر پاکستانی قوم کو میں دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

Audios' Transcription - Urdu

Audio # 4

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=MPvFyHUIJUk>

Event: Friday Sermon

Total Time of Audio: 43 Minutes and 49 Seconds

Transcription:

اعوذ باللہ ممن الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم خواتین وحضرات یہ دن ایک بہت اہم دن ہے۔ یہ مہینہ ایک بہت اہم مہینہ ہے۔ اہم ترین مہینے کا ایک اہم ترین دن ہے۔ اس دن کا، اس مہینے کا، اس کی گھڑیوں کا، اس کی برکات کا، اس کی سعادتوں کا کوئی پیمانہ، کوئی اندازہ، کوئی تخمینہ، انسان اور اس کو میر آلات نہیں لگ سکتے۔ یہ مہینہ رمضان جو آخر ہم سے دعا ہونے کی تیاری کر رہا ہے، یہ مہینہ کہ جس کا آخری ہفتہ شروع ہوا چلا ہے، جس کے آخری دس روز کے تین دن گزر چکے ہیں اور جس کا یہ آخری جمعہ ہے یہ اولادع کہنے کا وقت ہے۔ ہم نے دو مہینے قبل ۲۳ مہینے قبل اسی جگہ پر اسی مقام پر اسی ممبر و محراب پر اپنے بھائیوں سے اس مہینے کی آمد کا تذکرہ سنایا، اس کو استقبال کرنے کے آداب ہمیں بتائے گئے تھے، اس سے فائدہ اٹھانے کے طریقے ہمیں بتائے گئے تھے، ایک بار نہیں بار بار۔ جب کامہینہ آیا، شعبان کامہینہ آیا اور اس کے بعد پھر اس مہینے میں بھی میرے خیال میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے اس مہینے سے متعلق جو آپ کی معلومات سے اس کی یاد دہانی سے اور بار بار کی تاکید سے گزری نہ ہو۔ لیکن اس مہینے کے اب ۲۳ دن گزر چکے ہیں اور اس کے تقریباً چھ سات دن باقی ہیں۔ اس کی طاقت راتوں میں سے دو راتیں گزر چکی ہیں اور تین راتیں باقی ہیں اور اس کے بعد، اس مہینے کے بعد پھر پورے گیارہ مہینے ہمارے سامنے ہیں۔ تو رمضان المبارک کا یہ مہینہ درحقیقت محسن اس لینے نہیں تھا کہ ہم کوئی نئی ثقافت پیدا کر دیں، معاشرے میں ایک بیل جل ہو جائے، افطار و سحر کا اہتمام ہو اور پھر اس کے بعد عید کا جشن منایا جائے اور میل ملاپ ہو جائے، کپڑے بن جائیں، صدقہ خیرات بھی ہو جائے، زکوٰۃ بھی ہو جائے اور اس طریقے سے اس کے بعد ہم اس باب کو بند کر دیں۔ رمضان

کا باب کھول کے اس باب کو دوبارہ بند کرنا رمضان کی توہین ہے۔ رمضان کی نعمتوں کو پا کر اپنے دامن کو سمیٹ لینا اور ان نعمتوں کو اپنے دامن میں گرنے سے اپنے آپ کو محروم کر لینا، یہ اس کی توہین ہے اور یہ توہین کس کی ہے؟ رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے۔ یہ وقت ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔ یہ رمضان اس کے احکامات میں سے ایک حکم ہے۔ لیکن یہ کس لئے ہے؟ یہ اس لئے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے قریب بلاء اور ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پاسکیں۔ ہم اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانکیں، اس کے تھانوں کو پھیلکیں اور اس میں جوتا ریکیاں ہیں ان تاریکیوں کو ہم روشنیوں سے بدل دیں۔ یہ رمضان کا مہینہ اس لیے ہے کہ ہمارے ذہن میں جو گمراہی ہے، جو شکوہ و شبہات ہیں، جو رکاوٹیں ہیں، ہم ان تمام کا صفائی کریں۔ یہ مہینہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں، اس کی فرماس برداری میں، اس کے راستے میں آگے بڑھنے میں اگر ہم میں کمی ہے، اگر ہم نے جو کوتاہی کی ہے، جو لرزش کھائی ہے، جو ہمارے قدم پہلے ڈگنگا گئے ہیں اور جہاں سے ہم واپس آگئے اور جہاں ہم آگے نہ بڑھ سکے، اللہ تعالیٰ سے ہم مدد مانگیں اور ایک ایسی تربیت سے گزرے کہ جس کے بعد ہم اپنی زندگی کو بہتر بناسکیں۔ تو یہ رمضان کا مہینہ اور اس کی تکریم اس کا ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مہینہ ہمارے پاس بھیجا ہے، یہ اللہ کا مہمان ہے، یہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف سے ہے اور اس کا اقرار نہ کرنا احترام نہ کرنا، اس کے آداب کو بھانہ لانا اور اس مہمان کے لحاظ سے اس کے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے اپنے آپ کو نہ ڈھاننا، یہ اس کی توہین ہے لیکن اس میں نقصان سراسر ہمارا ہے۔ اسی لیے حدیث میں کہا گیا ہے کہ جس نے رمضان کو پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی، بڑا بدنصیب ہے وہ۔ اور جس نے رمضان کو پایا اور روزے رکھے، جس نے رمضان کو پایا اور اس میں وہ راتوں کو جا گا اور جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بلا مشروط معافی ہے۔ بغیر کسی مزید رکاوٹ کے شرط کے، تمام اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے بشرطیکہ یہ روزے ہم ایمان کے ساتھ اور احتساب کے ساتھ رکھیں۔ تو یہ رمضان اس کی یہ گھٹریاں یہ سماں یہ چہروں پر نور اور یہ

رمضان میں یہ مسجدوں کی رونق، اللہ تعالیٰ کا ذکر، لوگوں میں ایک جتو یا ایک شوق ایک تڑپ ایک جذبہ کہ پلٹنا ہے جانا ہے، کہیں کوئی عمل رہنے جائے، کہیں کوئی چیز جو ممکن ہو اس کو حاصل کرنے سے رہنے جائیں۔ ایک نفل ہے اس کا ثواب فرض کے برابر کر دیا گیا ہے، جو فرض ہے اس کا ثواب ستر گناہ بڑھادیا گیا ہے۔ جنت کے دروازے کھول دیے گئے دوزخ کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ نیکی کرنے والوں کے لئے آسانیاں پیدا کر دی گی اور ان کی نیکیوں کے مراتب کو اور انعامات کوئی گناہ بڑھادیا گیا اور برائی کرنے والوں کے لیے شیطان کو جبڑ دیا گیا ہے کہ انہیں موقع نہ ملے ان کے اندر کوئی تحکم نہ پیدا ہو سکے کہ وہ برائی کر سکیں تو یہ جو سہولیات پیدا کی ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ غیمت ہے ایک نعمت ہے۔

تو آخر ایسا کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ کیوں بھیجا ہے؟ اللہ تعالیٰ خود یہ بتاتا ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر یہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے کی قوموں پر بھی فرض کیے تھے تاکہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ سے ڈراؤ اس کا احساس اور شعور کرو، اس کا خوف اور اس کی خشیت تمہارے دل پر حاوی رہے، اس لیے یہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ ہمارے اوپر فرض کیا ہے اور یہ جو آیت ہے قرآن کی، اگر آپ دیکھیں سورۃ بقرہ میں، میں نے سورۃ بقرہ کی پہلی آیات تلاوت کی جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے، شروع بات یہاں سے کی ہے الف لام میم ذاک الکتاب لاریب فی کہ یہ کتاب ہے اور اس کتاب میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے گمان کی گنجائش نہیں ہے۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے، اس پر تحقیق ہو سکتی ہے، اس پر جستجو ہو سکتی ہے، اس کی تہہ میں جو بجز خار ہے اس میں سے موئی ڈوب کر تلاش کیے جاسکتے ہیں، اس پر سوچ کے دائرے اور اس کے ذریعہ سے اس کے علم کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے لیکن اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے، ایمان اس کتاب کی وجہ سے ہے، یہ ایمان ہے۔ بدھ اللمتھنین لیکن یہ کتاب جو کہ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے، یہ ہر کس وہ کس کو فائدہ نہیں دے سکتی، ہدایت نہیں دے سکتی، صرف اس کو دے سکتی ہے جو تقدی ہو، جو اللہ سے ڈرنے والا ہو، جس کو معلوم ہو کہ اللہ ہے اور اللہ کی ذات ہے اور یہ کتاب اس کی طرف سے آئی ہے، ورنہ یہ کتاب

میوزیز میں بھی رکھی ہوئی ہے امریکہ اور یورپ کے، یہ کتاب ساری لائبریریز میں بھی ہے تمام غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں لیکن یہ ہدایت دے گی، یہ ساتھ بھائے گی، یہ اپنے ساتھ لے کے چلے گی اس کو جس کے دل میں تقویٰ ہو۔ یہاں سے بات شروع ہوتی ہے اور پھر اس کی بعد پھر اللہ تعالیٰ اس پوری سورہ بقرہ میں دیکھیں شروع میں بنی اسرائیل کے قصہ کو سامنے لے کر آتا ہے، کہ کس طرح بنی اسرائیل کی قوم نے اللہ سے وعدے کئے اور پورے نبیین کیے اور کیا سلوک کیا۔ اور اس طرح سے بات آگے بڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ زمین اور آسمان اس میں ہم نے کیا کیا نعمتیں تمہارے لئے رکھی ہیں اور ہم نے آسمانوں سے پانی برسایا ہے، زمین سے ہم نے فصل اگائی ہے، ہم نے تمہارے لیے حیات کا، ایک سامان تمہارے لیے یہاں پر فراہم کیا ہے۔ ہم تمہارے رب ہیں، ہم نے تمہیں تخلیق کیا ہے کہ انسانوں عبادت کرو اس کی کہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ کا ایک مورل رائٹ (Moral Right) ہی نہیں ہے یہ اسکا لیگل رائٹ (Legal Right) بھی ہے، یہ اس کا ایک فنڈامنٹل رائٹ ہے۔

تو پھر اللہ تعالیٰ یہ بتاتا ہے کہ نیکی کیا ہے۔ نیکی یہ نہیں ہے کہ ہمارا منہ اس طرف ہے اس طرف ہے جن باتوں پر ہم جھگڑتے ہیں اور اپنے مسلک بناتے ہیں اور دیواریں کھڑی کر دیتے ہیں یہ نیکی نہیں ہے۔ نیکی وہ ہے جو ایمان لائے اللہ اور آخرت پر۔ اس دن پر جب کہ انسانوں کو جمع ہونا ہے اور پھر نیکی کی تعریف بتائی گئی کہ وہ لوگ جو مال خرچ کرتے ہیں وغیرہ اور پھر کہا گیا اور مصیبت پر تکلیف پر صبر کرتے ہیں تو یہ نیکی کی تعریف بتائی اور پھر اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتا ہے کہ ہم نے ایک نئی امت بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے، اس تمام سیاق و سبق کو سیٹ

کرنے کے بعد اس کی وضاحت کے بعد اچھی طرح۔ لوگ کہتے ہیں قرآن میں نظم نہیں ہے، تکرار ہے سمجھ نہیں آتا، ترتیب نہیں ہے، کوئی تشکیل نہیں ہے، جپٹر (Chapter) نہیں ہیں۔ آپ اس کے معنوں کو تو سمجھیں اور ایک آیت کو دوسرا آیت سے، ایک پیرا کو دوسرے پیرا سے، ایک صفحہ کو دوسرے صفحے سے آپ جوڑتے چلے جائیں، ایک رکوع کو دوسرے رکوع سے، اس سے زیادہ حسن انتظام کاظم کا، اس سے بہترین شاعری، اس سے بہترین اور زیادہ بڑی فضاحت و بлагعت کا کوئی نمونہ انسان آج تک پیش نہیں کر سکا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ روزے فرض کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں نے یہ دنیا بنائی۔ اس سے پہلے بنی اسرائیل کی قوم کس طرح سے، میں نے اس کو فضیلت بخشی لیکن اس نے اپنے وعدے پورے نہیں کیے۔ اللہ تعالیٰ تقاضہ کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے کہتا رہا کہ میری آیات کو مت پکھ بیچ کرو، حق کو باطل کے ساتھ مت ملاو اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کا آئینہ بھی رکھا پہلے، اس کے بعد ایک نئی امت کے قیام کا، اس کی تشکیل کا اعلان کیا اور پھر اس کی تیاری کے لیے یہ رمضان کے روزے فرض کیے۔ نماز فرض کی پہلے اور اس کے بعد رمضان کے روزے فرض کئے۔ اس کے بعد حج کا ذکر ہے۔ تو یہ ترتیب ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اللہ نے قوم بنایا ہے۔ ایک نئی منفرد قوم ہے۔ جس میں شرکت کے لیے رنگ کی قید نہیں ہے، زبان کی قید نہیں ہے، نسل کی قید نہیں ہے، علاقے کی قید نہیں ہے، مال کی قید نہیں ہے سوائے اس کے کہ آدمی یہ کہ میں ایک اللہ پر ایمان لے آیا ہوں۔ جو بھی ایمان لے آئے چاہے وہ کہیں سے دنیا کے کسی خطے سے ہو، وہ ایک ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک گروہ بنادیا ہے، بہترین امت ہے جو برابر ہے، جو ایک لحاظ سے سب کے درمیان اعتدال کا راستہ دکھانے والی ہے، سب کے درمیان سب کو جوڑ کر کھنے والی ہے، جس طرح دائرے کا ایک مرکزی نقطہ ہوتا ہے اس طرح سے یہ ایک مرکزی نکتہ ہے۔ یونور کا ایک ممباہے، یہاں سے خیر پھیلتا ہے۔ یہ امت دوسروں کے لیے اٹھائی گئی ہے، انسانوں کے لئے اس کو اٹھایا گیا ہے تاکہ یہاں کے اندر حق کے پیغام کو پھیلا سکیں، جو اللہ تعالیٰ کا حکم سے اس کو آگے بڑھائیں، جو لوگ آج اندر ہیروں

میں بھٹک رہے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے انہیں نیکی کی طرف لے کر آئیں۔ اس لیے یہ امت اٹھائی گئی ہے، اس لئے اس کو ایک چلیخ دیا گیا ہے اور اس کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو اس کا جو طریقہ کار ہے وہ بھی بتایا ہے تو یہ ایک تیاری ہے ہمارے لئے۔ ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ میں بہتر بنوں۔ انسان اللہ تعالیٰ نے احسن التقویم پر اس کی تخلیق کی ہے اور اس کو ایک بہترین جسم، بہترین قلب، دماغ، عقل، روح، نفس اور اس کو کام کرنے کے لیے اس کو جذبات، ارادے، خواہشات، محکمات انس سب سے اس کو نوزا ہے۔ یہ انسان ہے جو زمین میں بیٹھتا ہے، غار میں بیٹھتا ہے لیکن ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے بارے میں سوچتا ہے، سورج کو نانپے کی سوچتا ہے، سورج کی شعاعوں کو قابو کر کے ان کو انسان کے لئے نفع بخش بنانے کا سوچتا ہے، پیاروں کی تاریکیوں میں گم ہو جاتا ہے اور وہاں سے ذخیرہ نکال کے لے آتا ہے۔ یہ انسان ایک ایسا بہترین نمونہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح رکھ دی ہے۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل تشکیل کی ہے۔ ایک ایسی تشکیل کی ہے کہ یہ وہ شخص ہے، یہ وہ ذات ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں سے وہ تخلیق ہے جو اس زندگی کے بعد اس زمین کی وارث بن سکے۔ اصحاب تقویٰ کون ہیں؟ اصحاب تقویٰ وہ لوگ ہیں جو اس زندگی کے بعد اگلی زندگی میں اس زمین کے وارث ہوں گے اور وہ جدھر چاہے چلے جائیں، جدھر چاہے پھر اپنا گھر بنائیں، جو چاہے اللہ سے مانگیں وہ بھی ملے گا اور اس سے زیادہ ملے گا اور وہ بھی ملے گا جو وہ نہیں مانگتے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں دے گا۔ تو یہ اصحاب تقویٰ کا مقام ہے کامیابی کا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے نجات رکھی ہے۔ جو لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے دے گا ان اعمال کے سبب جو وہ لے کر آئیں گے۔ اس تقویٰ کی تیاری کے لیے یہ رمضان کے روزے تھے جو گزر چکے ہیں اور ایک افسوس اور ملال اس لئے ہوتا ہے کہ جو وقت گزرا وہ بہت قیمتی تھا اور جو آنے والا وقت ہے وہ اور زیادہ قیمتی ہے اس لئے کہ رمضان کا کچھ حساب اس طرح سمجھ میں آتا ہے کہ یہ ایک ایسی الگورتم (Algorithm) کے ذریعے سے ایک ایسا فارمولہ ہے کہ جس میں ہر دن دوسرے دن سے زیادہ بہتر موقع دیتا ہے، ایک ایسا

آسٹرونومیکلی (Astronomically)، رپیڈی انکرینگ ریٹ Rapidly Increasing Rate) ہے ریوارڈز کا جس میں ہر آنے والی رات ہر آنے والا دن لگتا ہے پہلے دن سے زیادہ بہتر ہے۔ پہلا عشرہ رحمت کا، دوسرا مغفرت کا، تیسرا دوزخ کی آگ سے نجات کا اور آخری عشرے میں اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کا اہتمام کیا ہے کہ وہ رات جو پانچ میں سے ایک ہے لیکن 85 سال کی مسلسل عبادت کا ثواب آپ کے دامن میں آپ کے اعمال نامے میں لکھ دیتی ہے۔ یا ایک پورا اللہ تعالیٰ نے نظام بنایا ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو بہتر انسان بنانے کے لیے ہم سوچتے ہیں کہ ہم آج دنیا کے کسی بہترین جامعہ میں چلے جائیں وہاں سے بہترین ڈگری لے لیں، علم لے لیں، بہت اچھا ہے حصول علم کے لیے ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں اپنے آپ کے اندر قائدانہ اوصاف پیدا کرنے ہیں، ہمیں اپنے اندر دیسیزن میکنگ Decision Making کے اوصاف پیدا کرنے ہیں، ہمیں اپنا پتہ کرنا ہے، اپنے آپ کو اور زیادہ بہتر بنانا ہے تاکہ میری تنخواہ بہتر ہو جائے، میرا مقام بہتر ہو جائے، میری زندگی بہتر ہو جائے اور مجھے زیادہ مزا آئے، تو ہم ہماروں ڈال رخچ کرتے جاتے ہیں، مینے لگاتے ہیں اور کچھ سیکھ کے آتے ہیں، بہت کچھ معلوم ہوتا ہے، بہت کچھ علم جو کہ اس کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے، لیکن اس رمضان سے بہتر کوئی ٹریننگ و رکشاپ، کوئی ماڈیول (Module)، کوئی پروگرام، ایک کونپرہنسو اسٹیبلیٹڈ ہولیٹک (Comprehensive Integrated Holistic)، ٹوٹل ویو آف ہیومن (Human Being)، کیونکہ ایک ہیومن بینگ (Total view of Human) انسان کی جو تمام تر صلاحیتیں ہیں، اس کا جو سارا جو ہر ہے وہ سب کچھ جو اس کے دماغ میں سمیا جاسکتا ہے، وہ سب کچھ جس کے لئے اس کے دل کو تیار کیا جاسکتا ہے کہ ایک شہنشاہ بن جائے اور اس کے جسم کو جس بہترین انداز سے ریگولیٹ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس کے لئے کارگر ہو جائے، اس کا گھر اول دستے بن جائے اور وہ نفس کہ جو اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، ایک نفس ہے عمارہ جو برائی کی طرف بلا تا ہے، لوا مہ جو نیکی کی طرف بلا تا ہے اور نفس مطمئن جو کہ نیکی کرتے ہوئے

خوش ہوتا ہے، اور یہ مہینہ نفسِ مطمئنہ کا مہینہ ہے۔ وہ نفسِ مطمئنہ جو سارے سال ماہیں ہوتا رہتا ہے، روتا رہتا ہے، اپنا منہ نیچے کر کے دیکھتا رہتا ہے، ہمیں دیکھتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ کیا ہورہا ہے۔ وہ نفسِ مطمئنہ جو کہ دھتوں میں رہتا ہے، جو کہ تالے کے اندر بند رہتا ہے جس کو ہم کبھی آنے نہیں دیتے، وہ نفسِ مطمئنہ اس مہینے مسکرا رہا ہوتا ہے، شاداں و فرحات ہوتا ہے، اسے نیکیاں مل رہی ہیں، اسے خوش ہونے کا بہانہ مل رہا ہے۔ یہ نفسِ مطمئنہ کا مہینہ ہے اور یہ نفسِ مطمئنہ ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے نفسِ مطمئنہ آجا، عبادت میں داخل ہو جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ درمیان میں کوئی مرحلہ، کوئی فلٹر، کوئی سکرین، کوئی راستہ، برج (Bridge) کچھ نہیں ہے۔ عبادت میں داخل ہو اور یہاں سے جنت میں پلے جاؤ۔ ایک ٹو سٹیپ (Two Step Simple Formula) ون سٹیپ سپل فارمولہ (One Step Simple Formula) ہے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا ہے۔ اس نفسِ مطمئنہ کو توانا بنانا، اس کو اتنا مضبوط بنانا، اس کو اٹھا کر اتنی بلندی پر کھڑا کرنا اور اس کو اپنے اوپر اتنا حاوی بنالینا کہ کل کو جب ہم کسی برائی کی طرف جائیں تو نفسِ مطمئنہ کے ملال کو اس کے ماتم کو دیکھ کر ہم رک جائیں۔ اس کے چہرے پر جب مسکرا ہٹ کی بجائے ایک رخ ہو تو ہم رک جائیں۔ یہ اس مہینے کا مقصد ہے۔ اس لئے کہ یہی نفسِ مطمئنہ ہے جو کہ جنت میں جس کو جگہ ملے گی، جس کو بلا یا جائے گا، دعوت دی جائے گی۔ تو اس نفسِ مطمئنہ کی فکر کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کا مقصد یہی ہے کہ انسان اس رمضان میں صبر کا سلطان بن جائے، صبر کا بادشاہ بن جائے کہ وہ انسان بن جائے کہ جس کو اپنے نفس پر قابو ہو، جو دیوانہ ہو، جو اپنے نفس کا غلام بن کر نہ رہ جائے۔ جس طرح قرآن میں کہا گیا کہ یہاں نفس کے اس طرح غلام بن جاتے ہیں جیسے کہ کتے ہیں جو کہ ہر وقت زمین کی طرف چاٹتے رہتے ہیں اور لاج کرتے رہتے ہیں۔ اس نفس کا بادشاہ بنانا، اس نفس کا سلطان بنانا۔ اگر آپ اپنے اس نفس کے سلطان بن گئے تو آپ یقین مانیں آپ اس دنیا کے سلطان بن جائیں گے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ جو خیرات، جو خیر ہے، جسے بیکی کہتے، جسے بھلانی کہتے ہیں جو ہمیں بہت اچھی طرح معلوم ہے، ہمارا دل پکارتا ہے

کہ یہ بھلائی ہے نیکی ہے، ہر انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بھلائی کی نیکی کی تعریف بھی رکھی ہے اور اس کی طرف خود انسان لپتا ہے کرتا ہے، اس کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ نیکی ہے، اس خیر کی طرف ہم راغب ہو جائیں اور ہماری خیر کی طرف رغبت میں اضافہ ہوتا چلا جائے اور برائی سے ہماری نفرت میں اضافہ ہو جائے، برائی اور خیر کے درمیان ہماری تمیز اور زیادہ واضح ہو جائے۔ ہم پورا قرآن اس رمضان میں دو ہراتے ہیں، یہ دو ہرات کا ہمینہ ہے۔ بار بار نماز بار بار تراویح بار بار قرآن پڑھا جاتا ہے، آپ خود سے پڑھتے ہیں، تراویح سے سنتے ہیں، دوسروں سے سنتے ہیں، کبھی درس میں چلے جاتے ہیں۔ یہ دو ہرات ہے، تزکیر ہے، یاد وہانی ہے تاکہ ایک چیز ہے، میں بیٹھ جائے۔ آگے پورے گیارہ مہینے گزارنے ہیں۔ کون سے مصائب، تکالیف، آزمائشیں اللہ نے رکھی ہیں جن سے ہمیں گزرنا ہے، کن پہاڑوں کو عبور کرنا ہے، کن گھاٹیوں سے ہمیں فجع کے چلانا ہے، کون سے کائنے ہمارے راستے میں آئیں گے جن سے اپنے دامن کو بچانا ہے۔ تو یہ رمضان کا ہمینہ ہمیں ایک چراغ دیتا ہے۔ یہ ہمیں اللہ کے علم سے قریب لاتا ہے یہ اللہ کی کتاب ہے۔ یہ تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھیں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ تقویٰ میں کیا ہے، تقویٰ کا مطلب کیا ہے؟ اس کے معنی کیا ہیں؟ اس کی گہرائی کیا ہے؟ تو یہ ہمینہ ایک ایسا ہمینہ ہے جو ہمارے علم میں اضافہ کرتا ہے، خیر اور برائی کی تمیز پیدا کرتا ہے، شیطان سے نفرت پڑھاتا ہے اور اس کے بعد ہمیں طاقتور انسان بناتا ہے، ہمیں اپنے زندگی کے مقاصد کا شعور دیتا ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو یہی سوچتے رہتے ہیں کیا کریں، اپنے شب و روز کہاں گزر بسر کریں، اپنی توانائیاں کس کام پر لگادیں، اپنا سرمایہ کدھر کھپایں، اپنا وقت کدھر لگائیں، ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو منزلوں کی تلاش میں ہیں، جو راستوں کی تلاش میں ہیں، جو رہنمای کی تلاش میں ہیں، جو روشنی کی تلاش میں ہیں؟ وہ روشنی یہ کتاب ہے اور یہ کتاب کا علم رمضان میں اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ موقع دیتا ہے کہ ہم اس علم کو دوبارہ ایک دفعہ اس سے گزر جائیں ہمیں پورے طور پر سارے کاسار اس سے گزرنا چاہیے لیکن رمضان میں یہ اہتمام لازمی ہو جاتا ہے کہ آپ کھڑے ہو کر سننے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ میں ریڈی Ready ہوں، میں تیار ہوں، میں

جو سن رہا ہوں اس کو میں سمجھ رہا ہوں، میں آرڈر Order لے رہا ہوں اور میں اسکو فالو Follow کروں گا۔ مقصد یہ ہے کہ میں بیٹھ کے، لیٹ کے، ڈرائیور کرتے ہوئے ویسے میں جب چاہے پڑھلوں لیکن یہ وقت ہے۔ واحد تراویح میں کہ جس میں پورا قرآن کھڑے ہو کر سنتے ہیں، یعنی ہدایت لے رہے ہیں۔ اس کا جو بترین پہلو ہمیں سمجھ آئے، اس کا سب سے اچھا پہلو ہمیں معلوم ہوا س کی اطاعت کرو، اس کی اتباع کرو۔ یہ اس لئے نہیں ہے کہ سناجائے صرف، صرف تلاوت کی جائے۔ بیشک ایمان والے وہ ہیں کہ جن کے سامنے جب اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا دل لکھنے لگتا ہے جیسے جسم میں بہار آجائے گی، اس کے اندر ایک تپش پیدا ہوتی ہے گرمی پیدا ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے کسی شعر میں لکھا کہ انہوں نے کہا ہے کہ قرآن پڑھاتو انہوں نے لکھا کہ میرے وجود کی اس وقت کیفیت ایسی ہے کہ میرے ہر بال کا جو سرا ہے وہ لگتا ہے کہ ایک سورج بن گیا ہے اور میرے جسم کا جو ہر ذرا ہے لگتا ہے کہ سورج کی جو حرارت ہے وہ اس کے اندر آگئی ہے۔ ہزاروں ان گنت لاعداد سورج ہیں جو میرے جسم میں آگئے ہیں۔ یہ قرآن اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر ہم یہ پہاڑوں پنازل کرتے تو وہ اپنی جگہ سے بل جاتے، پاش پاش ہو جاتے۔ یہ ایک بوجھ ہے، ایک ذمہ داری ہے، یہ اللہ کا کلام ہے، یہ عرش الہی سے آیا ہے، یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے، یہ اس نے ہمیں ہمارے لیے بھیجا ہے، یہ اللہ کی ایک نعمت ہے، اس میں کامیابی کا راستہ ہے، نقصان سے بچنے کا طریقہ ہے، اس میں جو ہماری زندگی میں سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کا جواب موجود ہے، یہ وہ ماسٹر کی Key ہے، شاہکلید ہے کہ جس سے ہر تلاکھل جاتا ہے، یہ وہ گوگل میپ Google Map کی طرح یہ وہ میپ Map ہے کہ جو ہر وقت آپ کی آنکھ میں آپ کے دل میں رہنی چاہیے۔ تو یہ قرآن نازل بھی دل پر ہوا تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ رسول اللہ کے دل پر نازل کیا تھا، ان کی زبان پر یا ان کی آنکھوں کو نہیں دیا تھا یا ان کے دماغ کو، حضرت موسیٰ کو تختی دی گئی تھی لیکن یہ تو کتاب ان کے دل پر اتاری گئی تھی اس لیے کہ یہ دل ہی ہے جو اس کو پورے طریقے سے جذب کر سکتا ہے۔ اور اس کی جو ایک گرمی ہے

اور اس کا جو بوجھ ہے، اس کی جو کیفیت ہے، اس کی جو حرارت ہے، اس کے نتیجے میں جو ذوق اور شوق ہے، اس کی جو انتہا ہے اس کو وہ پاسکتا ہے، اس کا جو پیغام ہے وہ اس کا اندازہ کر سکتا ہے تو یہ کتاب ہے جو رمضان کے مہینے میں نازل ہوئی تھی۔ رمضان اس کا وقار ہے، رمضان اس کا بادہ ہے، رمضان اس کا ایک موقع ہے، رمضان اس کا وقت ہے۔ اور لیلۃ القدر تو وہ رات ہے جس دن یہ نازل ہوئی تھی۔ اس رات کا مرتبہ مقام اس کتاب سے ہے۔ یہ ہماری امت کی یہ رہنمای کتاب ہے۔ ہم امت بنے ہی اس کتاب کی وجہ سے ہیں۔ تو یہ کتاب ہمیں تقویٰ کی تعلیم دیتی ہے اور تقویٰ کے راستے پر ہمیں لے کر آتی ہے۔

جب بات تقویٰ کی ہوتی ہے تو لوگوں کا پہلا خیال یہ ہوتا ہے کہ تقویٰ کا مطلب دنیا سے کفارہ کشی ہے، تقویٰ کا مطلب دنیا کو چھوڑ دینا ہے، تقویٰ کا مطلب رہبانتی ہے، تقویٰ کا مطلب دنیا کا نقصان کر لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم تقویٰ کی روشن پر چلو گے تو میں تمہارے لئے دہاں سے رزق پیدا کروں گا کہ جہاں سے تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ تو رزق کا وعدہ اللہ نے متقيوں سے کیا ہے، ایک ایسا رزق جو حلال ہے اور حرام رزق تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اصل بات ہے حلال رزق۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ شیطان کی اطاعت نہ کرو، اس کے بتائے ہوئے خطوط پر ان راستوں کے اوپر۔ آگے نہ بڑھو۔ اللہ تعالیٰ ہے جو ہمیں رزق دینے والا ہے تو پہلی گارنٹی Guarantee اللہ تعالیٰ نے یہ دی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ صاحب تقویٰ جو لوگ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسانی پیدا کر دے گا، ان کو جو مشکلات میں اگر کبھی گھر جائیں گے اگر کسی مصیبت میں تو اس سے ان کو نکال لائے گا، ان کے لئے راستے بھی آسان کر دے گا۔ یہ واضح وعدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تقویٰ کے ساتھ کیے ہیں کہ وہ ان کے لئے رزق دے گا، ان کے لئے آسانی پیدا کر دے گا، وہ کہیں اگر گھر جائیں گے، کسی بھنوں میں پھنس جائیں گے تو ان کو وہاں سے نکال کر لے آئے گا اور ان کے اجر کو بہت بڑھادے گا یعنی زیادہ سے بھی کوئی بہت بڑی چیز ہے کئی کئی کئی گناہ اس میں اضافہ کر دے گا۔ تو یہ وعدے اللہ تعالیٰ نے کیے ہیں۔ لیکن تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں کھونہ جائیں۔ ہم اپنے کاموں میں، اپنی

ولاد میں، اپنے گھروں میں نہ کھو جائیں، ہم اپنے مشاغل میں نہ کھو جائیں، یہ چیزیں ہمیں اللہ کے ذکر سے محروم نہ کر دیں، اس سے دور نہ لے جائیں، یہ نعمتوں ہیں جو کہ اللہ کے تقویٰ کے ساتھ ان نعمتوں پر شکردا کر کے ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اس کی اتباع کرتے ہوئے جن کو ساتھ لے کے چلنا ہے، ان کی اطاعت نہیں کرنی ان کو اپنے ساتھ لے کے چلنا ہے، جو ملا اس پر شکر ہے۔ لیکن وہ ذکر سے غافل نہ کر دے، اللہ سے دور نہ کر دیں، وہ دو منقاد راستوں کی طرف نہ چل پڑے، اس کے نتیجے میں انسان اللہ کو بھول نہ جائے اس لئے کہ اصحاب تقویٰ کی تو ایک نشانی یہ ہے کہ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں انہوں نے قیامت کو پر یقیر Prefer کر دیا ہے، اس کی برتری یہ ہے، وہ ایک بالاتر ان کا ایک مقصد ہے اور جو کفر کرنے والے ناشکرے لوگ ہیں وہ لوگ ہیں جو کہ دنیا میں مست رہتے ہیں۔ تقویٰ زندگی کی کامیابی کا اور اس زندگی کو آخرت کی زندگی میں ایک کامیاب زندگی کی حیثیت سے میزان کے اوپر لے جانے کا راستہ اور طریقہ ہے۔ اس زندگی کا اگر کوئی مشن ہے، اس زندگی میں اگر کوئی امکنگ ہے کوئی بذبہ ہے جو ہمارے سامنے ہونا چاہئے تو وہ یہی ہے کہ ہم اللہ کے ہو کر رہ جائیں اور ہم اللہ کو اپنے دل میں بسائیں اور ہم اللہ کی مرضی اور اس کی اتباع کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں اور ہم اس بات کا احساس کریں کہ ہمیں اللہ کی مدد چاہیے، اس کی استعانت چاہیے۔ آج اس مسجد میں بہت سارے متفقین موجود ہیں۔ یہاں پر نماز پڑھنے والے بھی ہیں روزہ رکھنے والے بھی ہیں زکوٰۃ دینے والے بھی ہیں اور یا وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اعتکاف کیا ہے۔ تو یہ وہ لوگ ہیں، یہ ایک مثال ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنوں میں اللہ کے ہو کر رہ گئے، انہوں نے اپنے آپ کو ایک کھونٹ سے باندھ لیا ہے وہ کھونٹا جس کا سر اللہ کے پاس ہے۔ اللہ نے انہیں بلا یا کہ آور رمضان میں اعتکاف کرو، یعنی ہم نے کھانا پینا چھوڑا اور بھوک برداشت کی، ہم اور چیزوں سے دور رہے، بے شمار اخلاقی برا سیاں جن میں ہم گرفتار رہتے ان سے بھی ہم نے احتیاط کی اور بہت ساری پابندیاں اپنے اوپر لگائیں، وہ ایک بات تھی۔ لیکن یہ بالکل دوسرا طرز عمل ہے کہ ہم نے گھر بار بھی چھوڑ دیا، بیوی بچوں کو بھی چھوڑا، معاشرے کو بھی چھوڑ دیا اور ہم

نے کہا کہ ظاہر ہے اللہ ہمارے اندر ہے، ہمارے گھر میں ہے، ہماری جائے نماز پر ہے، ہر جگہ ہے لیکن ہم اللہ کے گھر پر ہی آکے بیٹھ جاتے ہیں، ہم نک جاتے ہیں اور ہم دس دن گزارتے ہیں اللہ کی نظر، اس کے کرم، اس کی توجہ، اللہ کی مہربانی کی تلاش میں اسکی جستجو میں، اللہ تعالیٰ کی جو رضیات ہیں، اس کی جو نشاہ ہے، اس کی جو خوشیاں ہیں اس کی چاہت میں اس کی تلاش میں اس کی کھونج میں، ہم یہیں پر بیٹھ گئے ہیں۔ بظاہر یہ جائے نمازیں ہیں، کوئی گھر کا فرنچیز نہیں ہے، کوئی آرام نہیں ہے، کوئی اس طرح کی چیز نہیں ہے کہ آپ کے جوڑ اور آپ کی ٹدیاں یہاں پر ٹھیک رہیں لیکن اس ماحول میں اللہ کی مرضی ہے۔ اس کی نوعیتیں، اس کی کیفیتیں، اس کی خوشبو کی تلاش، کیا آپ کو ملتا ہے آپ حصہ ہیں، آپ اتے ہیں، آپ دیکھتے ہیں، آپ پہچانتے ہیں، اس کی چک، اس کی کوئی قیمت وہ آپ کے دل پر گھر کر لیتی ہے اور آپ ان کو سمیتے چلے جاتے ہیں، خزانے اپنے بڑھاتے چلے جاتے ہیں، اپنے دامن کو بھرتے چلے جاتے ہیں تو یہ کیفیت ہے ایک۔ یہ ایک مثال میں نے آپ کو دی۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے جو لوگوں نے اعتکاف کیا ہے اور ان کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی دعوت یہی ہے کہ ہم اس دنیا میں بھی اسی طرح سے رہیں جس طرح سے متفقین اس مسجد میں رہتے ہیں، کہ ہم دنیا میں ہیں، ہم گاڑی میں ہیں، لیکن ہمارے اندر ایک روشنی جل رہی ہے، ہمارے اندر ایک جستجو اور ترقہ ہے، ہمارے سامنے ایک منزل ہے، ہماری نظرؤں میں ایک سوداگاریا ہوا ہے اور ہم نے ایک تجارت کی ہے اور وہ تجارت یہ کہ ہم نے اپنی جان پر نفس اللہ کے آگے بیٹھ دے ہیں۔ مونین کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی دی ہے کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جان اور اپنے ماں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیٹھ دیے، جنت کے بد لے انہوں نے ایک سودا کر لیا ہے۔ یہ دیا اللہ نے ہی ہے جان اور ماں اور ہے اللہ کی ہی، نہ ہم اس کے مالک ہیں نہ خالق ہیں نہ وارث ہیں نہ ہمارا اس کے اوپر کوئی کنٹرول ہے، اللہ ہی اس کا رب ہے۔ اللہ ہی غذا دیتا ہے، خواراک دیتا ہے، امن دیتا ہے، سکون دیتا ہے، زندگی دیتا ہے، وقت دیتا ہے تو آج ہم یہاں بیٹھے ہمیں نہیں معلوم کہ یہ آنکھ جو اس وقت کھلی ہے کہ جب چھپکے گی تو دوبارہ کھلے گی کہ نہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ دل جو

اگھی دھڑک رہا ہے یہ ایک دفعہ جب بند ہوتا ہے تو دوبارہ یہ واپس ہوتا ہے کہ نہیں۔ ہر دفعہ یہ اللہ سے پوچھتا ہے۔ اسے کیا معلوم کہ کوئی گھٹری ہے کہ جب میں نے دوبارہ نہیں دھڑکنا۔ تو یہ ساعت یہ دنیا ایسی ہی ہے۔ تو یہ وہ لوگ ہیں کہ آخرت کو جنہوں نے ترجیح دے دی ہے۔ جنت کا سودا کر لیا ہے اور ایک کنٹریکٹ کر لیا ہے اللہ کے ساتھ، اللہ نے ان سے خرید لیا ہے، اللہ نے دیا پھر دوبارہ خرید لیا، پے بیک Pay Back کیا اور کہا کہ جنت تمہاری ہے۔ تو جنت کی مثال، جنت کے انعامات، جنت کے تمام مراحل وہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بہت کھول کے بیان کیے۔ وہ ایک سایہ ہے، وہ ایک مکان ہے اور جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے وہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں جو کہ مستقل ہیں، جن میں کبھی زوال نہیں ہے، وہ نعمتیں ہیں کہ جن کی کوئی انہما نہیں ہے، جن میں کبھی کوئی کمی نہیں ہے، وہ اکرام ہے، وہ اللہ کی میزبانی میں ہم داخل ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارا میزبان بن جاتا ہے پھر آج ہم یہاں اللہ کے اس رمضان کے مہینے کے میزبان ہیں، کل اللہ ہمارا میزبان ہو گا انشاء اللہ اور اللہ تعالیٰ نے یہی کہا ہے کہ اس روزے کی بے شمار نیکیاں جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں بتا دیا گیا ہے کہ اس کا ثواب یہ ہے اور اس کا ثواب یہ، ایک مثال دے دی گئی ہے۔ لیکن روزے کے بارے میں اللہ نے نہیں بتایا، اس کا ثواب خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کا ثواب اس کی قربت ہے، اس کا ثواب دوزخ کی آگ سے نجات ہے اور اس کا ثواب وہ سب کچھ ہے جو کہ ہم سوچ سکتے ہیں۔ یہ انہا درجے کی ایک نیکی ہے جس میں پورا معاشرہ اکٹھے جڑ جاتا ہے، اللہ سے لوگا لیتا ہے اور اللہ کے ساتھ ایک پیمان وابستہ کرتا ہے تو یہ رمضان کا مہینہ احتساب اور امان کا مہینہ ہے۔ ہم یہ دیکھیں اور ہم یہ سوچیں کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم نے اللہ سے سودا کیا ہے تو ہم اس رمضان کے مہینے کو احتساب اور ایمان سے گزاریں اور دیکھیں کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوا تھا تو ہمارے ایمان کی کیفیت کیا تھی اور آج کیا ہے، کل کیا ہے، پرسوں کیا ہے۔ سات دن کے کلیل دن ہیں جو باقی رہ گئے ہیں۔ چند راتیں ہیں جو باقی رہ گئی ہیں۔ ان میں جو کچھ آپ لوٹ سکتے ہیں، جو کچھ کھٹک سکتے ہیں، جو حصول جو کسب، جو کچھ آپ کے بس میں ہے، جو آپ کی سوچ میں ہو سکتا ہے، آپ چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ دروازے کھلے

ہیں۔ جنت کے دروازے کھلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی مہربان ہونے کے لیے تیار ہے۔ بارشیں ہیں، ملائکا ہر جانب ہیں۔ یہ ساعتیں، یہ نیمیاں، یہ فضا، یہ موسم، یہ بہار اس کے بعد پھر نہیں آئی تو اس کی قدر کریں اور اس کی قدر و منزلت سے آگاہی حاصل کریں اور جو دن بنچے ہیں اس میں وہ کچھ حاصل کر لیں جو پہلے حاصل نہیں کر سکتے تاکہ ہماری زندگی بہتر ہو جائے۔

Audio # 5

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=Spd5zyXvQvU>

Event: 3rd Global Forum on Islamic Finance and Banking

Total Time of Audio: 2 Minutes and 7 Seconds

Transcription:

Note: The audio is missing a proper intro. It starts as:

یہ تھرڈ گلوبل فورم اسلامی اکنامکس فناں اینڈ بینکنگ اس وقت پر ہوا رہا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ ریگوں ہے اور مجھے بہت زیادہ خوشی ہے کہ اس میں پاکستان کے علاوہ ملیشیا، مالدیو (Maldives)، امریکہ، یوکے (UK)، سعودی عربیہ، یوائے ای (UAE) اور انڈونیشیا دوسرے ملکوں سے لوگ آئیں ہیں تو ہماری کوشش ہے کہ اسلامک اکنامکس میں ریسرچ کو فروغ دیں اور اسلامک بینکنگ جس طرح سے آگے بڑھ رہی ہے اس کے فیوچر کو سندھی (Study) کریں اور جن لوگوں نے اس بارے میں جو کچھ تحقیقات کی ہیں، جو کچھ اکیڈمیکلی (Academically) اس دوران ریسرچ رہی ہے اس کو یہاں پر پریزینٹ (Present) کریں اور پریکٹیشنر، پالیسی میکر، گورمنٹ افسرز، بنکرز، اکڈمیکس ان سب کا انٹراکیشن (Interaction) ہو جس کے نتیجے میں ہم اس فیلڈ کو آگے لے جائیں تو مجھے اس کی جو اس وقت پر گرس (Progress) اس سے بہت خوشی ہے اور انشاء اللہ آئندہ ہم اس کو کوئی نہیں (Continue) کریں گے اور مجھے امید ہے کہ آگے چل کر اسلامک اکنامکس کا جو پٹسٹیشنل (Potential) اور اس کا جو پرمیس (Promise) ہو اور زیادہ لوگوں کے سامنے کمپیلنگ (Complelling) انداز میں انشاء اللہ پر ویکٹ (Project) ہو گا۔

ہمارا اسلامک اکنامکس سے بہت گہر اتعلق ہے۔ اور ہمارے بورڈ میں پروفیسر خورشید احمد رہے ہیں جو کہ ہمارے چیئرمین بھی رہے ہیں اور وہ اسلامک اکنامکس کے پانچ سو زکیان (Pioneers) میں سے ہیں، چیف آرکیٹکٹس میں سے ہیں تو اس لحاظ سے

We are very at home with Islamic Economics and we are blessed by

people who have played a leading role in this field, in shaping this discipline.

تو امید ہے کہ انشاء اللہ، ہماراویژن ہے کہ ہم اسکو آگے بڑھائیں۔ ہم اسلامک اکنائمس کا ریسرچ گروپ بنارہے ہیں۔ انشاللہ اس میں ہم آرگنائز (Organize) طریقے سے آگے بڑھیں گے فیوج (Future) میں

Audio # 8

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=s6Q3EGQWjPE>

Event: Friday Sermon

Total Time of Audio: 25 Minutes and 15 Seconds

Transcription:

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم۔ سُمِّ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔ حضرات میں نے آپ کے سامنے رمضان مبارک کے حکم کے بارے میں جو آیات ہیں وہ تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں بہت واضح طور پر یہ حکم دے رہا ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ رمضان کے روزے جو اس سے پہلے لوگوں کے اوپر بھی فرض کئے گئے تھے تاکہ تم اللہ کا تقوی اختیار کرو اور یہ ایک مقرر شدہ مدت ہے کہ جس میں فرض کئے گئے۔ جو لوگ مریض ہوں سفر پر ہوں وہ اپنی اس مدت کو بعد میں بھی پورا کر سکتے ہیں اور جو لوگ طاقت رکھتے ہوں وہ ظاہر ہے کہ اپنے رمضان کے روزوں کی تلافی مسکینوں کو کھانا کھلا کر کر سکتے ہیں لیکن اگر لوگ روزہ رکھیں تو یقیناً یہ ان کے لیے بہتر عمل ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی وضاحت کر رہا ہے کہ یہ جو رمضان کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کونازل کیا ہے اور اس لئے نازل کیا کہ اس میں انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور بڑی کھلی نشانیاں ہیں جو کہ راستہ دکھانے کے لئے ہیں اور جو فرق بتانے کے لئے ہیں، ایک میزان کو قائم کرنے کے لیے ہیں اور جو لوگ اس رمضان کے اس مہینے سے گزریں اور اس کو پائیں وہ اس مہینے میں روزہ رکھیں اور پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو مریض ہو یا سفر میں ہو وہ اپنی یہ مدت بعد میں پوری کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمارے لئے آسانیاں پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ ہمارے لیے مشکلات نہیں پیدا کرنا چاہتا اور یہ اس لیے کہ ہم اپنی اس مدت کو پورا کریں اور اللہ کی تقدیر، اس کی بربادی اور اس کی بڑھائی کو بیان کریں اس ہدایت پر کہ جو اللہ نے ہمیں دی ہے اور شکر گزار ہوں اللہ کے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے رسول اللہ صلی و سلم سے کہ اگر

میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں تو تم انہیں بتاؤ کہ میں بہت قریب ہوں اور میں ہر دعا جو کی جاتی ہے میں اس کو سنتا ہوں، ہر پکار نے والے کی پکار کو میں سنتا ہوں، اس کو قبول کرتا ہوں اور یقیناً اس میں ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو کہ صحیح راستے پر چلنے والے ہیں تو حضرات محترم رمضان کی اس مہینے کی یہ بنیادی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل کی ہیں اور اس سے یہ بات ہمارے سامنے واضح ہو رہی ہے کہ رمضان کی جو خصوصیت ہے اور اس کا جو امتیاز ہے وہ قرآن سے ہے۔ اس مہینے کی جواہیت ہے وہ اس لئے ہے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے قرآن کو نازل کیا اور قرآن ایک کتاب ہے، اللہ کا کلام ہے۔ ایک کتاب کسی مہینے میں کسی ہفتے میں کسی دن کوئی لکھتا ہے تو اس کی کوئی شان نہیں ہوتی۔ کتاب جب شائع ہوتی ہے، پڑھی جاتی ہے تو کوئی نہیں کہتا کہ یہ فلاں میں اس وقت میں لکھی تھی۔ لیکن اس سے اس کتاب کی جواہیت ہے اور خصوصیت ہے اس کے بارے میں بھی معلوم ہو رہا ہے کہ جس مہینے میں یہ نازل ہوئی وہ مہینہ بھی کتنا عظیم ہو گا، وہ وقت بھی اس کی کیا فضیلت اللہ تعالیٰ نے ٹھہرا دی ہے اور اس کتاب کے حوالے سے پوری امت سے کہا گیا ہے کہ وہ 30 دن روزے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اور بھی بہت ساری عبادتیں اپنے عبادات کے نظام میں ہمیں کہیں ہیں اور ایک بنیادی حکم اس سے پہلے اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ اے لوگو! اے انسانو! تم اپنے رب کی عبادت کرو اس رب کی کہ جس نے تمہیں تخلیق کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ہمیں بتاتا ہے کہ ہدایت کا راستہ کیا ہے اور فلاح کا راستہ کیا ہے۔ جو اس دنیا میں ہم آنکھیں کھولتے ہیں تو ہمارے سامنے بے شمار سوالات آتے ہیں کہ ہم سیدھے جائیں کہ پیچھے جائیں، ہم آگے ہوں کہ دائیں جائیں، ہم اوپر جائیں کہ نیچے جائیں، ہم یہ کریں یا وہ کریں۔ زندگی اس طرح کے بے شمار سوالات سے، الجھنوں سے، پریشانیوں سے، نکرات سے بھری ہوئی ہے اور صبح شام انسان غلطائی و پیچائی رہتا ہے، خود سوالیہ نشان بنا ہوار رہتا ہے کہ میں کیا کروں، میرا راستہ کیا ہو، سیدھا راستہ کیا ہے، بہتر راستہ کیا ہے، سب سے اچھا راستہ کیا ہے تو انسان وہ معیار اپنے سامنے رکھتا ہے، ایک یہ کہ سب سے زیادہ بہتر راستہ کیا ہے، سب سے اچھا راستہ کیا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ کونسا راستہ ہے کہ

جس میں کامیابی ہو، بظاہر ایک راستہ اچھا نظر آ سکتا ہے پر کشش ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں اس میں شاید آگے چل کے ناکامی ہو، ایسا اس دنیا میں ہم بہت صورتوں میں دیکھتے ہیں کہ بظاہر فاائدہ بڑی جلدی نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن بعد میں ایک بہت بڑا نقصان انسان کا منتظر ہوتا ہے تو ہمیں ایک ایسا راستہ چاہیے جو سیدھا بھی ہو، ایک ایسا راستہ چاہیے جو بہتر بھی ہو اور ایسا راستہ چاہیے کہ جس کے انجام کامیابی پر ہوں اور جس میں کوئی ناکامی کا امکان نہ ہوتا کہ ہماری زندگی ہر قسم کے خطرات سے پاک ہو، ہر قسم کے نقصانات سے پاک ہو، ہر قسم کی پریشانیوں سے پاک ہو، ہر قسم کے رنج اور غم سے پاک ہو اور ہم آسانی کے ساتھ اپنے زندگی کو گزارتے چلے جائیں۔ تو یہ قرآن ایک وہی کتاب ہے جو ایک ایسا راستہ بتاتی ہے جو سیدھا بھی ہے، ایک ایسا راستہ بتاتی ہے جو سچا بھی ہے، ایک راستہ بتاتی ہے کہ جس میں ہر مسئلہ کا حل بھی ہے، ایک ایسا راستہ بتاتی ہے کہ جس کے اندر ملا خرفلائج بھی ہے، کامیابی بھی ہے اور ایک ایسا راستہ بتاتی ہے کہ جس میں پھر کوئی غم نہیں ہے، کوئی نقصان نہیں ہے، کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے، ایسا سودا دیتی ہے ایک ایسی بارگین *Bargain* ہمارے سامنے لے کر آتی ہے کہ جس میں ہم اپنی یہ زندگی اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں اور ایک دوسرا زندگی جو ہماری منتظر ہے اس کو ہم پالیتے ہیں اور اس کے قریب سے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقام یہ دنیا نہیں رکھا، اللہ نے انسان کا مقام، جو بڑی کامیابی ہے وہ اپنی رضا کی صورت میں رکھی ہے اور یہ رضا اس کا ایک انعام ہے اور اس انعام کو وہ جنت کی صورت میں ہمیں دیتا ہے۔ ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں پر انسان اللہ سے قریب ہوتا ہے، جہاں انسان اللہ کا دیدار کر سکتا ہے، ایک ایسا مقام جہاں انسان اللہ کا مہمان ہے، اس کی میزبانی ہے، ایک ایسا مقام جہاں انسان وہ انسان ہے کہ اللہ جس سے راضی ہے اور جو اللہ سے راضی ہے تو وہ مقام ہے جو انسان کا بالآخر جو حقیقی مقام ہے، جو آخری مقام ہے، جو کامیابی کا مقام ہے۔ ناکامی کے راستے، اگر آپ اس سیدھے راستے کو چھوڑ دیتے ہیں تو بے شمار راستے ہیں، پھر ملین اور زیلیوں اور ٹریلیوں راستے ہیں، آپ جس راستے پر بھی چلے جائیں گے وہ نقصان کا راستہ ہے، وہ ناکامی کا راستہ ہے، وہ ہدایت سے ہٹ کر بگاڑ کا راستہ

ہے، وہ بالآخر بہت بڑی ناکامی کا راستہ ہے تو اس لیے راستہ ایک ہے، جو سیدھا ہے، جو سچا ہے، جو واضح ہے، جو صاف ہے اور جو اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دے دیا ہے۔ لیکن اس دنیا میں اس زندگی کو گزارنے کے لئے ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے، ہمیں ایک مشق کرنی ہے، ہمیں اپنے دماغ، اپنے دل، اپنے جسم، اپنے اعمال، اپنی پوری نظام زندگی، اپنی پوری ایک بساط، اپنی پوری دنیا، اپنا پورا جو ایک انداز ہے اور ہمارا جو تعلقات کا سلسلہ ہے، ہمارے جو معاملات کا سلسلہ ہے ان سب کو اصلاح کی ضرورت ہے، ان سب کو اللہ کی مرضی کے مطابق چلانے کی ضرورت ہے۔ آج ہم اللہ کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی کو گزاریں گے تو کل اللہ اپنی رضا ہمارے حوالے کر دے گا اور ہم سے پوچھے گا بتاؤ تم کیا چاہتے ہو، میں کیا تمہیں دوں، اس لئے کہ اللہ ہم سے خوش ہے اور جب اس کائنات کا بادشاہ ہم سے خوش ہے تو ہر چیز جو اس کی ہے وہ آپ کی ہے، ہر چیز جو آپ سوچ سکتے ہیں وہ آپ کی ہو سکتی ہے لیکن اس منزل تک اس مقام تک پہنچنے کے لیے اپنی تیاری کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نظام رکھا ہے۔ ہمیں گواہی دینی ہے دین کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ہمیں گواہی دینی ہے، ہمیں شہادت دینی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور پھر اس کے بعد ہمیں نماز پڑھنی ہے، ہمیں زکوٰۃ ادا کرنی ہے، ہمیں حج کرنا ہے اور پھر ہمیں یہ روزے رکھنے ہیں تو یہ پانچ چیزوں کا ایک نظام ہے اور یہ اس لیے ہے کہ زندگی کی درستگی اور اس کی اصلاح ساتھ ساتھ ہوتی جائے، اس کا تزکیہ ساتھ ساتھ ہوتا جائے۔ اللہ کو یقین جانیں ہماری قربانی سے، ہمارے سجدوں سے اور ہمارے بھوکے پیاس سے رہنے سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ نیت دیکھتا ہے، وہ سوچ دیکھتا ہے، وہ رضا و رغبت دیکھتا ہے، وہ آمادگی دیکھتا ہے، وہ شوق دیکھتا ہے، وہ والہانہ پن دیکھتا ہے، وہ جذبہ دیکھتا ہے، وہ محرك دیکھتا ہے، وہ اس کے پیچھے جو ایک سپردگی ہے اس کو دیکھتا ہے، وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے اندر وفا کا کیا درجہ ہے، اس کے اندر میرے ساتھ انہماں کا کیا درجہ ہے، اس کے اندر لگاؤ کا کیا درجہ ہے اور یہ عبادات ان سب چیزوں کو آگے بڑھاتی ہیں۔ یہ عبادات وہ سڑک پر (Structure) دیتی ہے وہ نظام دیتی ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان اللہ کو پانا

شروع کرتا ہے اور اللہ کی مرضی کو اختیار کرنا اس کے لیے آسان سے آسان تر ہوتا چلا جاتا ہے تو یہ روزہ اس لحاظ سے بڑی عبادت ہے۔

ایک عبادت نماز ہے۔ وہ دن میں پانچ وقت کرنی ہیں اور اس کے اوقات معین ہے، اس کا نظام بنانا ہوا ہے۔ پانچ دفعہ انسان زندگی کے مختلف پھرول پر آتا ہے اور نماز پڑھتا ہے، اللہ کو یاد کرتا ہے۔ 5 سے 10 منٹ کے اعمال ہیں اور اس کے بعد انسان واپس چلا جاتا۔ یہ بار بار کا پلٹ کر آنا، کٹ کر آنا اور پھر اس کے بعد سجدہ ریز ہو جانا، اللہ کو یاد کرنا اور فوراً واپس چلے جانا یہ اس لئے کہ ایک دن کے اندر بھی انسان نہ بھول جائے۔ کہیں اس کا اتنا مبالغہ صندھ ہو جائے کہ وہ اللہ کو بھول جائے۔ مسلسل یاد رکھنا اور اس یاد کوتازہ رکھنا، اس یاد کو مقدم رکھنا اور اس کو اوپر رکھنا اور اس کے غلبے کے اندر رہنا، اس کو حاوی رکھنا یہ اس نماز کا مطلب ہے کہ اللہ کا ذکر غالب ہو جائے اور پھر اس کے بعد حج ہے۔ لیکن یہ نماز مختلف لوگ پوری دنیا میں مختلف اوقات میں پڑھتے ہیں۔ ناروے میں ایک وقت میں، امریکہ میں ایک وقت ہے، پاکستان میں ایک وقت میں ہے۔ اس کے بعد پھر یہ اللہ کا حکم ہے کہ انسان اپنے اعمال میں تزکیہ کرے اور اپنے اعمال میں تزکیہ کرتے ہوئے جو اس کے پاس مال ہے اس میں سے خرچ کرے، اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔ اس خرچ کی بہت سی صورتیں ہیں لیکن ایک صورت یہ ہے کہ آپ زکوٰۃ دیں۔ جو جمع شدہ مال ہے اس کا ڈھانی فی صد آپ اللہ کے راستے میں دیتے ہیں اور یہ اس لیے دیتے ہیں کہ جو اللہ کے بندے آج مجبور ہیں، جو بھوکے ہیں، جو قیم ہیں، جو بیویں ہیں، جو ضرورت مند ہیں، جو محتاج ہیں، جو بیمار ہیں ان کی ضروریات پوری ہوتی چلی جائیں اور یہ بہت تھوڑا سا حصہ ہے۔ اللہ نے شاید اس کا حساب رکھا ہوگا کہ اگر ڈھانی فی صد یا امت نکال دیا کرے اور اللہ کے بندوں کے اوپر چھاؤ کر دیا کرے تو اس امت میں کوئی غریب نہیں رہے گا، اس امت میں کوئی محتاج نہیں ہوگا، کوئی بیمار نہیں ہوگا، کوئی ضرورت مندا بھی ضرورت پوری کرنے سے محروم نہیں رہے گا۔ تو یہ چھوٹا سا حصہ ہے اور یہ ابتدا ہے۔ آپ اس سے زیادہ کریں، پانچ فیصد دیں، 10 فیصد دیں، 15 فیصد دیں اور ضروریات دیکھتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا ہے کہ جو پنج

جائے دے دو، جو تمہاری ضرورت سے زیادہ نکل آیا ہے، جو تمہارے پاس خرچ ہونے سے رہ گیا ہے، تمھیں اللہ نے مال دیا جو تم خرچ کر سکئے تم نے خرچ کر دیا اب جو رہ گیا ہے وہ دے دو۔ تو یہ بھی اللہ نے ایک معیار دیا ہے ایک مقام دیا ہے کہ جو حق جائے دے دو۔ اللہ اور دے گا۔ یہ اللہ اس لئے نہیں دے رہا کہ ضائع کر دواں سے محروم ہو جو اس کو دے دو۔ اللہ کہتا ہے جو تم دیتے ہو میں اس کا 7 گنا تمھیں واپس کرتا ہوں۔ وہ پلٹ کر آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم خیر راز قین کے ساتھ یہ سودا کرو، جو آیا جو خرچ کیا، جو حق گیا وہ دے دیا اور وہ دوبارہ آگیا، پھر اور خرچ کیا اور آگیا ہے، اور خرچ کیا اور آگیا ہے، تو یہ ایک عبادت ہے جو ہر ایک کے اوپر ہے۔ آپ جتنا چاہیں خرچ کریں جیسے چاہیں کریں۔

پھر ایک حج کی عبادت ہے کہ ایک خاص مقام پر ایک خاص وقت میں اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن اس میں جس کی استطاعت ہے وہی کر سکتا ہے۔ ہر سال تیس پینتیس چالیس لاکھ لوگ حج کرتے ہیں۔ پوری امت تقریباً ڈیڑھارب پر مشتمل ہے۔ تیس سال میں کتنے لوگ حج کر لیں گے؟ کتنے کروڑ مسلمان ہیں جو بغیر حج کے اس دنیا سے چلے گئے۔ تو یہ عبادت ایک اختیاری عبادت نہیں ہے، یہ عبادت آپ کی استطاعت ہے تو آپ کر سکتے ہیں۔ نماز ہر صورت میں، چاہے آدمی مرضی بھی ہو بستر پر بھی ہونماز فرض ہے۔ زکوٰۃ اگر مال میں گنجائش ہے اور نصاب پورا ہے تو زکوٰۃ دینا ضروری ہے لیکن حج کے لئے استطاعت چاہیے، سفر کی چاہیے، پیسے چاہیے اور دوسرا چیزیں ہیں۔ لیکن روزہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام امت پر ایک وقت میں فرض کیے، ایک وقت میں پوری امت روزہ رکھتی ہے۔ اس کے اوقات کا فرق ہو سکتا ہے لیکن وہ ایک مہینہ پوری امت روزہ رکھتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی خواہش یہ ہے کہ یہ امت اپنے منصب کے لیے تیار ہو، اس سے جو توقعات ہیں وہ پوری ہو سکیں اور روزے کا حکم آیا ہی اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ نے امت کی تشکیل کا حکم دے دیا ہے، ایک امت کی ساخت کر دی، اس کا قبلہ ٹھہرایا، اس کا احکام اس کا نظام بتایا کہ یہ ایک خیر امت ہے اور یہ امت اس لئے ہے کہ یہ امر بالمعروف المنکر کا فریضہ انعام دے گی۔ یہ امت اس لئے نہیں بنائی ہے کہ یہ اس دنیا

میں طاقت کو جمع کر کے لوگوں کا استحصال کرے گی، یہ امت اس لئے نہیں بنائے کہ یہ دوسروں کے اوپر حکمرانی کرے گی، یہ امت اللہ نے اس لئے بنائی ہے کہ یہ نیکی پھیلائے گی۔ اس کا جو چارٹر (Charter) ہے، اس کا جو مینڈیٹ (Mandate) ہے، اس کی جو ابلیکیشن (Obligation) ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہ نیکی پھیلائے گی براہیوں سے روکے گی۔ گویا یہ امت ایک چراغ ہے۔ گویا یہ امت روشنی کا ایک ممبا ہے۔ گویا یہ امت دنیا کے اندر براہیوں کو سکیڑتی ہے، ان کو روکتی ہے اور بھلا بیوں کو پھیلاتی ہے اور ان کو بلند کرتی ہیں۔ تو یہ اس امت کا فرض ہے۔ اس کام کے لیے، تیاری کے لیے ایک جذبہ بھی چاہیے، ایک محنت بھی چاہیے، اس کے لیے ایک انہاک بھی چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ یہ جو روزے ہیں یا اس لئے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ہمارے لئے آسانی پیدا کرے تو آپ کہ سکتے ہیں کہ یہ تو بڑا تضاد ہے کہ ایک طرف روزہ رکھوایا جا رہا ہے، 30 دن ہم بھوکر رہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں تو آسانی پیدا کرنا چاہتا ہوں تمہارے لیے، یہ کیبات ہے؟ اس لئے کہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ جو بیمار ہیں، جو مریض ہوں وہ بعد میں روزہ رکھ سکتے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی یہ روزہ ہمارے لئے زندگی کو بھی آسان کر رہا ہے، یہ ہماری صحت کو بھی بہتر کرتا ہے، یہ میں دن ہمیں ایک ایسے سائیکل (Cycle) سے گزارتا ہے جس میں ہم فوکس (Focus) ہو جاتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام ہی یہ ہے کہ ہم اللہ کو یاد رکھیں، ہم اس کی خاطر بھوکارہتے ہیں، ہم جھوٹ بولنے سے فج جاتے ہیں، ہم گالی دینے سے فج جاتے ہیں، ہم دھوکہ دینے سے فج جاتے ہیں، ہم لائق کاشکار ہونے سے فج جاتے ہیں، ہم حرص و طمع سے فج جاتے ہیں، ہم کسی کو نقصان پہنچانے سے فج جاتے ہیں، ہم کسی کو کوئی تکلیف دینے سے فج جاتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ ہم بچتے ہیں ان چیزوں سے کہ کہیں ہمارا روزہ ضائع نہ ہو جائے بلکہ نیکی کی کوشش کرتے ہیں، ہم برائی سے رکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ بن جاتا ہے کہ آپ دیکھیں رمضان میں کیا حاضری ہے مسجدوں میں لوگوں کی، آپ دیکھیں کہ رمضان میں کیا جذبہ ہے کیا ترٹپ ہے، لوگوں کے اندر کیا ایک خیرخواہی ہے کیا نیکی ہے جو کہ ہر طرف

فضاؤں میں غالب نظر آتی ہے، امت کے اندر ایک دور دھوپ ہے، ایک گلشن ہے کہ یہ مہینہ ہے اور کہیں ہم اس کی برکات حاصل کرنے سے رہنے جائیں، ہم اس سے محروم نہ ہو جائیں اور یہ رمضان میں اللہ تعالیٰ نے جو ایک لحاظ سے پیکچنگ دیا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے سہولتیں دی ہیں، جو انعامات اس پر اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھے ہیں، اس کا حقیقت میں کسی کو بھی پتہ نہیں ہے۔ اس رمضان میں اللہ تعالیٰ نے جو نفل ہے اس کا ثواب فرض کے برابر کر دیا ہے اور فرض کا ثواب ستر گناہ بڑھا دیا ہے اور یہ تو صرف ایک تشبیہ اور ایک استعارے کی بات ہے۔ یہ اللہ کے اوپر ہے کہ وہ کس کا ثواب عام دنوں میں بھی کتنا دے دے لیکن اس رمضان میں عام دنوں کے مقابلے میں بہت اللہ تعالیٰ نے اس کے درجات میں اضافہ کر دیا ہے اور یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ جہنم کے دروازوں کو بند کر دیتا ہے، شیطان کو جبکہ دریتا ہے اور جنت کے دروازوں کو کھول دیتا ہے اور وہ پھر ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ اس لئے تاکہ جہنم میں جانا مشکل ہو جائے، ناممکن ہو جائے اور جنت میں جانا آسان ہو جائے۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک اور انعام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان میں پہلا عشرہ رحمت کا عشرہ ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا عشرہ ہے، تیسرا عشرہ دوزخ کی آگ سے نجات کا عشرہ ہے۔ تو مرحلہ بہ مرحلہ، دس دن میں انسان اللہ کی رحمت کو سب سے پہلے پکارتا ہے اور اللہ کی رحمت کے قریب ہو جاتا ہے، اللہ اس کے اوپر نظر کرتا ہے، اللہ اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔ پھر انسان اللہ کی مغفرت چاہتا ہے، گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہے اور اللہ گناہوں کے بوجھ سے اس کو دور کر دیتا ہے۔ اس کی برا نیوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دیتا اور یہ مغفرت کا عشرہ ہے جس میں انسان اپنے پرانے گناہوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے اور آخری عشرہ دوزخ کی آگ سے نجات کا عشرہ ہے کہ آپ کی بقا اور آپ کا مستقبل اور آپ کی جو سامنے آنے والی جو نئی زندگی ہے اس زندگی میں آپ جنت کے حقدار ہیں جاتے ہیں، دوزخ آپ سے دور کر دی گئی ہے۔ اگر آپ کو کوئی کہے کہ ایک آگ کا شعلہ ہے، ایک آگ کا ہیولا ہے جو آپ کی طرف بھاگتے ہوئے لپٹ کے چلا آ رہا ہے اور آپ محسوس کرتے ہیں کہ مجھے اس سے بچنے کا کوئی امکان نہیں رہ گیا، لیکن اس کے بعد آپ استغفار کرتے ہیں، اللہ کی رحمت کے قریب

ہوتے ہیں اور وہ آگ کا شعلہ آپ سے دور کر دیا جاتا ہے تو آپ سوچیں کہ آپ کی اس سے بڑی کیا نوش نصیبی ہو سکتی ہے تو یہ رمضان میں اللہ تعالیٰ نے یہ برکت رکھی ہے، یہ خاص برکت ہے۔ کسی بھی وقت انسان اگر استغفار پڑھے تو اللہ تعالیٰ معاف کر سکتا ہے۔ ہر رات کو اللہ تعالیٰ اپنے آخری آسمان کے اوپر سے پکارتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اسے بخش دوں، کوئی ہے جو مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے دوں۔ یہ پکار کو اللہ تعالیٰ ہر رات دے رہا ہے، 365 دن دیتا ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو اس پکار کو اپوینٹمنٹ (Appointment) ڈائری میں لکھے، اپنی الیکٹرانک ڈائری میں اس کا الارم بجائے اور کہہ کہ اللہ آگیا ہے وہاں پر اور اللہ تعالیٰ پکار رہا ہے، میں آجاؤں اور میں بھی کھڑا ہو جاؤں اور اللہ کو بتاؤں، اللہ کے سامنے حاضر ہو جاؤں، سنبھود ہو جاؤں اور اللہ سے کچھ مانگ لوں۔ تو یہ تو 365 دن ویسے ہی گزر جاتے ہیں۔ لیکن یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بالخصوص یہ کہا ہے کہ ٹھیک ہے تم سال جیسے گزارو، لیکن اس رمضان میں تم محروم نہ ہو جاؤ۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس نے رمضان کو پایا اور ایمان و احتساب سے اس کو گزارا، یعنی اسکا ایمان بڑھتا رہا، اپنا جائزہ لیتا رہا، ایک تزکیے کے اور اصلاح کے عمل سے گرتا رہا تو اس نے دوزخ کی آگ سے نجات حاصل کر لی اور یہ ایک بہت بڑا وعدہ ہے۔ اس سے بڑی اور کیا چیز ہے کہ جس کی ہمیں ضرورت ہو سکتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کھی ہے آخری عشرے میں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی نعمت اس میں اللہ تعالیٰ نے رکھ دی ہے کہ جس میں ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، چورا سی سال پچاسی سال کی آپ کی عبادات اس ایک رات میں ہم پلا ہو گئی ہیں۔ تو یہ بھی ایک نعمت اس لیے ہے کہ اگر تمہاری زندگی خراب بھی ہو تو تم اس ایک رات میں اس زندگی سے 84 گناز یادہ کام کرلو۔ لیکن وہ رمضان کا آخری عشرہ بھی آتا ہے اور طاق راتیں بھی آتی ہیں لیکن کم ہی ہیں جو اس میں دھیان دیتے ہیں اور کم ہی ہیں جو اس میں اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں۔ تو رمضان مبارک، میرے عزیز دوستو، میرے یہاں پر موجود خواتین و حضرات، یہ بیش بہا برکات کو لے کر آیا ہے۔ ایسی گھڑی، ایسی ساعتیں، ایسا

وقت، ایسا موقع، ایسا سماں اور اس طرح کا اس انداز کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش، اس کی سعادت اور اس کی طرف سے کھلی پیشکش، یہ اس سے پہلے نہیں ہو سکتی اور رمضان کے روزے ایک بہت آسان ہلکی عبادت ہے ہم قابلہ ان فائدوں کے کہ جو اللہ نے اس میں رکھے ہیں اور ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اس رمضان میں اپنے آپ کو ریوایو (Revive) کر لیں، اس رمضان میں اپنے آپ کو ایک نئے سرے سے تخلیق کر لیں، اپنی ایک نئی ترتیب ایک نئی تشکیل اور اپنا ایک نیا منصوبہ اس رمضان میں بنائیں جو پھر ساری زندگی کے لیے کافی ہو تاکہ اس کے بعد ایسا نہ ہو کہ رمضان میں ہم کچھ پائیں اور اس کے بعد اپنے ہاتھ سے اسے کھو دیں۔ رمضان میں ہم سیدھے ہو جائیں، ہم تقویٰ کے راستے پر چلیں، ہم اللہ کی فلاح کے قریب ہوں، ہم جنت سے قریب ہو جائیں، دوزخ سے دور ہو جائیں لیکن اس کے فوراً بعد ہم اپنے آپ کو کسی گڑھے میں گرا لیں اور ہم کہیں کہ وہ رمضان کا وقت تھا گزر گیا، اب یہ زندگی یہ وقت ہمارا وقت ہے تو وہ بڑی محرومی کی بات ہے۔ اور جو رمضان میں محروم رہ گیا وہ بڑا بد نصیب ہے، وہ انتہائی بد نصیب ہے، اس کی بد نصیبی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس کے بعد پورے سال اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے کہ جو اس کو پھر ایسی نعمتیں اور ایسی سعادتیں دوبارہ اس کے سامنے پیش کر سکیں۔ میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رمضان میں ہم سب کو بخششیت امت، بخششیت قوم، بخششیت خاندان، بخششیت فرد، بخششیت ایک انسان، اللہ تعالیٰ ہمیں اس میں وہ سب کچھ جو اللہ نے رکھا ہے اس کو سمینے کی اور اس کو پانے کی، اس کو حاصل کرنے اور اس کے بعد اس کو تھام کر کھنے اور اس کے اوپر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

Audio # 10

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=g5piEoOFpjA>

Event: Friday Sermon

Total Time of Audio: 31 Minutes and 49 Seconds

Transcription:

اعوذ باللہ من شیطان الرجیم۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خواہان و برادران اسلام، رمضان المبارک کے آخری ایام سے ہم گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مہمان، وہ مہینہ جو اپنے دامن میں دنیا کی ہر بھلائی کو سمیٹ کر پختا کرنے کے لیے ہم پر سایہ فنگن ہوا تھا۔ وہ مہینہ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام تر انعامات کو سmod دیا ہے اور ہمارے اوپر ان کے حصول کے دروازے کھول دیے۔ وہ مہینہ کہ جو اللہ کی رحمت کو لے کر آیا۔ وہ مہینہ کہ جو اللہ کی مغفرت کو لے کر آیا۔ وہ مہینہ جو دوزخ کی آگ سے نجات کو لے کر آیا۔ وہ مہینہ کہ جو یہ وعدہ کر کے آیا کہ اگر تم نے یہ روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے تو تمہارے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور وہ مہینہ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی رات کا ہمیں وعدہ کیا کہ جس میں ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ٹھہر ادی گئی۔ وہ مہینہ کہ جس میں نوافل کا ثواب فرض کے برابر کر دیا گیا۔ وہ مہینہ کہ جس میں تمام امور اور واقعات کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلے صادر فرماتا ہے۔ وہ مہینہ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے پورے معاشرے کو جو مسلمان معاشرہ ہو، پورا خاندان کہ جو مسلمان خاندان ہو، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں ایک ایسی فضابرپا کر دی، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی روح دوڑا دی اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی خوبصورتی کو جو مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا نظام ہمیں دے دیا کہ ہم سب اپنے پچھلے گیارہ مہینوں کو بھول گئے اور اس ایک مہینے میں ہم نے کوشش کی کہ ہم اللہ کے ہو کر رہ جائیں۔ اس ایک مہینے میں ہم نے کوشش کی کہ ہماری نمازوں میں زیادہ پابندی ہو جائے، ہم نے کوشش کی کہ ہمارے رکوع و سجود میں تھوڑا سازیا دھن خشوع خصوص ہو جائے، ہم نے کوشش کی کہ اللہ کی طرف ہمارا دھیان قائم رکھے جائے۔

رہے، ہم بھوک اور پیاس میں بنتا ہوئے، ہم موسم کی سختی میں سے گزرے لیکن ہم نے کوشش کی کہ ہم اس عہد کو نہ توڑیں کہ جو ہم نے صحیح روزہ رکھ کر کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کا یہ مہمانِ مہینہ جو یہ سب کچھ اپنے دامن میں لے کر آیا اور جس کو سمیئنے کی اور جس سے فیض پانے کی کوئی انہتائیں تھیں، اس میں کوئی حد نہیں تھی، اس کی کوئی سرحد نہیں تھی، اس کا کوئی میزانیہ نہیں تھا، اس کا کوئی حساب نہیں تھا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے بڑی نیکیاں نماز، زکوٰۃ، حج، دین کی خدمت، دین کے لئے علم حاصل کرنا، جہاد کرنا، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اللہ تعالیٰ نے ان سب کے بارے میں ایک انداز دیا ہے کہ اس کا یہ ثواب ہے، اس کا یہ ثواب ہے، اس کا یہ اجر ہے۔ لیکن یہ وہ واحد عبادت ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اس کا ثواب میں دونوں گا۔ اس کا ثواب اللہ کی رضا، اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کی نظر، اس کے انعامات، اس کا ثواب اللہ ہی طے کر سکتا ہے۔ کوئی میزانیہ، کوئی حساب، کسی قسم کا کوئی اندازہ یا کسی قسم کے اندازے کا کوئی تناسب یا اس کا کوئی لامتناہی سلسلہ بھی، کوئی اس کو اللہ کے افاظ میں بھی پیش نہیں کر سکتا تھا، اللہ نے کہا کہ اس کی جزا میں ہوں تو یقیناً انسان اگر کوئی کام اللہ کے لیے کرتا ہے تو اس کی جزا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ تعالیٰ سے قربت ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، اس کی خشیت ہے اور اس کا تقویٰ ہے۔ رمضان المبارک کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو یہ فرمایا کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے اوپر روزے فرض کئے گئے جیسے کہ اس سے پہلے امتوں کے اوپر روزے فرض کئے گئے تھے تاکہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو یہ رمضان اور اس کے یلحات، یہ رمضان اس کی یہ شان، یہ رمضان اس کے یہ وعدے، یہ رمضان اس کی یہ برکتیں اس کی یہ سعادتیں، یہ یقیناً عید کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں ہم سے رخصت ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ زندگی دے تو یہ سعادت ہمیں آئندہ سال ہی مل سکے گی لیکن اس رمضان کا حاصل کیا تھا اور اس رمضان کا حصول کیا تھا، اس کا مطلوب کیا تھا؟ اس میں جو سعی تھی، جو کوشش تھی جو سب کچھ ایک نظام کی صورت میں ہمارے سامنے آیا اور ہم اس سے گزرے آخر اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصود کیا تھا؟ تو اللہ فرماتا ہے کہ اس کا حاصل تقویٰ ہے۔ یعنی انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے شعور کا جاگریز ہو

جانا، انسان کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کا احساس اس کو حاوی اور غالب ہو جانا، انسان کی نظروں میں اس کی ساعت میں اس کی سوچ میں اس کی فکر میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کا ڈر اس کی چھلنی کا قائم ہو جانا، کہ انسان اس کے بعد اس زاویے سے اپنی زندگی کو استوار کرے گا تو تقویٰ ایک جامع صفت ہے اور قرآن کی بے شمار آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار حدیثیں تقویٰ کی تفصیلات کو بیان کرتی ہیں۔ کوئی ایک لفظ اس کو پیش نہیں، کسی ایک لفظ کی ڈکشنری کے کسی ایک معنی سے اس کی جو گہرائی ہے اور اس کے جو مرحل ہیں، اس کی جو تفصیلات ہیں اور اس کی جو جزئیات ہیں اس تک پہنچنا مشکل ہے۔ تقویٰ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقویٰ بیہاں ہوتا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوقہ ہے، اگر وہ درست ہو تو اس کی پوری زندگی درست ہوتی ہے اور وہ قلب سے اس کو تصور کیا جاتا ہے، ”القلب“ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دل سے نوازا ہے اور دل مرکز و محور ہے انسان کی زندگی کا۔

ہم وہ کرتے ہیں جو ہمارا دل چاہتا ہے۔ ہمارے جذبات، ہماری تمناں، ہمارے خواب، ہماری آرزوں کیں، ہماری امیدیں، ہمارے خوف، ہماری خواہشات، ہمارے لمبے لمبے منصوبے، ان سب کا جو گھر ہے مسکن ہے وہ ہمارا دل ہے۔ تو یہ تقویٰ اس مسکن پر چھا جاتا ہے اور اس کو اپنا گھر بنالیتا ہے اور یہی بات ایک اور جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں کہیں پر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے اس کا نتات کی وسعتوں میں اس کی پہنچاںیوں میں، کوئی مقام ایسا نہیں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ سما سکے، جہاں اللہ تعالیٰ کو کوئی جذب کر سکے مگر ایک بندہ مومن کا دل ہے۔ تو اس دل کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے، اس کے اندر یہ کیفیت ہے، اس کے اندر یہ جاذبیت ہے، اس میں یہ طاقت ہے اور اس کے اندر وہ مقام ہے اور اس کا یہ تقدس ہے کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں پر اللہ تعالیٰ کی ذات سما سکتی ہے۔ یہ لکنی بڑی بات ہے اور یہ کتنا عظیم مقام ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہیں کہا کہ تم کوئی بہت کھربوں روپے سے محل بناؤں تو میں وہاں پر شاید سما سکتا ہوں۔ ہم اپنے لیے سوچتے ہیں کہ ہم تو جو بہتر سے بہتر ہو وہاں کوئی ہو تو پھر وہاں پر کوئی ہمارے لائق کوئی چیز ہو تو ہم وہاں پر رہیں۔ اللہ

تعالیٰ اس سڑی ہوئی مٹی کے گارے سے بننے ہوئے انسان، اس کے جسم جس کو اللہ نے تخلیق کیا ہے، اس میں جو گوشت کا ایک لوحتہ رہے جو دل ہے جو قلب ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا گھر بنا�ا اور یہ کہا کہ میں اس میں سما سکتا ہوں اور یہی چیز، یہی دل ہے کہ جو درحقیقت تقویٰ کا بھی گھر ہے۔ اس لیے کہ تقویٰ ایک جامع صفت ہے، یہ ایک مجموعہ اوصاف ہے، تقویٰ کے مظاہر بے شمار ہیں، اس کے باغ میں بے شمار درخت ہیں، اس کے پھل ہیں، ہر درخت کی بے شمار شاخیں ہیں اور ہر پھل کا ایک الگ ذائقہ ہے اور ایک الگ رنگ ہے، لیکن کوئی چیز کہیں پر انسان اس کو سما سکتا ہے تو یہ تقویٰ ہے۔ تو آج اگر ہم رمضان کو الوداع کہنے چلے ہیں اور یہ جمعۃ الوداع ہے، تو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم نے رمضان کے ان دنوں میں ہم نے کیا پایا ہے؟ ہم تقویٰ کا کونا قریبیہ، اس کا انداز، اس کا طور اور اس کا وسیلہ اور اس کا کوئی سلسلہ، اس کا کوئی جز، اس کی کوئی کیفیت، اس کی کوئی رقم، اس کی کوئی روشنی، اس کا کوئی سہارا، اس کی کوئی بندیاد، اس کا کوئی مینار، اس کی کوئی چھت، اس کا کوئی راستہ، اس کا کوئی زادراہ ہم لے کے چلیں۔ رمضان اپنی تمام برکات اور سعادتوں کے ساتھ رخصت ہو گا لیکن وہ اس تقویٰ کو جو ہم نے پایا ہے ہمارے دلوں میں چھوڑ کے جا رہا ہے تو اس کا احتساب اور اس کا جائزہ لینا ہے اور آگے کی جو زندگی ہے اس زندگی کو اگر استوار کرنا ہے تو اس کا ایک ہی عنوان ہو سکتا ہے اور وہ تقویٰ کی زندگی ہے۔

نوجوان اور ہم سب اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں پریشان ہوتے ہیں اور ہم سوچتے ہیں کہ ہم کیا کریں، ہماری زندگی کا مقصد کیا ہو، ہم کیا حاصل کر سکتے ہیں، کیا ہذا کام ہے جو ہم کر سکتے ہیں، کیا عظیم الشان کوئی چیز ہے جو ہم حاصل کر سکتے ہیں، ہم پریشان ہیں تفکر میں رہتے ہیں، ہمیں ہمارے وسائل کا پتا ہے، ہماری صلاحیت کا پتا ہے، ہمیں اپنی قوت و قابلیت کا پتا ہے اور ہم سوچتے ہیں کہ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیے، ہمارا مقصد یہ ہو جائے، ہم یہ کر لیں، ہم وہ کر لیں، ہم اس مقاصد کی جنگ میں اور اسکی کشمکش میں ہم غلط اس و پیچاں رہتے ہیں تو یہ ایک دعوت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ دوڑ کر چلو، بھاگ کر پہنچوں اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت

کی طرف کہ جو اس ساری زمین اور تمام آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہے اور جس کی وسعت حقیقت، میں اس زمین اور آسمان کا جو پھیلا ہے وہ بھی جس کی وسعت کو سمیٹ نہیں سکتا اور وہ جنت کے جو تیار کی گئی ہے مقنی لوگوں کے لیے۔ تو جہاں رمضان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ روزے ہم نے فرض کیے اس لئے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ کی زندگی پر گامزن ہو سکو، وہاں اللہ تعالیٰ پھر یہ بھی فرماتا ہے کہ جو جنت ہے یہ تو میں نے تیار ہی ان لوگوں کے لئے کی ہے جو تقویٰ لے کر آتے ہیں تو تقویٰ ایک محرک ہے، تقویٰ مقصد ہے، یہ محور ہے، یہ مرکز ہے اور تقویٰ ایک زادراہ بھی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ حج کے بارے میں ذکر کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ حج پر جانا ہے تو زادراہ لو، سواری لو، خواراک لو، لباس لو، اور وہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور سب سے اچھا جو زاد را ہے جو وسیلہ ہے جو تمہیں سفر کی کامیابی کے لئے درکار ہے، جو تمہیں سفر کے جو مقاصد ہیں اس کو حاصل کرنے کے لیے چاہیے وہ یہ تقویٰ ہے۔ تو یہ زادراہ بھی ہے، یہ منزل بھی ہے اور یہ روزے کا مقصد بھی ہے۔ اور پھر آپ دیکھیں کہ اس رمضان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل کیا ہے۔ تو یہ جو قرآن ہے یہ اپنے آغاز میں ہی یہ بات طے کر دیتا ہے کہ اس میں سے اگر کوئی کچھ سیکھ سکتا ہے، کوئی حاصل کر سکتا ہے، کوئی فیض پا سکتا ہے، اس کے علم تک کوئی پہنچ سکتا ہے، اس میں جو توقعات ہیں ان توقعات کو پورا کر سکتا ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جو پرہیزگاری کی روشن اختیار کرتے ہیں۔ تو اگر منزل بھی تقویٰ ہے، جو انعام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس انعام کو حاصل کرنے کی شرط بھی تقویٰ ہے اور جو زادراہ چاہیے وہ زادراہ بھی تقویٰ ہے اور ساتھ ساتھ اس زادراہ کو حاصل کرنے کے لیے، اس منزل پر چلنے کے لئے، اس زادراہ کو سینئے کے لیے اگر جو ہدایت ہے اس ہدایت سے جو فائدہ اٹھانا ہے تو اس کی بھی شرط تقویٰ ہے، کہ جو پرہیزگاری کا رو یہ اختیار کرتے ہیں۔ تو یہ ایک جامع صفت ہے۔ یہ ابتداء بھی ہے اور یہ انتہا بھی ہے۔ یہ راستہ بھی ہے اور یہ زادراہ بھی ہے۔ یہ حاصل بھی ہے یہ حصول بھی ہے۔ یہ مطلوب بھی ہے اور ہمیں اس کی طلب بھی ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے۔ یہ وہ صفت ہے کہ جس کے گرد ہماری زندگی کو گھومنا چاہیے۔ یہ وہ سمندر ہے یہ وہ دریا ہے کہ جس میں ہمیں ڈوبنا چاہیے۔ یہ وہ فضا ہے کہ جس میں

ہمیں پھیل جانا چاہئے اور جس میں ہمیں اپنے آپ کو قید کر لینا چاہیے۔ یہ وہ کنجی ہے کہ جس سے ہمیں اپنے ہر مسئلے کو اپنی سوچ و فکر کے ہر دورا ہے پر جس سے ہمیں اپنے مسائل کو حل کرنا چاہیے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ اس رمضان المبارک میں تین دن کی مسلسل جو ایک محنت ہے اس کے نتیجے میں یہ توقع کرتا ہے کہ یہ صرف ایک رات کی ایک دن کی ایک شب کی یا ایک یوم کی بات نہیں تھی، 30 دن ایک ایکسرسائز میں اور ایک ڈرل میں گزرے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ انسان کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے انسان کو ضعیف پیدا کیا ہے۔ یہ ارادے کا کمزور ہے، یہ بھول جاتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا کہ آدم بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم نہیں پایا۔ تو یہ انسان کہ جو ارادے کا کمزور ہے، جو بھول جاتا ہے، جو لڑکھڑا جاتا ہے، جو گرجاتا ہے پھر جاتا ہے تو اس کو 30 دن کی اس محنت سے گزارنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عادت بن جائے۔ وہ ایک روتھم (Rhythm) میں آجائے، اس کا ایک نظام بن جائے۔ 30 دن انسان جس نظام سے اور جس سلسلے سے گزرے گا، توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اس کے اندر اتنا جڑ پکڑ لی ہوگی اور اس نے اس کا اتنا ذائقہ چکھ لیا ہوگا، اس سے اس کو اتنا پچھل رہا ہوگا، اتنی خوشیاں اس کو مل رہی ہوں گی، اس کو ایسا سکون مل رہا ہوگا اور اس کو اتنی تیکیں مل رہی ہوگی اور وہ اس کا اتنا خوگر ہو چکا ہوگا اور عادی ہو گیا ہوگا کہ اس کے بعد وہ باقی ایام میں اسی سوچ میں اور اسی کوشش میں اور اسی انداز سے گزارے گا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بعید نہیں تھا کہ وہ رمضان المبارک کی جوانعامات ہیں جو سعادتیں برکتیں ہیں، جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو رمضان کے بعد بھی جاری رکھتا اور یہ دوسری شکلکوں میں یقیناً جاری ہیں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے، اس کی مغفرت کے دروازے، دوزخ کی آگ سے نکلنے کے دروازے اور اللہ تعالیٰ سے چھوٹے چھوٹے اعمال کر کے کثیر القصیر ثواب کو سمیٹنے کے راستے کوئی بند نہیں ہو گئے، باقی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے راستے کھولے ہیں، دوسرے دروازے اور کھڑکیوں کی نشاندہی کی ہے، دوسرے ابواب ہیں جو قائم ہیں جن میں اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ نے انعامات رکھے ہیں، ان کو

تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور ان کو پانے کی ضرورت ہے اور اس کی تیاری ہے جو ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ ہمیں کرواتا ہے تو یہ نہیں کہ اب یہ رحمت اور مغفرت اور دوزخ کی آگ سے نجات کا سلسلہ 11 مہینے بند ہے۔ اب اس کے دوسرا طریقے اور انداز ہیں، اور وہ یہ کہ ہم باقی زندگی جو گیارہ مہینے ہیں اس کے بارے میں کچھ طے کریں اور اس کے بارے میں سوچیں کہ ہم کس طریقے سے ایک نئی زندگی گزار سکتے ہیں، اپنی بہتری پیدا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی شدید ترپ ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں تمہارا ترکیہ کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ نے ارادہ کیا ہے، میں نے ارادہ نہیں کیا بھی، میں نے سوچا بھی نہیں ہے، میں نے دیکھا بھی نہیں ہے، میں تو اچھتی ہوئی دعائیں لیتا ہوں یا اللہ میرے گناہ معاف کر دے۔ اے اللہ میرے گناہ معاف کر دے۔ یہ اچھتی ہوئی ٹوٹی ہوئی اکھرتی ہوئی بے دل کی دعا ہم تین چار دفعہ مانگ لیتے ہیں اور کہتے ہیں گرینڈ (Granted)، میں نے کہ دیا ہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ اتنا تو ہم کسی کو جب ٹیلفون پر ہیلو بھی کرتے ہیں تو اس سے زیادہ ہم اس سے پوچھ لیتے ہیں، خدا حافظ بھی کرتے ہیں تو اس سے زیادہ ہم اس کے ساتھ اپنے جذبے کا شوق کاظہ کرتے ہیں۔ لیکن اللہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ ہماری طرف توجہ کرے گا ہماری توبہ کو قبول کرے گا، وہ ہمیں سہولت دے گا۔ کل سورۃ طلاق کی آیات تلاوت کی گئی ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے اس لئے کہ تقویٰ کی روشن پر جب لوگ چلنے کا سوچتے ہیں تو ان کے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ بڑا مشکل کام ہے۔ یہ تو پہاڑ ہے، خود قرآن کہتا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو یہ لرز کے ختم ہو جاتا اور اس نے انکار کر دیا، تو یہ میں اور آپ کیا کر سکتے ہیں؟ یہ ہمارے بس کی چیز نہیں ہے، یہ مولوی صاحب کریں گے۔ یہ کوئی اور نیک لوگ ہیں وہ کر لیتے ہیں، ہم ان کے جلو میں چلتے ہیں، ہم ان کے ساتھ ہیں، ان کی دعا ہمیں لگ جاتی ہے، ان کے سائے میں ہم ہیں اور وہ ہمارا نذر اندھے ہے، وہ ہمارا ان کے ساتھ تعلق ہے، ہمارا کام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے لیکن اس کا مقصد نہیں ہے کہ آپ اپنے آپ کو وڈرا (Withdraw) کر لیں، آپ سرندھر (Surrender) کر لیں کہ یہ میری ذمہ

داری نہیں۔ یہ ذمہ داری آپ کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے راستے نکال دے گا، تمہیں مشکلات سے نکال دے گا۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانیاں پیدا کر دے گا۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور ایسی جگہ سے تمہیں رزق دے گا کہ جس کا تم اپنے گمان میں بھی خیال نہیں کر سکتے۔ تو یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس منجدا پر چل پڑو، اس سمندر کے اوپر دوڑنا شروع کر دو اور اب میں نے تو امتحان لینا ہے تمہارا میں نے تو تھیں آزمائش میں بیٹلا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر آزمائش میں بھی بیٹلا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کے اندر سے کامیابی کے ساتھ نکلنے کے تمام جو سہارے ہو سکتے ہیں وہ فراہم کیے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور استقامت کا جنہوں نے مظاہرہ کیا اور اس کے اوپر ڈٹ گئے، انہوں نے پا مردی دکھائی، انہیں لرزش نہیں ہوئی، وہ سیدھے راستے کے اوپر چلتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کے اوپر فرشتے نازل کر دیتا ہے۔ یہ فرشتے جوانبیاء پر نازل ہوئے، یہ فرشتے کہ جن کے لئے اولیاء مشہور ہیں کہ ان کے اوپر نازل ہوئے، یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہر انسان پر جو ایمان لا یا اور جو ڈٹ گیا اس کے اوپر نازل ہو سکتے ہیں اور یہ وہ فرشتے ہیں کہ جو بشارت دیتے ہیں جنت کی۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے اور یہ رمضان تک محدود نہیں ہے یا رمضان کی بات نہیں ہے، یہ پورے گیارہ مہینے کے لئے اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا کرتا ہے جس نے دیا اور جوڑا اور جس نے تصدیق کی بھلائی کی، تائید کی بھلائی کی، اس کے لیے ہم آسانی کے راستے پر چلنے کی سہولت پیدا کر دیتے ہیں اور جس نے روک لیا، جس نے بغل کیا اور جس نے بھلائی کو بھلا کیا، اس کے لیے ہم آسانی پیدا کر دیتے ہیں مشکل راستے کی طرف۔ تو یہ ہمارا خیال ہے، یہ ہمارا خام خیال ہے، یہ ہماری سوچ کا قصور ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ تقویٰ کا راستہ مشکل راستہ ہے، اس میں جانے کا مطلب اپنے آپ کو پھنسالیں ہے، اس میں جانے کا مطلب اپنے آپ کو دنیا سے فارغ کر لینا ہے، اس پر جانے کا مطلب اپنے آپ کو بیوقوف بنانا ہے، اس میں جانے کا مطلب پتہ نہیں کن کن آزمائش میں بیٹلا کرنا ہے، بڑے بڑے انبیاء آئے تھے کیا کیا ان کو مشکلات نہیں آئی، اس

کام مطلب اس راستے پر چلنا ہے کہ میں اپنا تھوڑا سا سیدھا راستہ رکھ رہا ہوں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آسانی کا راستہ ہے لیکن قرآن فرماتا ہے کہ ان کے لیے ہے وہ ایک گھم بیر قسم کی الجھنوں کا مشکلات کا ایک پورا نظام کہ جو اس راستے سے ہٹ کے چلتے ہیں اور خود سورہ بقرہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک راستہ تقویٰ کا راستہ ہے ظاہر ہے، لیکن جو لوگ تقویٰ کے راستے سے ہٹ جائیں اس سے منہ موڑ لیں تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ہم ان کے دلوں میں اور ہم ان کی سماںتوں پر ایک مہر لگادیتے ہیں، اس لیے تقویٰ یہاں ہے۔ اگر یہاں تقویٰ نہیں ہے تو یہاں پر زنگ ہے، اگر یہاں تقویٰ نہیں ہے تو یہاں تار کی ہے، اگر یہاں تقویٰ نہیں ہے تو یہاں پر ایک مہر ہے، اگر یہاں تقویٰ نہیں ہے تو یہ دل جو ہے یہ برائی کا فساد کا فتنہ کی ایک جڑ ہے، اس کا گھر ہے، یہ ایک ایسا شہنشاہ ہے کہ جو پھر انسان کی پوری زندگی کو خراب کرے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے اور ہم ان کی آنکھوں میں پر دہ لگادیتے ہیں۔ تو جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بھائی تقویٰ کا راستہ تو ایک ایسی کوئی ڈیل ہے، کوئی بارگین ہے کہ پتہ نہیں کیا ہوتا ہے کیا نہیں ہوتا اور ایک ریشنل مائنزد Rational Mind کے لئے، ایک لو جیکل مائنزد Logical Mind کے لئے، تو یہ چیز ہے کہ جو دو اور دو چار کی طرح سامنے آ رہی ہے، ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ درحقیقت وہ لوگ ہیں کہ جن کو بظاہر وہ کہتے ہیں کہ نظر آ رہا ہے وہ دیکھ رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں ان کی آنکھوں پر پر دہ ڈال دیا ہے، انہیں حقیقت میں نظر نہیں آ رہا، پچھوڑ وہ لوگ ہیں جو اپنی دو آنکھوں سے غیب کی چیزیں دیکھ رہے ہیں اور اللہ کو پہچان رہے ہیں اور اس سے قریب ہو رہے ہیں اور پچھوڑ وہ لوگ ہیں کہ جب غیب کو نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم تو جو کچھ دنیا کا ہے وہ دیکھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی آنکھوں پر پر دہ لگادیا ہے، انہیں حقیقت میں پچھنچ نہیں آ رہا تو جو غیب کو نہ دیکھتے وہ حقیقت میں دنیا کو بھی نہ دیکھتے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت کچھ سیکھ رہے ہیں، ہم بہت کچھ جان رہے ہیں، بڑی ہماری تحقیقات ہیں، بڑی ہماری سوچ ہے، بڑی گہرائی ہے اور بڑا ہمارا عبور ہے، ہم نے بڑا احاطہ کیا ہوا ہے، ان کو معلوم ہونا چاہیے نہ ان کے کان کام کر رہے ہیں نہ ان کی آنکھیں کام کر رہی ہیں نہ ان کا دل کام کر رہا

ہے، ان کا دماغ کیا کرے گا۔ تو لوگو، خواتین و حضرات، خواہ ران اسلام، برادران اسلام، یہ رمضان کا پیغام تھا۔ رمضان چند دنوں میں ہم سے رخصت ہو جائے گا۔ لیکن رمضان کا تحفہ، رمضان کا انعام، رمضان کا نچوڑ اور رمضان کا حاصل اور رمضان سے جو کچھ ہم نے حصول کیا ہے، جو کچھ ہم نے پایا ہے وہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ جو کچھ ہم کر سکے اللہ تعالیٰ اسے قبول کریں، جو کچھ نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہماری قسمت میں اور ہمارے اعمال میں لکھ دے۔ جو نیکیاں ہمارے زمرے میں آئیں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبول کریں اور ہمیں نیک نیتی کے ساتھ نیکی کرنے کی توفیق دے اور جو نیک نیکیاں ہم نہیں کر سکے اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے انعام کے طور پر ہمارا نامہ اعمال میں لکھ دے، اور جو برا ایساں ہم سے سرزد ہوئی ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اپنے وعدے کے مطابق ان برا نیکوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دے، ان برا نیکوں کو مٹا دیں اور اس کی جگہ نیکیوں کو لکھ دے۔ یہ رمضان کے آخری ایام، آخری سعادتیں، آخری لمحات، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس میں ہمیں وہ حاصل کرنے کی توفیق دے جو اس سے پہنچنیں کر سکے۔ آمین۔

Audio # 13

URL: https://www.youtube.com/watch?v=_kweHzTRxFg

Event: Friday Sermon

Total Time of Audio: 33 Minutes and 55 Seconds

Transcription:

اعوذ باللہ مِن الشیطان الرجیم۔ سُمِّ اللہ ارجمن الرجیم جہرۃت میں نے آپ کے سامنے ابھی سورۃ العران کی 102 سے لے کر 104 نمبر کی آیات تلاوت کیں اور یہ آیات اس لحاظ سے اہم ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے ایک جامع ہدایت کی ہے اور اپنا ایک جامع تصور اس زندگی کا جو ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اس میں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سمو دیا ہے اور اس قرآن میں جو تمام باتیں ہیں ان کو انہی آیات کی تفصیل کے طور پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ پہلی آیت میں یہ کہا اے لوگو جو ایمان لائے ہوں اللہ سے ڈروکہ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کتم اطاعت گزار ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک طریقہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اسی طریقے سے بلا تا ہے کہ جس طریقے سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی نسبت کو قائم کیا ہے۔ ہمارا اللہ سے جو تعلق ہے وہ اس حوالے سے ہے کہ ہم اللہ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم نے اللہ کو پہچانا ہے اور ہم نے اس کی بندگی اختیار کرنے کا اعلان کیا ہے اس کا عہد کیا ہے اور ہم اپنے آپ کو مسلمان کھلاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسی حساب سے ہمیں کہتا ہے کہ اے وہ لوگو جو میرے اوپر ایمان لائے ہو، جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو۔ ایمان ذہن سے اللہ تعالیٰ کو مالک اور رب اور حق ماننے کا نام ہے اور دل سے اس کو تسلیم کرنے کا اس کا اقرار کرنے کا نام ہے تو اللہ تعالیٰ اسی حوالے سے اور اسی نسبت سے یہ کہتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مجھ سے ڈروکہ جیسا کہ مجھ سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کتم مسلمان ہو، تم اطاعت کرنے والے ہو، تمہارا سر تسلیم خم ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے مختلف درجات ہیں۔ ایک درجہ یہ ہے کہ ہم کہیں کے ہم اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن حقیقت میں ہم اللہ

سے کبھی نہ ڈرتے ہوں اور اس کا کوئی خوف اور اس کے خوف کے یا اس کے اندر یشے کی یا اس کے غالب ہونے کی یا اس کی موجودگی کا کوئی احساس ہمارے دل و دماغ میں کسی بھی لمحے نہ ہو، باقی نہ رہے اور ہم اس سے بے پرواہ ہو کر اپنی زندگی گزار رہے ہوں اور ہمیں اس کی بھی کوئی طلب نہ ہو، احساس نہ ہو کہ ہمیں اللہ سے ملتا ہے یا اس کی کوئی مرضی یا اس کی کوئی رضا بھی ہے اور ہم ایک ایسی زندگی گزار رہے ہوں کہ جو ایک اللہ پر ایمان نہ لانے والا بھی گزار سکتا ہے۔ تو یہ ایک درجہ ہے کہ اللہ سے بے پرواہ ہو کر اور اس کے ڈر اور خوف سے بالاتر ہو کے ہم زندگی گزاریں، اس کی موجودگی کے احساس اور شعور سے بھی ہم گزر جائیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ہم کہیں کہ اللہ ہے، اس کا احساس اور شعور ہو اور اس کی موجودگی کا بھی ہمیں یقیناً اس کا بھی احساس ہو لیکن یہ کہ اس کا کوئی خوف نہ ہو، تو اس صورت میں بھی یہ ہے کہ جیسے کہ ہمیں احساس ہو گا اور شور ہو گا لیکن اگر خوف نہیں ہو گا تو اس کے نتیجے میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، اس کے نتیجے میں کسی سمت کا تعین نہیں ہو گا، ٹھیک ہے اللہ موجود ہے لیکن اس کا کوئی خوف تو نہیں ہے کوئی ڈرنے والی چیز نہیں ہے، کوئی لحاظ کرنے والی چیز تو نہیں ہے۔ یہ بھی کوئی بات ہے کہ ہم اللہ سے ڈریں، وہ تو رحمان رحیم ہے، چائے ہم یہ سوچ کر کہیں، چاہے یہ سوچ کر کہیں کہ ٹھیک ہے وہ دیکھ رہا ہے، جب ہم اس کو دیکھیں گے تو ہم اس کو دیکھ لیں گے، پھر ہم دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے، ٹھیک ہے۔ تو چاہے آدمی اس کے خوف کو ٹال رہا ہو یا اس خوف سے اس نے نکلنے کے بھانے اپنے پاس ذہن میں رکھیے ہوں یا چاہے اس سے آدمی لائق ہو، لیکن یہ ایک دوسرا درجہ ہے کہ آدمی احساس اور شعور رکھتا ہو لیکن پھر بھی خوف نہ ہو کہ وہ اس کو سمجھے۔ خوف کا مطلب نہیں ہے کہ آدمی تھرٹھر کا پ رہا ہو، یہ بعد کی بات ہے لیکن اس کا مطلب صرف اتنا تو ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ وہ غالب ہے اور وہ حاکم ہے۔ تیسرا درجہ پھر یہ ہے کہ ہم یہ سوچیں کہ نہیں کہ موجود بھی ہے، اس کا احساس اور شعور بھی موجودگی کا موجود ہو اور زندہ ہو اور ساتھ آدمی یہ بھی سوچے کہ وہ حاکم ہے اور وہ رب ہے۔ حاکم سے مراد یہ ہے کہ اس کا حکم اس وقت چل رہا ہے اور رب سے مراد یہ کہ وہ ہماری پروش کرتا ہے اور وہ خالق ہے تو یہ تیسرا درجہ ہے کہ ہم یہ سوچیں کہ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارا خالق

بھی ہے ہمیں پیدا کیا ہے، ہمارا حاکم بھی ہے ہم پر اس کا حکم بھی چل رہا ہے، ہمارا رب بھی ہے ہماری پروردش بھی وہ کرتا ہے اور ہمارا مالک بھی ہے یعنی روز قیامت ہمیں اس کے سامنے حاضر بھی ہونا ہے تو یہ اگر چارھاتوں میں اگر ہمارا اس کے ساتھ تعلق بن جائے، اللہ کا بحیثیت خالق بحیثیت حاکم بحیثیت رب اور بحیثیت مالک تو ہم ایک تیرے درجے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد چوتھا درجہ یہ ہے کہ ہم یہ سوچیں کہ یہ خالق ہے یہ حاکم ہے یہ رب ہے یہ مالک ہے تو اب اس کے تقاضے کیا ہیں اور اس کے مطابق ہم یہ سوچنا شروع کریں کہ ہمیں کس طریقے سے زندگی گزارنی ہے، ہماری صبح کیسی ہو ہماری شام کیسی ہو، ہمارا قول کیسا ہو ہمارا فعل کیسا ہو، ہمارا چلنا پھرنا کیسا ہو، ہماری دلچسپیاں کیا ہوں، ہماری پسند و ناپسند کا معیار کیا ہو، ہماری گفتگو کا کیا معیار ہو، ہمیں اس دنیا میں کسی چیز کی دوڑ دھوپ کرنی ہے، ہمیں محنت کیا کرنی ہے، ہمیں اپنی توانائی کہاں لگانی ہے اور ہمیں تعلقات کو کس طریقے سے استوار کرنا ہے اور ہمیں زندگی میں کن منزلوں کو حاصل کرنا ہے اور ہمارے لئے کیا چیزیں ہیں جو کہ اللہ نے جائز کی ہیں اور کیا چیزیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ تو یہ ایک کیفیت ہے کہ جس میں آدمی اس بات کی ترڑپ اور جذبہ رکھتا ہے اور یہ ایمان کی ترڑپ ہے۔ ایمان ایک ایسی چیز ہے جو کہ گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے، یہ بھی جا گتا ہے کبھی سوتا ہے، کبھی بے اثر ہوتا ہے کبھی با اثر ہوتا ہے، یہ بھی کمزور ہوتا ہے کبھی طاقتوں ہوتا ہے، یہ بھی روشن ہوتا ہے اور روشنی کی طرح ہمیں راستہ دکھاتا ہے اور بھی یہ تاریک ہو جاتا ہے ایک گھٹا بن جاتا ہے۔ یہ ہمارے اوپر ہے کہ ہم اس ایمان کو کتنی جلا بخشنے ہیں اور اس ایمان کو کتنا توانا اور مضبوط بنانا کرائیں دل میں رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ یہاں پر یہ کہہ رہا ہے کہ جو مطلوب ہے اور جو اللہ کو مقصود ہے، وہ وہ نہیں ہے جو پہلا درجہ ہے جس میں کہ انسان اس کی موجودگی کے احساس سے بھی خالی ہو۔ وہ یہ بھی نہیں کہ صرف دوسرا درجہ ہے کہ جس میں موجودگی کا احساس اور شعور ہے لیکن اس سے آگے کا کچھ پتہ نہیں ہے اور اس کے آگے کی کوئی جھلکی نظر نہیں آتی اور وہ تیسرا درجہ بھی نہیں ہے کہ جس میں کہ انسان موجودگی کا احساس بھی رکھتا ہو اور اس کے ہونے کا بھی اس کو احساس ہو لیکن اس کو اس کی تفصیلات کا پتہ نہ ہو اور صرف وہ

درجہ بھی نہیں ہے کہ جس میں انسان سوچ کر ہاں یہ مالک ہے خالق ہے رب ہے اور ہمارے لئے ایک اہم ترین ہستی ہے اور ہمیں اس کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنی ہے، بلکہ یہ وہ درجہ ہے کہ جس میں انسان آگے بڑھ کے، پرواکیٹولی (Proactively) انسان اپنی زندگی کو اسی حساب سے سنوارنے کی کوشش کرتا ہے اور زندگی کے فضیلے اور زندگی کو گزارنے کا منصوبہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو سامنے رکھ کر کرتا ہے اور اس جانب آگے بڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جو مطلوب و مقصود ہے، وہ انہتا جو اللہ تعالیٰ یہاں ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح نہ ڈر و کہ جس طرح تم ڈر سکتے ہو یا جس طرح تم اس کی موجودگی اور اس کا خوف اور احساس تم کر سکتے ہو بلکہ جیسا کہ اس کا کرنے کا حق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تقاضا ہے، اس کا معیار یہ ہے، ایک امتحان ہوتا ہے تو ایک شاگرد اپنی بہترین پرفارمنس دکھاتا ہے اور پھر ٹیچر سے کہتا ہے کہ یہ میرا بہترین ہے، میں محنت کر کے تھک گیا ہوں میں نے انہتا کر دی ہے، اس سے اوپر میں نہیں جاسکتا، یعنی شاگرد یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی استطاعت کے مطابق کام کر کے دکھادیا ہے تو قرآن میں کہیں یہ بھی ہے کہ جیسے کہ تمہاری استطاعت ہو، قرآن میں یہ بھی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ ہمیں انسپاٹر (Inspire) کر رہا ہے، ایک بڑی چیز سے کر رہا ہے۔ بعض اوقات ٹیچر یہ کہتا ہے سٹوڈنٹ کی تعریف کرتے ہوئے کہ تم میری توقعات پر پورا اترے ہو، ٹھیک ہے یا ٹھیک یہ کہتا ہے کہ تم میری توقعات سے بھی زیادہ پورا اترے ہو یا ٹھیک ہے میں سٹوڈنٹ سے یہ کہتا ہے کہ میرے پڑھانے کی تاریخ میں تدریس کی میرے تجربے میں مشاہدے میں کبھی میں نے اتنا چھا کام نہیں دیکھا، تو ٹیچر بعض اوقات اس طرح سے ریمارکس دیتا ہے تو ہم یہی کہتے ہیں کہ جو 400 جی پی اے لے گیا ہے وہ شاید کوئی ایسا آدمی ہے کہ جس کو کہ ہم جانچ ہی نہیں سکے، اس لئے کہ اسکا سکور پورا ہے، فوراً بائی فور ہے یعنی یہ کہ وہ ہماری چھلنیوں سے اوپر ہے، اس کے لیے کوئی اور چھلنی چاہیے تھی شاید ہمیں، اس سے اوپر کوئی چھلنی ہوتی تو ہم اسے کہیں پرجانچتے اور کہتے کہ نہیں یہ ہے تمہارے اندر، لیکن یہ نہیں ہے لیکن جو چھلنی ابھی ہم نے لگائی ہوئی ہے یا اس سے اوپر گیا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک نیر پرفیکٹ (Near Perfect)

(Perfect) ہے تو یہاں اللہ تعالیٰ یہی کہتا ہے اور بعض اوقات خاص کر امریکہ میں جب اسکورنگ ہوتی ہے تو میں نے دیکھا ہے کہ ٹیچر کہتا ہے کہ یہ 10 بڑے 10 ہے، 12 بڑے 10 ہے، وہاں پر سینیڈر ڈیڈیتا ہے ٹیچر کے دیکھیں 10 بڑے 10 تو آپ کو لینے ہی ہیں، یہ کیا بات ہے کہ دس میں سے آپ آٹھ لے رہے ہیں چار لے رہے ہیں پانچ لے رہے ہیں نوں لے رہے ہیں، یہ کیا ہے؟ دس میں سے دس تو آپ کوپنی سیلف اسٹیم کے لئے عزت کیلئے لینا ہی لینا ہیں۔ بات یہ ہے کہ آپ دس سے اوپر کتنا لیتے ہیں تو وہاں پر جو کمپیشن (Competition) ہے وہ ٹین اول آف ٹین کا نہیں ہے، کہ یا رپانچ آگیا ہے چھ آگیا ہے، یہ چل رہا ہے بی چل رہا ہے، گزارہ ہے یار فرست کلاس ہے کام ہورہا ہے۔ نہیں ہے۔ وہاں پر اگر آپ نے دس بای دس لے لئے ہیں تو وہ بات نہیں ہے، بات ہے اوپر کی، لوگ کہتے ہیں کہ میرا الیون ہے، میرا ٹولیو ہے، میں ففھیں پر آیا ہوں۔ ٹیچر اس طرح سکور دیتا ہے۔ وہ ٹین اول آف ٹین سے تو شروع ہوتے ہیں۔ اوپر دکھاتے ہیں کہ کون کدھر کتنا جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں یہاں انسپائر (Inspire) کر رہا ہے کہ ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا مجھ سے حق ہے تو یہ ایک معیار ہے۔ یہ ایک سینیڈر ڈسے اوپر کی چیز ہے۔ یہ گزارے کی نہیں یہ سینیڈر ڈسے اوپر کی چیز ہے اور اگر جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے یا جیسا کہ تعلق رکھنے کا حق ہے، اگر ہم وہ چیز وہ معیار اگر اللہ کے ساتھ نہ رکھیں تو ہم اور کس کے ساتھ رکھیں گے؟ ہم کہتے ہیں کہ والدین کے ساتھ جیسا کہ والدین کا حق ہے ان کا حق ادا کرو، پڑوسی کا حق ادا کرو۔ ہم کہتے ہیں ان کا حق ادا کرنا چاہیے ان کے اتنے احسانات ہیں تو جو اللہ تعالیٰ ہے اس کے ساتھ بھی یہی تعلق ہے کہ جیسا کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ہے ویسا ہمیں ڈرنا چاہیے اور اس معیار کو سامنے رکھنا چاہیے۔ ہم کتنا حاصل کرتے ہیں، کیا کچھ پاتیں ہیں، کتنا سمیتے ہیں، ہمارے دامن میں کیا آتا ہے وہ بعد کی بات ہے۔ اللہ کیھر رہا ہے کہ میری کوشش کیا ہے، میں کیا کر سکتا تھا، کیا کیا، کیا نہیں کیا، کیا نہ ہو سکا، وہ کیوں نہ ہوا اور جو ہو سکا وہ کیوں کر ہوا اور میری نیت کیا تھی اور میرے اعمال کیا تھے اور نتائج کیا تھے، یہ سب چیزیں اللہ کیھر رہا ہے۔ ان کو سمیٹنا ہمارے آنکھوں کی، ہمارے دماغ کے بس میں نہیں ہے، وہ اللہ ہی جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے،

بڑا خوبصورت بڑا بلند ترین بڑا جامعہ بڑا اعلیٰ وارفع اللہ تعالیٰ کہتا ہے، معیار ہمارے سامنے رکھتا ہے اور دیکھو تمہیں موت نہ آئے اس حال میں کتم مسلمان نہ ہو۔ ابھی ہمارے ایک ساتھی فیکٹی ممبر، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے ان کی مغفرت فرمائے، کہ وہ یونیورسٹی آئے پرسوں اور صح اخنوں نے اپنے دن کا آغاز کیا ہے، پکوں کو گھر سے سکول چھوڑا ہے، یہاں پر آئے ہیں، 39 سال کی عمر تھی، صحت ہر لحاظ سے سب کچھ ٹھیک تھا، چیز پر سن تھے اک ڈیپارٹمنٹ کے۔ لیکن دیکھیں یہاں آئے اور اتفاق کی بات تھی کہ اس دن میں نے انہیں یاد کیا اور میں نے کہا مجھ سے مل لیں، تو وہ آئے، بیٹھے، ہم نے کافی پی، کوئی بات چیت کی کسی موضوع پر اور اسکے بعد تو یہاں سے گئے اور ایک گھنٹے کے اندر اندر ان کی مجھے خبر آئی کہ وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں تو یہ انسان کی زندگی کی حقیقت ہے تو اس لحاظ سے آپ دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ دیکھو موت کی غیر یقینی، اس کا وقت غیر یقینی ہے لیکن اس کی حقیقت جتنی یقینی اتنی کسی اور شے کی نہیں ہے تو موت کسی بھی وقت آسکتی ہے، موت کا وقت معین نہیں ہے لیکن اس سے برحق کوئی شے نہیں ہے تو میرے ایک دوست ہیں وہ یہی کہتے تھے مجھ سے کہ انسان اپنی زندگی میں صرف ایک لمحے کا دعویٰ کر سکتا ہے زیادہ سے زیادہ، صرف ایک سانس کا دعویٰ کر سکتا ہے لیکن پھر انہوں نے کہا گروہ جو گزر گئی ہے، جو نہیں آئی ہے اس کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتا تو میں دعویٰ کر سکتا ہوں لیکن اسی سانس کا کر سکتا ہوں جو ابھی میں نے نے لے لی۔ اس سے زیادہ میرا اختیار ہی نہیں ہے زندگی یہ، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم ہر وقت، یعنی مقصد یہ ہے کہنے کا کہ تم ریلیشنسی (Relentlessly) ہل چیم، استقامت، اسی لئے قرآن میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں بے شک کہ اللہ کو ہم نے رب مانا، اس کا اقرار کیا، اس کا اعلان کیا اور پھر ڈٹ گئے، جم گئے، پھر پارہ دکھائی، پھر ہلنہیں، لگوش نہیں کھائی، گرے نہیں، بہکنہیں، ان کے قدم ڈگکائے نہیں، راستہ نہیں بھولے، وہ چلتے رہے اور اسی راستے پر کھڑے ہو گئے اور وہیں پر آگے بڑھتے گئے۔ استقامت اس چیز کا نام ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ تم موت نہ آئے اگر تم نے سوچ لیا کہ نہیں آج تو موت نہیں آئی ہے لہذا آج شام میری یہ ہے، آج رات تو موت

نہیں آئے گی یا کل تو موت نہیں آئے گی تو چلو میں آج یہ کروں۔ انسان تو گارنٹی (Guarantee) دے ہی نہیں سکتا تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہر وقت تمہیں ایسی حالت میں ہونا چاہیے کہ جس میں تم اطاعت کر رہے ہو تاکہ تمہیں بھی ایسا ہو جائے کہ موت آجائے اس حال میں کہ تم اطاعت کے دائرے سے باہر ہو اور اطاعت کے برخلاف کوئی کام کر رہے ہو، اللہ کی مرضی کے برخلاف کوئی کام کر رہے ہو، یعنی جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے ویسے ڈرنے سے تم بچے ہوئے ہو، اس سے ہٹ کر ہو تو یہ ایک بہت بڑی انسپریشن (Inspiration) ہے۔ یہ ایک ایسی آیت ہے کہ جو ہمیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور یہ اللہ ہم سے اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ تمہاری گویا پوری زندگی، ہر صبح ہر شام، ہر مقام پر ہر صورت میں، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے تمہیں حالت اطاعت میں ہونا چاہیے، تمہیں میری رضا اور خوشنودی کی طلب میں سرگردان ہونا چاہیے، تمہاری زندگی میں میرا رنگ غالب ہونا چاہیے، میرے احساس اور شعور کے ساتھ تمہارے دل دماغ کو لبریز ہونا چاہیے اور اس میں یہ احساس غالب ہونا چاہیے تو یہ اللہ تعالیٰ ہم سے تقاضا کر رہا ہے اور اگر ہم ایسا اللہ کے ساتھ نہ کریں کہ اس کی یاد پر مٹتے ہوں اور مرتے ہوں اور اس کی یاد میں زندگی گزارتے ہوں رہتے ہوں تو اور کس کے ساتھ کریں گے؟ اس لئے کہ جو صلحہ ہے وہ اللہ ہی دے سکتا ہے اور یہ اللہ کی شان ہے کہ اللہ کہتا ہے سورہ رحمان میں جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کر کے کہ احسان کا بدل تو یہی ہے تو یہ اللہ کی شان ہے کہ اللہ ہمارے اس عمل کو کہتا ہے کہ یہ احسان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ محسن کہتا ہے ایسے لوگوں کو، احسان کہتا ہے کہ جو کہ اس معیار پر ہوں، یہ محسین ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محسین کے بارے میں یہ بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اس نے اعلان محبت کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جو احسان کرتے ہیں، جو بنیاد سے اوپر ہیں، جو ایک آخری درجات میں انتہا میں ہیں، اوپر ہیں، آگے بڑھنے والے، سبقت لے جانے والے، دوڑنے والے ہیں تو یہ ایک بہت بڑی انسپریشن (Inspiration) ہے۔ اس میں ہماری زندگی کا مقصد بھی ہمیں معلوم ہو جاتا ہے۔ اس میں ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ دن کا آغاز کیسے کرنا ہے اور دن کا اختتام

کیسے کرنا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ زندگی کا آغاز کیسے ہونا چاہیے اور زندگی کا اختتام کس طرح ہونا چاہیے۔ اس میں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری دوڑ دھوپ کیسی ہوئی چاہیے اور اس میں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس دنیا میں ہماری ڈیل کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کامیابی اور ناکامی کا معیار کیا ہے تو یہ سب کچھ بہت اچھی طرح اس ایک آیت میں واضح ہو گیا ہے۔

اس کے بعد کی جو آیت ہے وہ بھی اسی طریقہ سے بڑی اہم ہے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ کپڑا لول کرایک ہو کے اور اختلاف نہ کرو، تفرقة نہ کرو، تمازعاًت میں نہ پڑا اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہے کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تمہارے ہاتھ ایک دوسرے کے گریبانوں پر تھے اور اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی ایک دوسرے کے لئے اور اس کی وجہ سے جب اللہ نے تمہیں جوڑا تو تم بھائی بھائی بن گئے۔ ایک سندھی ہے، ایک پنجابی ہے، ایک بلوچی ہے، کشمیری ہے، ایک یونانی ہے، ایک امریکی ہے، ایک چینی ہے، ہم کہتے ہیں سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اللہ نے ہمیں بھائی بھائی بنایا ہے، ہمیں ایک اجتماعیت دی ہے، ہمیں ایک امت بنایا ہے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ یہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے بارے میں اشارہ کر رہا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا ہے جس نے ہمیں ہدایت دی، ہمیں قرآن پہنچایا اور ہمیں اس آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچالیا اور ہدایت ہم تک پہنچا دی۔ اس طرح اللہ اپنی نشانیوں کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ ہم اس سے سیدھا راستہ اختیار کر لیں اور تیری آیت یہ کہ تم میں سے کچھ لوگ تو ضرور ایسے ہونے چاہیے کہ جو دعوت دیں خیر کی طرف بھلائی کی طرف اور جو معروف ہے جو بھلا ہے جو حق ہے جو سچ ہے اس کی طرف لوگوں کو آنے کا حکم دیں اور برا نیوں سے روکتے رہیں، یقیناً ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں یعنی یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایک طرف انفرادی زندگی اس کے لئے ہمیں ایک منزل بتائی ہے، ہمیں ایک معیار دیا ہے، ہمیں اس کا مقصد بتایا ہے اور ہمیں اس انفرادی زندگی کو ڈھانے کا طریقہ کا رہنمایا ہے، ایک

ضابطہ حیات دیا ہے، ایک امنگ ایک جذبہ دیا ہے اور ہمارے ذہن اور ہمارے دل و دماغ کو متوجہ کیا ہے اور ان کو ایک ایسی حقیقت اور ایسا راستہ دکھایا ہے کہ جس سے بہتر جس سے بالا جس سے اعلیٰ کوئی اور راستہ ہونہیں سکتا اور پھر دوسرا طرف اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ الگ الگ اگر ہر آدمی بھی تقویٰ کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو تو یہ کافی نہیں ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بھائی بن کے رہنا ہے۔ یہ اللہ کی ایک نعمت ہے جو اللہ نے ہمارے اوپر کی ہے اور ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہیں جو یہ کام کریں کہ بھلائی کی طرف لوگوں کو بلا کیں اور برائی سے لوگوں کو روکیں اور یقیناً ایسے ہی لوگ جو ہیں وہ فلاح پانے والے ہیں۔ یعنی فلاح کا حصول، اللہ کے نزدیک کامیابی کا جو معیار ہے وہ صرف یہ نہیں ہے اور صرف یہیں تک محدود نہیں ہے کہ ہم انفرادی طور پر درست ہوں اور تقویٰ ہماری زندگی میں غالب ہو اور ہم اپنے معاشرے سے بے پرواہوں اور ہمیں اپنی امت کا کوئی خیال نہ ہو، ہمیں اپنے ارد گرد کا کوئی خیال نہ ہو، ہمیں اپنی سوسائٹی کی کوئی فکر نہ ہو اور ہمیں جس گروہ میں ہم رہ رہے ہیں، جس قیلے میں ہم رہ رہے ہیں، جس محلے میں ہم رہ رہے ہیں، جس خاندان میں ہم رہ رہے ہیں، جس اجتماعیت میں اٹھتے بیٹھتے ہیں، جن لوگوں کے ساتھ ہمارا گزر بسر ہے، ہم ان سے لائق ہوں اس معاملے میں، بلکہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ جو شخص تقویٰ کا حامل ہے اور جو تقویٰ کے راستے پر چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ ایک اور معیار اس کے سامنے لے کر آتا ہے اور وہ یہ کہ وہ ضرور پھر اس خیر کی طرف اس بھلائی کے سرچشمے کی طرف دوسروں کو بھی لانے کا اور ان کو بلا نے کا ذریعہ بنتے ہوں، وہ اپنی حد تک اس کو سمیٹ کے نہ رکھتے ہوں، وہ صرف اپنی ذات تک صرف محدود نہ ہوں بلکہ ان کی فکران کی پریشانی اور ان کی جدوجہد اور زندگی میں ان کی مصروفیات میں ایک حصہ بھی ہو کہ وہ یہ کوشش کرتے ہوں کہ دوسروں تک بھی یہی بات پہنچے اور وہ بھی تو انہوں مضمبوط ہوں اور ان کا ایمان بھی آگے بڑھے اور وہ بھی اللہ کا تقویٰ اختیار کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انفرادی راستے بھی بتایا ہے ہدایت کا اور اجتماعی طور پر بھی زندگی گزارنے کا راستہ بتایا ہے اور یہی اسلام کا ایک اعجاز ہے کہ اسلام انفرادیت کو اور اجتماعیت کو دونوں کے

درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ اسلام نہیں کہتا کہ دین اور اسلام انفرادی زندگی کا مسئلہ ہے، یہ ہر ایک کا انفرادی کام ہے کہ وہ چاہے مسلمان ہوں، لوگ کہتے ہیں آج کل جو لبرلزم ہے اس کا جو فلسفہ ہے وہ یہی ہے کہ لوگ انفرادی زندگی میں چاہے بدھ مت کا عقیدہ رکھتے ہوں یا ہندو مذہب کا عقیدہ رکھتے ہوں چاہے مسلمان ہوں چاہے عیسائی ہوں، چاہیے یہودی ہوں، یہ ان کا ان کے گھر کا ان کے خاندان کا ان کی انفرادی زندگی کا معاملہ ہے۔ اجتماعی زندگی میں یہ نظام ہم نے بنالیا ہے جس میں سب لوگ آسکتے ہیں۔ اسلام ہمیں یقیناً ایک انکلوسو (Inclusive) قوم کی دعوت دیتا ہے لیکن اسلام ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی، دونوں ایک ہی دھارے کا حصہ ہیں۔ یہ دونوں میں ایک ہی رنگ ہونا چاہیے اور اسلام دین کو اور مذہب کو صرف انفرادی زندگی میں محدود کرنے کا نام نہیں ہے، اسلام انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی دونوں کو ساتھ لے کر چلنے کا نام ہے، اس لئے کہ یہ بات ہے کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوں۔ یہ نہیں ہے کہ اجتماعی زندگی میں، حکومتی زندگی میں، معاشرے کے اندر میں اپنی مرضی سے اپنا کام کر رہا ہو اور انفرادی زندگی میں نماز اور عبادات کا میں پابند ہوں، ایسا نہیں ہے۔ انفرادیت اور اجتماعیت کی کوئی تفریق اس کا کوئی فرق اور اس کا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انفرادیت سے بات شروع کی لیکن اجتماعی انداز میں اللہ نے بلا یا۔

اے وہ لوگو، اللہ نے کہیں نہیں کہا کہاے فرد یا اے انسان۔ اللہ نے ہر جگہ اجتماعی طور پر لوگوں کو بلا یا ہے اور انفرادیت کی دعوت بھی دی لیکن فوراً اجتماعیت کی طرف سبق کا جو رخ ہے اس کو موڑا ہے اور پھر یہ بتایا کہ اللہ نے بھائی بھائی بنایا ہے، ہمیں اس کی قدر کرنا چاہیے، آپس میں اختلاف سے اور آپس میں تنازعات سے اور آپس میں لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہئے اور پھر یہ کہا ہے کہ ضرورامت میں ایسے لوگ ہونے چاہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جو امت بنائی ہے، اس امت میں جوشمولیت ہے، اس کی جومبرشپ ہے، اس کی شرط یہی ہے حقیقت میں کہ انسان نبکیوں کی طرف لوگوں کو بلانے والا ہو اور برا نیوں سے لوگوں کو روکنے والا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے

ایک خیر امت ہے ایک بہترین امت ہے جو لوگوں کے لئے اٹھائی ہے، تاکہ وہ لوگوں کو اچھائیوں کی طرف لے کر آئے اس کا حکم دے اور برا نیوں سے لوگوں کو روکے اور بچائے۔ تو اس امت کی جو مہر شپ ہے، اس میں شمولیت کی جو شرط ہے، اس کے دروازے سے اندر داخل ہونا اور اس میں آگے بڑھنا، اس کا جو طریقہ کار ہے وہ سیمپل (Simple) ہے۔ یہ ایک پریکٹس (Practice) ہے، یہ ایک عمل ہے۔ جو یہ عمل کرتا رہے گا ہر جگہ ہر مقام کے اوپر وہ امت میں شامل ہے۔ جو یہ عمل نہیں کر رہا تو وہ ظاہر ہے کہ اس امت میں شمولیت کا تقاضا پورا نہیں کر رہا، یقیناً پھر بھی شامل ہے، اس کے پاس پورٹ پر لکھا ہوا ہے مذہب اسلام وغیرہ وغیرہ، نام اس کا مسلمان ہے، گھرانہ اس کا مسلمان ہے لیکن وہ اس کے جو تقاضے ہیں اس کو نہ جانہ نہیں پا رہا ہے تو ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی، ہمیں اپنے دین کے راستے کے اوپر چلنے کی توفیق دے اور اس موقع پر ہم اپنے بھائی ڈاکٹر ہارون رشید جن کی یاد میں میں نے آج یہ کچھ بتیں کہیں اپنے لیے بھی اور آپ کے لیے بھی، اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمارے بھائی ہارون رشید جس کی زندگی کا بڑا حصہ میرے سامنے ہی گزرے، اس نے ہمارے ہاں سے انٹر کے امتحان کے بعد داخلہ لیا، اس وقت بھی مجھے یاد ہے جب وہ داخلہ کے بعد ہمارے اور یونٹھیشن (Orientation) پروگرام میں آیا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہم نے ایک سموسہ اور چائے اکٹھے پی تھی اور اس کے بعد اس نے بیہاں سے بیسی ایس کیا اور ایم بی اے کیا، پھر چین گیا وہاں سے اس نے پی ایچ ڈی کی پھروسی اپس آیا اور بیہاں پر پڑھایا۔ حال ہی میں اسے قائد اعظم یونیورسٹی نے جنہوں نے بیہاں سی پیک سینٹر CPEC Center بنایا، قائد اعظم یونیورسٹی نے اسے ہم سے کہیں اچھی بہتر تجوہ بھی آفر کی اور کہا آپ ہمارے ہاں آجائیں لیکن اس نے کہا کہ نہیں میں یو ایم ٹی میں ہی رہوں گا۔ ایک اچھا ساتھی تھا اور اللہ سے ڈرنے والا تھا اور اپنے خاندان کا کفیل تھا اور اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور ہمارے ہاں ڈپارٹمنٹ آف مارکیٹنگ کا چیئرمین تھا تو آپ یہ دیکھیں کہ ایک اچھی زندگی تھی لیکن اللہ کی مرضی اور اس کی منشا کے مطابق اس کا وقت پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس بلایا تو اس

کی زندگی بھی ہمارے لئے ایک سبق ہے جو میں نے علم کے راستے میں ہی دیکھا ہے اور میرے دل و دماغ میں کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں کہ جہاں میں تجھوں اس نے یہ اچھا نہیں کیا۔ خیر ہی خیر ہے اس کی زندگی میں۔ نیک اعمال سے بھری ہوئی زندگی ہے۔ پڑھنے اور پڑھانے میں اس کی پوری زندگی گذری ہے تو اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہو سکتا۔ علم کے راستے کا وہ سوار تھا اور اسی کا راکب اور مرکب تھا تو اللہ نے اسے اپنے پاس بلا لیا ہے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا سے اسے نوازے۔ آمین۔

Audio # 15

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=JqLatduvxnA>

Event: Pakistan Day

Total Time of Audio: 10 Minutes and 42 Seconds

Transcription:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ 23 مارچ 1940 پاکستان کی تاریخ کا نقطہ آغاز سمجھا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دن تھا کہ جب پورے برصغیر ہندو پاکستان سے مسلمانوں کے فوڈا ہو شہر میں جمع ہوئے تھے اور جس جگہ بینار پاکستان ہے وہاں پر جمع ہونے کے بعد انہوں نے ایک قرارداد پاس کی تھی۔ یہ ایک تاریخ ساز جلسہ تھا۔ اس جلسے کی صدارت قائد اعظم محمد علی جناح نے کی تھی اور برصغیر کے مسلمانوں کے نمائندہ فوڈ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے پیٹ فارم پر جمع ہونے کے بعد یہ اعلان کیا کہ وہ اس خطے میں مسلمانوں کیلئے ایک الگ مملکت کی خواہش رکھتے ہیں اس کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ اپنی جدوجہد کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا تاریخ ساز جلسہ تھا کہ جس کی کوئی اور مثال اس دنیا کی تاریخ میں نہیں دی جاسکتی۔ جب کلمہ گو مسلمانوں نے جمع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ایک الگ مملکت کی بنیاد ڈالنے کا عہد کیا اور اس کے لیے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ مطالبہ اور یہ خواہش منظور ہوئی اور بڑی جلدی سات سال کے مختصر عرصے میں مسلمانوں نے جدوجہد کی اور ایک پرچم تسلی جب وہ جمع ہو گئے تو وہ بے شمار مراحل سے گزر بے شمار تکالیف سے گزرے بے شمار آزمائشوں اور صعوبتوں سے گزرے لیکن ان کے قدموں میں کوئی لغزش نہ آئی، ان کے عزم کے اندر کوئی کمزوری واقع نہیں ہوئی اور ان کی قیادت انتہائی اخلاص کے ساتھ اور پامردی کے ساتھ اس راستے کے اوپر جم کر قائم رہی۔ اس کے نتیجے میں اگرچہ جو مخالف قوت تھی وہ اس زمانے کی غالب ترین تہذیب کی نمائندہ قوت تھی جو کہ بربادی سامراج پر مشتمل تھی۔ ایک جانب ان مسلمانوں نے ہندو اکثریت کا مقابلہ کیا، دوسرا جانب ان مسلمانوں نے جو انگریز سامراج تھے جنہوں نے برصغیر ہندو پاک میں سو سال پہلے 1849

میں اپنے نوآبادیاتی تسلط کی بنیاد رکھی تھی، ان دونوں کا مقابلہ کر کے مسلمانوں نے اس خطے میں لا الہ الا اللہ رسول اللہ کے نام پر اپنا خطہ بنایا اور دنیا کے نقشے پر، دنیا کے جغرافیہ پر اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جس خطے سے متعلق لوگ ہوں ان کی جدوجہد اور ان کے مطالبے پر لوگوں نے پر امن طریقے سے رضامندی کے ساتھ ایک نئی مملکت کی بنیاد رکھی اور ایسی مملکت کہ جس کا مقصد وجود صرف اور صرف یہی تھا کہ مسلمانوں کو ایک ایسا گھر میسر آجائے کہ جہاں وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی معیشت، اپنی حکومت، اپنی سیاست، اپنی معاشرت، اپنی ثقافت اور اپنی عدالت ان سب کو منظم کر سکیں اور ان سب کو اللہ اور رسول کے قواعد کے مطابق استوار کر سکیں اور ایک ایسی تجربہ گاہ بنائیں کہ جو پوری دنیا کی عوام کے لئے اور پوری دنیا کی تمام مملکتوں کے لیے ایک مثال بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ شکر ہے اور اس کا یہ احسان ہے کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں جو جدوجہد ہوئی تھی اسے کامیابی ملی اور بڑی بھرپور کامیابی ملی

اب اگر ہم یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام دیا، اللہ تعالیٰ نے جو دعا قبول کی، اللہ تعالیٰ نے جو جدوجہد کو کامیابی دی تو اس کے بعد پچھے آٹھ دہائیوں میں ہم نے اس مملکت کے ساتھ کیا کیا اور ہم نے اس مملکت کی صورت میں جو انعام تھا اس امانت کا ہم نے کس طرح حق ادا کیا، اس مملکت کو کس طرح چلایا تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ کے اس انعام کی ہم نے قدر نہیں کی۔ یہ مملکت جس صورت میں سن سینتا ہیں میں موجود تھی آج اس کا نصف حصہ اس سے الگ ہو چکا ہے۔ یہ مملکت جو کہ اسلام کے فلاجی نظام کو نافذ کرنے کے لئے آئی تھی آج اس مملکت کے اندر غریب بے گھر ہیں، بھوکے ہیں، تعلیم سے محروم ہیں اور وہ ایک بدترین استھان کا شکار ہیں، انہیں کوئی انصاف فراہم کرنے والا نہیں ہے۔ آج اس مملکت کے ایک تہائی افراد ایسے ہیں جو بے روزگار ہیں، جو انہیں خراب معاشی حالات سے دوچار ہیں۔ جس مملکت کو امن کا گہوارہ بننا تھا، جس مملکت کو اسلام کے فلاجی نظام کا ایک نمونہ بننا تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ وہ آج مملکت آٹھ دہائیوں کے گزرنے کے باوجود، بے شمار تجربات کے باوجود اپنی منزل سے بہت دور ہے۔ اب اس صورتحال میں جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اس کے شہری ہیں

جنہیں عوام کہا جاسکتا ہے اور یہ عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مملکت کو درست کرنے کے لئے اور اس مملکت کو اپنی منزل کے قریب لے جانے کے لیے کمر بستہ ہوں اور اٹھ جائیں۔ وہ اپنی آزادی کو اور اپنے اختیار کو حاصل کریں اور وہ راہ عمل اپنا عیسیٰ کے کوئی ان کے ساتھ زیادتی نہ کر سکے۔ وہ متعدد ہوں، وہ اس مملکت کے مفاد کا تحفظ کر سکیں اور اگر کوئی ان پر مسلط ہو اور خیانت کرے، ظلم کرتے تو اس کے خلاف ڈٹ جائیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ نوجوانوں کا کام ہے۔ یہ پاکستان کی نئی نسل کا کام ہے۔ یہ پاکستان کے مستقبل کے جو امین ہیں ان کا کام ہے کہ وہ پاکستان کا تحفظ کریں اور اس کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔ جس ملک کی آبادی کا دو تباہی حصہ نوجوانوں پر مشتمل ہے اگر وہ کھڑا ہو جائے، وہ متعدد ہو اور وہ پاکستان کے مفاد کے تحفظ کے لئے کھڑا ہو جائے اور وہ کسی کے ہاتھوں یقوقف بنے یا کسی سے دھوکہ کھانے اور بار بار یقوقف بنے اور بار بار دھوکہ کھانے سے اپنے آپ کو بچا سکے تو میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی اس ملک میں اتنی صلاحیت ہے، اس کے اندر اتنی قوت ہے اور اس کے اندر اتنے امکانات موجود ہیں کہ یہ ملک اگرچہ بہت دیر ہو گئی ہے لیکن پھر ابھی بڑی تیزی کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہے، ایک ترقی یافتہ ایک جدید اور تمام دیگر ممالک کے مقابلے میں ایک پیش رفت حاصل کرنے والا اور مسابقت کی دوڑ میں آگے بڑھنے والا ملک آج جو کہ ہمارے خوابوں کی مثال ہو اور جو ہماری امیدوں اور ہماری تمناؤں کا مرکز ہو، آج بھی وجود میں آسکتا ہے۔ لیکن اس لئے میری نظر میں اب صرف اور صرف یہی ایک شرط ہے کہ عوام اس شعور کے تحت اور عوام اس یقین اور ایمان کے تحت کہ یہ ملک ہمارا ہے اور اسے ہم نے ہی سنوارنا ہے، ہمیں ہی اس ملک کی تعمیر کرنی ہے اور ایک نئے مملکت کی یہاں پر بنیاد رکھنی ہے، اگر ہمارے اندر یہ شعور بیدار ہوتا ہے اور ہم پھر قربانی دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں، ہمارے اندر یہ جذبہ کا فرم ہوتا ہے اور ہمارے اندر یہ ولوہ اور یہ امگنگ اگر پیدا ہو جاتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کا مستقبل انتہائی روشن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پھر ہم یہاں پر وہ کچھ دیکھ سکتے ہیں کہ جس کا خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ کہا ہے کہ اگر تم میری اطاعت کرو اور اگر تم اللہ کے رسول کی اطاعت کرو تو

تم دیکھو گے کہ زمین سے چشمے ابل رہے ہوں گے اور آسمان سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارشیں ہو رہی ہوں گی اور تمہیں ہر طرح سے خوشحالی ملے گی تو یہ اللہ کا وعدہ ہے اور یہ اللہ نے اس وعدے کو پورا کر کے دکھایا ہے پہلے بھی اور اللہ تعالیٰ اس وعدے کو انشاء اللہ آئندہ بھی پورا کرے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے نوجوان ہماری نئی نسل اس فرض کا شعور حاصل کرے گی اور اس فرض سے لیس ہو کر اور اس کے لئے متحرک ہو کر وہ اپنی زندگی کو وقف کرے گی۔ اس کے نتیجے میں انشاء اللہ یہ ملک دنیا کے دیگر تمام ممالک کے لئے اور دنیا کی دیگر تمام اقوام کے لیے انشاء اللہ ایک نمونہ بن کر قائم ہو گا اور آگے چلے گا۔ قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان قائم ہونے کے لیے بنائے اور یہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ مجھے پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کی ہو گی۔ اب اس ملک کو قائم رہنا ہے تو اس کے لئے ہمیں آسانی کے ساتھ یہ ممکن نہیں ہو گا۔ ہمیں اس کے لئے جو کوشش کرنی ہے وہ ہمیں ہی کرنی ہے اور ہمیں اس کے لئے کھڑا ہونا چاہیے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نئی نسل کو پاکستان کو پاکستان بنانے کی توفیق دے۔ آمین۔

Audio # 18

URL: <https://www.youtube.com/watch?v=n5QLSxA1e5Q>

Event: IBCE 2010

Total Time of Audio: 3 Minutes and 26 Seconds

Transcription:

Note: The audio is missing a proper intro. It starts as:

ڈاکٹر حسن: اس کا مقصد یہ ہے کہ پوری دنیا سے جو بزنس اور انڈسٹری سے ریلیٹڈ (Related) لوگ ہیں انہیں جمع کیا جائے۔ بالخصوص جو اسلامی ممالک ہیں ان سے تعلق رکھنے والے بزنس کو ہم جمع کر رہے ہیں۔ آج سے ہیں سال پہلے لاہور میں انٹرنشنل بزنس فورم کا انعقاد ہوا تھا اور اس کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ پچھلے میں سالوں میں اس کے جو اجلاس ہیں وہ دنیا کے مختلف ملکوں میں ہوئے ہیں۔ تقریباً 12 یا 13 دفعہ استنبول میں ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے اجلاس جو ہیں وہ کوالا لمپور میں، فارسہ میں، ابوہبی میں، جدہ میں، ساؤ تھا افریقہ میں، تہران میں ہوئے ہیں۔ تو ہماری یہ کوشش ہے کہ اس کی جو میسیویں سالگرہ ہے وہ اس موقع پر لاہور میں ہو تو ہم امید کرتے ہیں انٹرنشنل بزنس فورم کے اس اجلاس میں۔ جس طرح سے اس کے اجلاس میں ہر سال لوگ آتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ تقریباً 100 ملکوں سے تقریباً چار پانچ سو لوگ تشریف لائیں گے۔

انٹرویو: آپ نے اس سے قبل بھی کافرنس کروائی اور ابھی آپ پھر کروانیں جا رہے ہیں تو اس میں سیکورٹی کے کیا انتظامات ہیں اور جو غیر ملکی آئیں گے ان کے لیے آپ نے کیا کیا ہے؟

ڈاکٹر حسن: جو غیر ملکی لوگ آئیں گے ان کی سیکورٹی کے لیے مجھے امید ہے کہ ہمیں حکومت کا بھرپور تعاون حاصل ہوگا۔ حکومت ایسی چیزوں کو کہ جن کا تعلق پاکستان کی معاشی ترقی سے، جن کا تعلق بزنس اور انڈسٹری سے، ٹریڈ سے ہو اسے مکمل سپورٹ کرتی ہے۔ بورڈ آف انویسٹمنٹ خود اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان میں انویسٹمنٹ آئے، اگر انویسٹمنٹ پاکستان میں لانا ہے تو جو انویسٹر ہے اس کو خود پہلے پاکستان لانا

ہو گا تو ہم اسی کام کو آسان بنارہے ہیں اور چونکہ یہ جو کافر نہیں ہے یہ گورنمنٹ نہیں بلکہ پرائیویٹ سیکٹر سے ہو رہی ہے تو یہ پیپل تو پیپل کنٹیکٹ (People to People Contact) ہے اور اس کی وجہ سے ان کا ایک اعتماد بھی ہے کہ یہ پیپل تو پیپل کنٹیکٹ (People to People Contact) کا روباری لوگ ہیں وہ وہاں کے انویسٹرز کو بلا رہے ہیں تو انشاء اللہ ہمیں امید ہے کہ سکیورٹی کے انتظامات اور اس کے لحاظ سے ہم اس میں کوئی کمی نہیں کریں گے، کوئی کسر نہیں اٹھا کریں گے اور ملکی حالات بہتر ہوتے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں فضائی، ایک نئی معاشری خوشگوار صورت حالات ہے تو اس کا ہمیں بھر پور فائدہ اٹھانا چاہئے اور جو لوگ ایسا کوئی کام کرتے ہیں یا سوچتے ہیں تو میں ان سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ پاکستان میں امن کو قائم رکھنے میں ساتھ دیں تاکہ پاکستان جب ترقی کرے گا تو سارے مسائل خود بخوبی حل ہو جائیں گے۔

انٹرویو: ریڈیو پاکستان نے ملکی معاشرتی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس نے لوگوں کے ذہن بنانے میں بڑا ہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ اس حوالے سے کیا راء دینا چاہیں دے؟

ڈاکٹر حسن: میں خود ریڈیو پاکستان سننا رہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ریڈیو پاکستان نے پاکستان کے طول و عرض میں پہلی ہوئے، دور دراز علاقوں میں پہلی ہوئے، جو صحیح سے دوپہر تک اپنا کام کرتے ہیں کھیتوں میں یا اپنے کاروبار میں دکانوں میں بیٹھنے ہیں اور شام کو اپنے گھروں میں جاتے ہیں ان میں سے بڑی تعداد کے لیے ریڈیو ایک بہت اہم ذریعہ ہے جو وہ اپنے کان کے ساتھ لگا کر رکھتے ہیں، اپنے ٹریکٹر پر لگا کر رکھتے ہیں، اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ تو ان کو زرعی معلومات، کاروباری معلومات، معاشرتی معاملات کے اوپر، صحت کے معاملات کے اوپر، اس کے علاوہ بین الاقوامی خبریں، لوکل خبریں یہ تمام چیزیں ریڈیو پاکستان کے ذریعہ سے ان کو ایک انتہائی اعلیٰ معیار کے اوپر فراہم ہوتی ہیں۔ میں اسکو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور میں سمجھتا

ہوں ریڈ یو پاکستان نے پاکستان کو قائم رکھنے میں، پاکستان کو ایک قوم بنانے میں، روز اول سے ایک بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور امید کرتے ہیں کہ ریڈ یو پاکستان اسی طریقے سے سدا بہار رہے گا۔

Career and Success – Transcription

بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ میری آج کی گفتگو کا موضوع ہے کامیابی اور کیریئر۔ ظاہر ہے کہ کیریئر کا انتخاب بہت کچھ سوچ سمجھ کر ہوتا ہے۔ اس کے لئے بہت سارے لوگوں سے ملا جاتا ہے، مشورے ہوتے ہیں اور بہت سارے لوگ ریسرچ بھی کرتے ہیں اور بڑی تحقیق کرنے کے بعد وہ کسی شعبے کا انتخاب کرتے ہیں، اس سے متعلق تعلیم کے لیے کسی یونیورسٹی کا انتخاب کرتے ہیں اور پھر ڈگری لینے کے بعد وہ کیریئر کے اس میدان میں آگے بڑھتے ہیں۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمام وہ لوگ جنہوں نے لا اکو پیشے کے طور پر اختیار کیا یا میڈیسین کو اختیار کیا یا کسی سائنس کے مضمون کا انتخاب کیا، ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام لوگ یکساں طور پر کامیاب نہیں ہیں۔ ان میں کچھ بہت کامیاب ہیں اور کچھ بلکل ہی ناکام ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے جن جگہوں کے اوپر وہ لوگ جاتے ہیں کام کرنے والے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کو انہوں نے لے لیا کہ جو کہ مکمل طور پر اس کیریئر کے لیے یکسوئیں ہے اور جو لوگ اس طریقے سے کوئی غلط فیصلہ کر لیتے ہیں، جب وہ اپنے اس شعبے میں داخل ہوتے ہیں تو انہیں بڑے اغطراب سے گزرنما پڑتا ہے، بڑی پریشانی سے گزرنما پڑتا ہے اور پھر وہ پانچ دس سال بعد جا کر پھر کوئی کیریئر میں دوبارہ تبدیلی لے کر آتے ہیں، کسی نئے مضمون میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، کسی نئے ادارے میں جاتے ہیں، کسی نئے میدان کے اندر پھر وہ داخل ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کیا کام کیے جائیں کہ جس سے کیریئر میں ناکامی کا اندریشہ کم سے کم ہو جائے اور کامیابی کا امکان بڑھ جائے۔ اس سلسلے میں میرا جو پہلا مشورہ ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ اپنی تعلیم کے بارے میں سوچیں، اپنی ڈیولپمنٹ Development کے بارے میں سوچیں تو آپ اس تعلیم کی جو ضرورت ہے اس کا جائزہ اپنے کیریئر کے پس منظر میں کبھی بھی نہ کریں کہ چونکہ مجھے اس کیریئر کو اختیار کرنا ہے لہذا اس کیریئر میں کامیابی کے لئے مجھے یہ تعلیم چاہیے اور پھر آپ

اپنے آپ کو اسی تعلیم کی جو ضرورت ہے، بنیادی ضرورت ہے اس تک اپنے آپ کو محدود کر لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی آدمی جو اپنے ساتھ سب سے بڑی زیادتی کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی تعلیم کو اور اپنی ٹریننگ کو وہ کیریئر کے لحاظ سے مرکوز کرے اور ساتھ ساتھ کیریئر کے لحاظ سے محدود بھی کر دے کہ وہ اس کے علاوہ کچھ نہ دیکھ رہا ہو، کچھ نہ سیکھ رہا ہو اور کچھ نہ سوچ رہا ہو تو پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک انسان کی حیثیت سے اس زمین میں بھیجا ہے اپنا بندہ بنانے کے خلیفۃ الارض کی حیثیت سے اس دنیا میں بھیجا ہے، تو آپ کی جو تعلیم ہے اور آپ کی جو تربیت ہے وہ اس نقطہ نظر سے ہونا چاہیے۔ یہ آپ کا اپنا اصل کیریئر ہے، یہ آپ کا وہ مینڈیٹ [Mandate] ہے کہ جو کہ آپ کو خالق کائنات نے دیا ہے، یہ وہ چارٹر ہے جو آپ کو آپ کے رب نے دیا ہے اور اسی پس منظر میں اور اسی میدان میں پھر آپ کو مختلف جو شعبے ہیں ان کا انتخاب کرنا ہے۔ تو جب آپ اپنی تعلیم اور اپنی ٹریننگ کے بارے میں سوچ رہے ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا اور کس چیز سے فائدہ اٹھانا ہے، تو آپ اپنا جو اصل مینڈیٹ Charter ہے اور جو اصل چارٹر [Mandate] ہے جس کا میں نے ذکر کیا اس کو سامنے رکھیں تاکہ آپ کی مکمل شخصیت جو ہے اس کی تعمیر ہو، آپ کی شخصیت کا ہر پہلو نگری لحاظ سے عملی لحاظ سے اور اس کا ظاہری اور باطنی پہلو اور وہ تمام چیزیں جو ہیں وہ ایک منظم طریقے سے ایک روح کے ساتھ اور ایک ضابطے کے ساتھ اور ایک بڑے وسیع مینڈیٹ اور چارٹر کو سامنے رکھ کر ان سب کے اندر ایک ربط قائم ہو، ایک مناسبت ہو، ان میں کوئی اختلاف نہ باقی رہے اور وہ سب سیکھا ہو جائیں اور آپ کی پوری شخصیت جو ہے وہ ایک سانچے میں ڈھلنے جائے۔ جب آپ یہ کر لیتے ہیں تو اس کے بعد آپ کسی بھی شعبے میں چلے جائیں تو ان شا اللہ آپ کو کامیابی حاصل ہو گی۔ تو اصل بات یہ کہ آپ کو اپنی پوری شخصیت کو ایک انسان کی حیثیت سے اسکی تعمیر کرنی ہے۔ اپنی پوری زندگی کو سامنے رکھ کر اپنی شخصیت کے ہر پہلو کو آپ کو ابھارنا ہے، اس کو اجاجہ کرنا ہے اور اس کو نشوونما دینا ہے۔ میری مراد یہاں پر مکمل طور پر سیکھنے سے ہے، میری مراد یہاں پر یہ ہے کہ جب آپ صرف اور صرف اپنے آپ کو کیریئر کے نقطہ نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں تو آپ

صرف ان چیزوں کی طرف توجہ دیتے ہیں جو اس خاص کیریئر کے لیے ناجزیر ہیں۔ پھر آپ کی شخصیت اس کیریئر کے لحاظ سے ممکن ہے کامل ہو لیکن مجموعی طور پر آپ کی شخصیت ادھوری رہ جاتی ہے، اس کے بے شمار پہلو نقش رہ جاتے ہیں، ان میں بہت کچھ خام ہیں جو کہ آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوتا ہے اور اس کی وہ نمونیں ہوتی اور پھر آپ کی شخصیت میں جو یہ ایک خلا باتی رہ جاتا ہے یہ بالآخر آپ کی جو پیشہ و رانہ کا میابی ہے اس کے راستے میں بھی یہ رکاوٹ بن جاتا ہے تو میرا پہلا مشورہ یہ ہے کہ آپ کو اپنی زندگی کی تعریف کرنی ہے، اس کا مقصد آپ کو پیچاننا ہے اور اس کے اس مقصد کی روشنی میں اپنی کامل شخصیت کی تعمیر اور اس کی فلاح و بہبود، اس کی فکر کرنا ہے اور یہ فکر مستقبل فکر ہے۔ اس کے لیے کسی تعلیمی ادارے کا، یا کسی اور ڈگری یا سرٹیفیکیٹ کا اس کا مسئلہ نہیں ہے، یہ آپ کی ذاتی جگتو ہے، ذاتی محنت ہے، ذاتی لگاؤ ہے اور یہ آپ کی ذاتی ذمہ داری ہے، تن تھا یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس کام کو کرنے کے لئے آپ اپنے استاد خود ہیں، آپ اپنی ٹیکسٹ بک خود ہیں اور آپ اپنا امتحان خود میں گے اور آپ اپنا نتیجہ بھی خود ہی برآمد کریں گے۔

دوسری بات میں یہ کہوں گا کہ آپ کی جو ڈپسی ہے یا جہاں پر آپ کو ایک سپارک (Spark) محسوس ہوتا ہے کہ یہ میرے شاید کرنے کا کام ہے تو ایسی جو چیز ہے کہ جہاں پر آپ کا قدرتی طور پر ایک ابھار آ جاتا ہے اور آپ کے اندر سے کوئی آواز آ جاتی ہے، تو ایسے مواقعوں کو ایسے کاموں کو ایسے پراجیکٹس کو یا ایسی ذمہ داریوں کو یا اس نوعیت کی جو توجہات ہوتی ہیں، تو وہاں پر آپ اندھے نہ ہوں، ان کو آپ سلامہ دیں، ان سے اپنی توجہ کو ہٹانے دیں، وہ بڑے قیمتی لمحات ہیں یا آوازیں ہیں جو آپ کو اپنے اندر سے آتی ہیں، اس لئے کہ بہاں پر آپ کے اندر کا باہر کے میدان سے ایک ربط قائم ہو رہا ہے، وہ ایک اندر و فی آواز ہے، آپ اس پر بلیک کہیں اور اس پر سوچیں کہ میں کیا کر سکتا ہوں، کیا دیکھ سکتا ہوں، میری اس میں ڈپسی کیوں ہے اور میں کیا نیا کام کر سکتا ہوں تو ایک بات تو یہ بہت ضروری ہے کہ آپ کے اندر جو ایک میلان ہے اور جو رحمان ہے قدرتی طور پر، جو آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا ہے، جو

ایک خصوصی صلاحیت ہے آپ کے اندر، آپ اس کو دریافت کرنے کی اور پہچاننے کی اس طریقے سے کوشش کریں۔ اس کا جو ایک طریقہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ آپ کے اندر حرکیات ہونی چاہیے، آپ کے اندر ایک سرگرمی ہونی چاہیے۔ اگر آپ بیٹھے ہوئے ہیں، نہ مل رہے ہیں کسی سے نہ کسی جگہ دچپی لے رہے ہیں، نہ کسی مہم میں نہ کسی کام میں، نہ لوگوں کے ساتھ کسی صحبت میں ہیں، بلکہ آپ اپنا وقت الگ تھلگ گزار رہے ہیں تو آپ کو وہ ایکسپرنس ہیں (Experience) نہیں ہوں گے کہ جس کے نتیجے میں آپ کو معلوم ہو کہ کیا چیز آپ کو محظوظ ہے پسند ہے اور کیا چیز آپ کو ناپسند ہے پھر آپ کے اندر ایک غلاف پر غلاف چڑھتا چلا جائے گا اور آپ ایک حقیقتاً اپنے آپ سے بھی دور ہوتے چلے جائیں گے تو ضروری یہ ہے کہ آپ ایک سرگرم زندگی گزاریں۔ جہاں پر کوئی کام ہو، جہاں پر کچھ ہو رہا ہو، وہاں پر اپنے آپ کو ڈالیں چاہے کھیل ہو چاہے کوئی مقابلہ ہو، چاہے کوئی اور محلے میں کوئی سرگرمی ہو، چاہے کوئی مشکل ہو، کہیں کر اس (Crisis)، کہیں پر کوئی ناگہانی آفت آگئی ہے، کہیں پر کوئی مسئلہ درپیش ہے، جو بھی صورتحال جہاں جیسی نظر آئے آپ کو ایکٹو (Active) ہونا چاہیے اس میں دچپی لینا چاہیے تاکہ آپ کا ایک تجربہ آگے بڑھے تو اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک تجربات لینے کی بات ہے۔ ان تجربات کے اندر ابھی تجربات بھی ہوں گے اور خراب تجربات بھی ہوں گے۔ اس کے اندر تجربات سے آپ سیکھیں گے۔ اس میں ایسے تجربات بھی ہوں گے کہ جس میں آپ کی کوئی ایک چیز بڑی انتہائی سطح کے اوپر ٹیکتی بھی ہوگی، خطرات سے خوف سے نمٹنے کی صلاحیت، کسی ٹائم لائن کے اندر ڈیڈ لائن کے اندر کچھ کام کو کرنے کی صلاحیت، مختلف نوعیت کے لوگوں کو ساتھ لے کر چلنا اور ان سے کوئی نتیجہ برآمد کر لینا، یہ صلاحیت تو یہ کہ جب تک آپ کے اندر حرکیات نہیں ہوں گی تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔

اب میں آپ کو چوتھی چیز کی طرف توجہ دلاؤں گا اور وہ یہ ہے کہ آپ جہاں جو کام بھی کر رہے ہوں اس کے اندر آپ کو لوگوں کے ساتھ مل کے بھی کام کرنا ہے لیکن آپ کو صرف لوگوں کے ماتحت ہی کام نہیں کرنا بلکہ آپ اس بات پر بھی اپنی توجہ رکھیں کہ آپ کو قیادت کے لئے اپنے

آپ کو تیار کرنا ہے، آپ کو دوسرا لوگوں کو ساتھ لے کر چلنا ہے، آپ کو انکو آگے بڑھانا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا کہ جب آپ کے اندر ایک مسابقت کا جذبہ ہوگا، آپ کے اندر زیادہ نیز آگے بڑھنے کا جذبہ ہوگا، آپ کے اندر زیادہ محنت کرنے کا جذبہ ہوگا اور آپ کے اندر سب لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کی ایک صلاحیت ہوگی تو آپ کو حقیقتاً قیادت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے اور جب آپ کے اندر ایک قیادت کا جذبہ سامنے آئے گا، اس کا موقع آپ لیں گے تو اس کے نتیجے میں پھر آپ جس کیریئر میں بھی چلے جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا میاہ رہیں گے۔ جو لوگ قیادت سے گھبراتے ہیں، جو آگے تیز نہیں چلتے پچھے چلتے ہیں، جو آگے کوئی مسئلہ ہو تو اس میں کوئی پہل نہیں کرتے، دوسروں کا انتظار کرتے ہیں، جو ہر وقت کسی سوچ میں گم ہیں، کسی کنفیوژن (Confusion) کا شکار ہیں تو ایسے لوگ پھر سائیڈ لائن پر رہتے ہیں۔ دنیا کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ سائیڈ لائن میں اور فٹ پاٹھ پر اور ساحل پر جو لوگ کھڑے ہوئے ہیں وہ ان سے پوچھتے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو کیا مسئلہ ہے۔ لوگ انہی کے پاس جاتے ہیں کہ جو میدان میں کوئی پڑیں، جنہوں نے مشکلات کا سامنا کیا ہے اور وہاں پر مشکلات میں راستہ نکلا ہے۔

اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی کیریئر ہو، اس کے اندر کامیابی کے لئے ایک چیز جو سب سے زیادہ ضروری ہے وہ گفتگو۔ ابلاغ ہے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ بے شمار مواقیعوں پر ایسے لوگوں سے میراوس طبقہ ہوا ہے کہ جو بہت علم رکھتے ہیں، جن کے اندر بہت کچھ کرنے کی صلاحیت بھی ہے لیکن ان کے اندر بیان کی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اپنے مانی الخصیر کو ادا کر سکیں، کہ وہ لوگوں کو کسی بات پر قائل کر سکیں، کہ وہ لوگوں کے ساتھ کوئی گفتگو ہے کوئی مکالمہ ہے کوئی بحث ہے وہ کر سکیں، انہیں قابل کر سکیں اور کسی چیز کے اوپر لوگوں کو اپنا جو حریف ہے یا جو مقابلے میں ہے اس سے گفت و شنید کر سکیں تو یہ جو چیز ہے ابلاغ۔ اس پر آپ کو اپنے کام کرنا چاہیے اور اس میں کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ لٹریچر (Literature) کا مطالعہ کریں، آپ قرآن اور حدیث کا بھی مطالعہ کریں، اس سے آپ کو کمپونیکیشن (Communication) کی جو بنیادیں ہیں وہ واضح ہوں گی۔ اس کے بعد آپ اردو انگلش اور زبانوں میں بھی، یعنی کہ

لٹریچر (Literature) جتنا زیادہ آپ پڑھیں گے اور لوگوں کو جتنا زیادہ آپ پڑھیں گے اور خیالات کو اور ادب کا جتنا زیادہ آپ مطالعہ کریں گے تو آپ کو یہ قدرت حاصل ہوتی چلی جائے گی۔ اور پھر اس کی مشق کریں، زبانی اور تحریری اور ویسے گفتگو، ملاقات، اچھی گفتگو اور بہتر گفتگو، ثابت گفتگو۔ ان چیزوں کی طرف اپنی توجہ رکھیں۔ اس لئے کہ کمیونیکیشن سکلر (Communication Skills) اب ہر پروفیشن کا حصہ ہے۔ خواہ ڈاکٹر اپنے مریض کے ساتھ گفتگو کر رہا ہو، یا وکیل عدالت میں کھڑا ہو کر نج کے سامنے اپنا بیان دے رہا ہو، یا کوئی سیلز پرسن جو ہے وہ کسی چیز کو لے جا کر کہیں پر بیچنا چاہ رہا ہو۔ آج کا یہ دور کمیونیکیشن کا دور ہے اور اس کے اندر انسان کا جو یہ نیادی جوہر ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان دی ہے، تو اس کا پروان چڑھنا انتہائی ناگزیر ہے۔

اگلی بات جو ہے وہ یہ کہ آپ کا جو بھی کیریئر ہے وہ ظاہر ہے کہ آپ تن تھا اپنے کمرے میں بیٹھ کر نہیں بنا سکتے۔ تو آپ کو سی نیٹ ورک (Network) میں ہونا ہے اور وہ نیٹ ورک لوگوں کا ہوگا، جس میدان میں آپ جانا چاہتے ہیں اس میدان کے لوگوں کا ہوگا۔ تو اگر آپ نیٹ ورک (Network) پر کوئی خرچ نہیں کر رہے، آپ ایسی انجمن میں ایسے نیٹ ورکس (Networks) میں نہیں جا رہے ایسی کانفرنز میں نہیں جا رہے یا وہاں پر آپ کی کوئی شناخت نہیں ہے تو اس کے نتیجے میں آپ اس میدان میں آگئے نہیں بڑھ سکتے۔ میں اکثر لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ لوگ ایجوکیشن پر خرچ کرتے ہیں، لوگ باہر بھی جاتے ہیں اور بہت ساری چیزوں پر خرچ کرتے ہیں لیکن بہت کم خرچ ہے جو لوگ کرتے ہیں کسی نیٹ ورکنگ (Networking) پر کہ کوئی کانفرنس ہو رہی ہے، کہیں پر تحقیقی مقالے پڑھے جا رہے ہیں، کوئی پیشہ ور انجمن ہے، تو اس میں جائیں اور اس میں جا کر کے ایک فعال کردار ادا کریں تو پیشہ ور ان کا میابی جو ہے وہ نیٹ ورکنگ (Networking) کی مہارت کے اوپر بھی انحصار کرتی ہے۔ ہر میدان کے لوگوں کا ایک نیٹ ورک (Nertwork) ہے، ان کا اپنا ایک سماجی حلقة ہے، ان کا اپنا ایک دوستوں کا اور جان پیچان کے لوگوں کا اور یکساں کام کرنے والوں کا ایک

دائرہ ہوتا ہے، تو اس کے اندر آپ کی موجودگی، اس میں آپ کی پہچان، اس کے اندر آپ کی شناخت، یہ ایک بڑا ہم و سیلہ ہے کامیابی کا۔

اس کے بعد میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ کیریئر میں کامیابی کے لئے آپ کو اپنے سیاق و سبق کو سامنے رکھنا چاہیے۔ بہت سارے لوگ باہر سے بڑی اچھی ڈگری لیتے ہیں اور بہت کامیاب ہوتے ہیں باہر لیکن پاکستان آکے ہم دیکھتے ہیں کہ اس طرح کامیاب نہیں ہوئے۔ بہت سارے لوگ پاکستان میں بہت کامیاب ہوتے ہیں لیکن باہر جا کر نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے سیاق و سبق کو سامنے نہیں رکھ رہے۔ اگر آپ پاکستان میں ہیں تو آپ یہ سوچیں کہ پاکستان کی سوسائٹی کس مرحلے میں ہے، یہاں پر اس لحاظ سے کیا مسائل ہیں، کیا امکانات ہیں اور آپ اس کے نقطہ نظر سے پاکستان کو سامنے رکھتے ہوئے، پاکستانی لوگوں کو پاکستانی معاشرے کو سامنے رکھ کر، اس کے ماضی حال اور مستقبل کو سامنے رکھ کر آپ کوئی حکمت عملی بنائیں اپنے لیے تو انشاء اللہ وہ آپ کے سیاق و سبق پر تنی ہوگی اور اس کے اندر قدرتی طور پر وہ مقبول بھی ہوگی اور کامیاب بھی ہوگی۔ لیکن اگر سیاق و سبق کا کوئی لحاظ نہ ہو اور آپ سوچیں کہ میں یہاں وہی کام کروں کہ جو اس وقت فرض کریں بیچنگ (Beijing) میں ہو رہا ہے یا لاس اینجلس (Los Angeles) میں ہو رہا ہے تو یہ ظاہر ہے کہ ایک مشکل کام ہو گا، ایسا ہوتا نہیں ہے۔

آخری بات جو میں اس سلسلے میں عرض کروں گا وہ یہ ہے کہ کیریئر جو ہے، لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کس کیریئر کی زیادہ مانگ ہے، والدین پوچھتے ہیں لوگ پوچھتے ہیں، میں ہمیشہ کہتا ہوں ان سے کہ آپ کا سوال ہی نہیں ہے۔ سوال یہ نہیں ہے کہ کس فیلڈ میں مانگ زیادہ ہے اور کس فیلڈ میں مانگ کم ہے۔ مانگ تو مختلف فیلڈز میں کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے لیکن ایک بات لازمی ہے وہ یہ کہ خواہ کوئی بھی میدان ہو، اس میدان میں کسی بھی وقت جب کہ بالکل مکمل بھی ہو میدان، لیکن اگر کوئی فرد کوئی نیا آئندہ یا لے کر آئے گا، کوئی نیا کام کرے گا، کوئی نئی پراؤکٹ لے کر آئے گا، کسی مطالبہ کو پورا کرے گا تو اس کے لیے راستہ ہے، نہ رائک بات یہ ہے۔ دوسری

بات یہ ہے کہ جس طرح انگریزی میں کہتے ہیں کہ

"There is always room on the top"

تو اگر سب کچھ بھی ہو گیا ہے، کوئی مطالبہ ایسا نہیں ہے جو کہ پورا نہ ہو چکا ہوا اور ہر نوعیت کا ہر کام ہو رہا ہو، پھر بھی آپ معیار کے لحاظ سے آپ اس کی جو حمدیں ہیں، ان سے اوپر اٹھ کر کوئی نیا معیار پیش کریں سروں کا، پروڈکٹ کا، خصوصیات کا کوئی بھی ہے تو اس کی مانگ پھر بھی موجود رہتی ہے۔

"There is always room on the top"

تو آپ ایسی کوئی بہت ہی مکمل صورتحال بھی اگر ہے تو آپ معیار کے لحاظ سے اگر بہتری کی طرف جائیں، خوب سے خوب تر کی طرف جائیں گے تو آپ کو پیشہ ورانہ کام میابی حاصل ہو گی۔ تو اصل سوال جو ہے، اصل ریفرنس پھر ڈیمانڈ کا نہیں ہے، مارکیٹ کا نہیں ہے، فیلڈ کا نہیں ہے بلکہ، میری آخری بات یہی ہے، کہ اصل سوال جو ہے وہ ایک دفعہ پھر صرف اور صرف آپ کا ہے کہ آپ کیا کر سکتے ہیں؟ کیا کام ہے جو آپ کرنا چاہتے ہیں؟ کیا کام ہے جو کہ آپ بہترین انداز سے کر سکتے ہیں؟ اور کیا کام ہے جو کہ آپ دوسروں سے منفرد طریقے سے کر سکتے ہیں؟ وہ کیا آپ کی انفرادی اور وہ کیا آپ کی مخصوص صلاحیتیں ہیں کہ جو بروئے کار لا کر کے آپ اس میدان میں کوئی نئی بات پیدا کر سکتے ہیں؟ آپ اس کی فکر کریں تو لوگ آپ کو ریفرنس بنائیں گے، آپ لوگوں کے لئے اس میدان کے لئے ایک نقطہ حوالہ بن جائیں گے، ایک ماہر بن جائیں گے اور اس کی ضرورت ہر وقت ہو گی، ہر مقام پر، ہر شعبے میں ہر وقت مستقل رہتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین انتخاب کی بھی توفیق دے کیمیریز کے لحاظ سے اور ساتھ ساتھ جب آپ کسی شعبے کا انتخاب کر لیں تو اس میں کامیابی کے زینے پھر آپ طے کرتے چلے جائیں اور اپنے آپ کو اس طریقے سے آپ آگے پروان چڑھائیں کہ آپ اس کیمیریز میں لوگوں کے لیے ایک مثال بن جائیں اور اپنے آپ کو کیمیریز کی جو ایک اپنی مخصوص دنیا ہے اس سے اوپر اٹھ کر، آپ اس کیمیریز کی جو پوری فیلڈ ہے اس کی ایک ایک از سرنو اس کی تعریف کرنے

انٹرویو:ڈاکٹر منصف مہبیب مراد

والے، اس کی وضاحت کرنے والے اور اس کی سرحدوں کو آگے بڑھانے والے آپ بن سکتیں۔
بہت بہت شکریہ۔

Remembering Dr Hasan Sohaib Murad

Transcriptions' Speeches

Speech by

Mr.Ibrahim Hasan Murad

خواتین و حضرات میں آپ سب کا بہت بہت دل سے مشکور ہوں کہ آپ لوگوں نے آج اس تقریب میں شرکت کی اور میرے سے پہلے تو بہت سے زبردست مقرر آئے، انہوں نے ڈاکٹر حسن مراد ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر بات کی تو کافی چیزیں کوور Cover ہوئیں، کچھ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں، کچھ کہانیاں ان کے ساتھ جو میرا وقت گزار جو جو میں نے سیکھا جو میں چاہوں گا کہ آپ کو بھی میں بتاؤں اور آپ لوگ بھی اس میں سے کچھ کو پیغام کچھ کو نصیحت لے سکیں، پچھلا ایک سال میرے لئے بہت ہی زیادہ مشکل تھا، اس طرح ہے کہ جیسے زندگی کا رخ ہی بدل گیا ہو، امجد ثاقب صاحب نے بڑے خوبصورت طریقے سے اس منظر کو پیش کیا، ہوا خزاں پھول لیکن ایک چیز جس نے مجھے آگے چلنے سے روکا نہیں جس نے مجھے ہمت دی جس نے مجھے حوصلہ دیا وہ تھا تقویٰ اور یہ چیز میں نے اپنے والد صاحب حسن صہیب مراد ان میں بھی دیکھی کہ جب بھی ہماری کوئی گفتگو ہوتی تھی تو اس میں یہ بات سامنے آتی تھی کہ موت جو ہے وہ مومن کے لیے خوشخبری کا نام ہے، ہم یہ سوچتے ہیں ہمارا جینا ہر چیز ساری انویسٹمنٹ وقت محنت توجہ اس دنیا میں ہی رہتی ہے تو ہمارا ایک اس بات پر اگر یہ میٹھا کہ موت جو ہے وہ ایک خوشخبری ہے مومن کے لیے اور یہ زندگی تو عارضی ہے اور ادھر جتنے بھی لوگ بیٹھے ہیں ہم سب نے ایک دن یہاں سے رخصت ہو جانا ہے، لیکن ہمارا دل جو ہے وہ ادھر اسی لئے اگر کوئی آدمی کوئی شخص ہمارا جس کو ہم چاہتے ہیں وہ گزر جائے تو ہم اداں ہوتے ہیں لیکن میں نے جب یہ دیکھا اور سوچا کہ والد صاحب کا غم اگر میں مناؤں ہر پل ہر لمحہ ہر دن اپنی بقیہ زندگی کا تواہ بھی کم

ہو گا، کیونکہ میرے جو والد تھے وہ والد تو میرے تھے ہے تھے میرے لیئر بھی تھے میرے منتور Mentor بھی تھے میرے آئینڈیل بھی تھے میرے دوست بھی تھے، ہر وقت ہم زیادہ تر ہمارا وقت ایک ساتھ گزرتا تھا اور کہاں سے ڈھونڈ کے لا اؤں تجھ سا کوئی۔

میرے دادا خرم مراد صاحب جب 1965 میں حج پر گئے اور وہاں سے جب واپسی ہوئی تو والد صاحب چھوٹے تھے چھ سال کے تھے انہوں نے پوچھا کہ آپ نے میرے لئے کیا دعا مانگی تو خرم صاحب نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے لئے شہادت کی دعا مانگی ہے، تو ایک دم سے پریشان ہو گئے انہوں نے کہا کہ یہ تو موت کی دعا ہے، تو جواب دیا نہیں یہ ہمیشہ کی حیات کی دعا ہے یہ ہمیشہ کی زندگی کی دعا ہے، تو جب میں والد صاحب کی میت لے کے واپس آ رہا تھا، بہت ہی کھنڈن راستہ ہا تقریباً چھ آٹھ گھنٹے کا، میری بیچ میں کچھ عرصے کے لیے آنکھ لگی کچھ ہی گھنٹوں بعد اس حادثے کے اس سانحے کے اور میں نے دیکھا کہ والد صاحب میرے سامنے لیٹے ہوئے ہیں اور ایک سفید لباس انہوں نے پہنا ہے بالکل نورانی اور سپاٹ لیس (Spotless) اور میں جب ایک دو قدم آگے بڑھتا ہوں ان کی طرف تو وہ سانس لینا شروع ہو جاتے ہیں تو میری آنکھ کھل گئی اور پھر ہمارے ایک ملنے والے ہیں مولا ناظم صاحب ان کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے مجھے فون کیا انہوں نے کہا کے آپ کو پتا ہونا چاہیے کے حادثے کی جوموت ہوتی ہے یہ شہادت صفری ہوتی ہے اور آپ کے والد صاحب شہید ہیں اور جب ان کو لا ہو رہی تھی لے کے آئے تو ان کا جسم جو تھا وہ بالکل نرم تھا اور جب قبر میں ان کو ہم نے اتارتا تو ایک ایسی عجیب سی مہک تھی ایک ایسی خوشبو تھی جو میں نے پہلے کہی نہیں سو گھنی تھی، اور آخری ان کے جو لمحات تھے اس میں انکی شہادت کی جوانگی تھی وہ کھڑی ہوئی تھی اور ذکر جو تھا وہ جاری تھا ان کے زبان پر، تو یہ ان کی پوری زندگی کا ایک اسپیکٹ (Aspect) ہے کہ ان کا جینا تو لوگوں نے بیان کیا لیکن ان کی موت بھی کلمہ پا اور شہادت پا اور اللہ کے ذکر پہ ہوئی اور اس حالت میں ہوئی اور میری جودا دا کی دعا تھی جو حرم میں بیت اللہ میں انہوں نے مانگی تھی وہ اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور میرے والد صاحب کو شہید کا رتبہ ملا۔

ان کی تربیت کا جوانا زتحاودہ بڑا ہی مختلف تھا، ایک بار جب وہ ملک سے باہر گئے تو میرے لئے ایک شرٹ لے کے آئے اس پے پچھے تائیں لکھا ہوا تھا نمبر 27 تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ میرا جو فیورٹ سپورٹس پرنس ہے اس کا نمبر 27 ہے، انہوں نے کہا کہ میں یہ شرٹ تمہارے لئے اس لیے کے آیا ہوں کہ تم مسجد میں نماز پڑھو کیونکہ مسجد میں نماز پڑھنے کا 27 گناز یادہ ثواب ہے، اسی طرح کی اور بھی کچھ چیزیں واقعات جس طرح میں نے جب میری عمر ہوئی میں نے ان سے کہا کہ مجھے گاڑی چلانا سکھا ہیں تو انہوں نے کہا کہ بالکل لیکن یہ ہے کہ جب صحیح تم اٹھوٹھر کی نماز پڑا اور میرے ساتھ چلانا اور واپسی تم گاڑی چلا لینا، تو ایک ایسا ان کا اندازہ تھا کہ ہر چیز جو بھی تھی وہ اللہ کی رضا کے ساتھ جڑی ہوئی تھی اور ہماری میٹنگز میں وہ ادھر یہی کہتے تھے سب کو اگر آپ اپنے دفتر میں کسی بھی پیشے میں کام کر رہے ہیں لیکن آپ کی نیت یہ ہو کہ اللہ کی رضا آپ کو حاصل ہو اور ملک کی خدمت کریں قوم کی خدمت کریں امت مسلمہ کی خدمت کریں تو آپ کا سانس لینا بھی نیکی میں کیا جائے گا۔

اخلاق پر میں کچھ انکے گفتگو کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اعلیٰ اخلاق تھے، امیر اور غریب سے ایک جیسا برتاؤ، میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں یا معاشرے میں دیکھتا ہوں کہ جس کی بڑی گاڑی آگئی جس کے پاس دولت ہے شہرت ہے پیسے ہے طاقت ہے اس کو لوگ عزت دیتے ہیں، لیکن وہ کسی بھی امیر ہو غریب وہ ایک جیسا برتاؤ رکھتے تھے اور ایک اور جوان کی خاصیت تھی وہ یہ تھی کہ ہر وقت مسکراہٹ ان کے چہرے بھی ہوتی تھی اور ہم سب کو پڑتا ہے کہ جو مسکراہٹ ہے یہ بھی ایک صدقہ ہے، تو ان کے بے تحاشا صدقات جو ہیں یہ ہر وقت مسکراہٹ سے ہی جو ہے وہ صدقہ دے رہے ہوتے تھے ہر وقت، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو قبول کرے اس عمل کو مسکراہٹ کا کہ ہم لوگ آجکل جب بھی بیٹھتے ہیں تو منہ بنا ہوتا ہے یا مسکراتے تھے ہیں ہیں لوگ خود کہتے ہیں کہ ذرا سیر یہیں رہا کرو لیکن وہ بے شک جس مرضی مرتبے پر پہنچ گئے تھے مسکراہٹ جو ہے اور کھل کے ہنستے تھے تو یہ ایک ان میں ایسی ان کی خاصیت تھی جو کہ میں چاہوں گا کہ ہم سب اس کو اپنا سیکھ تاکہ ہماری زندگی بھی مزید خوبصورت بن سکے۔

امت مسلمہ کے لئے انکو ایک بہت دکھ اور درد تھا، لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیا ایک اہلیستک (Heuristic) بات کرتے ہیں اور یہ ایگزیٹ (Exist) کرتی بھی ہے کہ نہیں، لیکن ہمیں پتا ہے کہ امت مسلمہ جس طرح حدیث ہے کہ جسم واحد کی طرح ہے، تو وہ اپنے طور پر قطر میں لوگوں سے ملاقاتیں کرتے سعودیہ میں کرتے ترکی میں کرتے ملیشیا میں کرتے اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح ملکوں کو پاس لے کے آیا جائے، ان کے پاس کوئی حکومتی عہدہ نہیں تھا لیکن اپنی کمپیٹی میں مسلسل اپنی کمپیٹی (Capacity) میں انہوں نے ایسے تعلقات بنائے کہ قطر کے سفیر سے ان کی 30 منٹ کی ملاقات تھی اور وہ چار گھنٹے پہ چلی گئی اس نے اپنی ساری میٹنگز کینسل کر دیں اور گاڑی تک ان کو چھوڑنے آیا، اسی طرح ترکی کے صدر اردوگان کے چیف ایڈ واٹر ہمارے پاس آئے ادھر اور ایک ان کی کامیابی کے بمبر میرے آفس میں میٹنگ ہو رہی تھی تو والد صاحب نے کوئی پندرہ بیس منٹ بات کی اور ان دونوں کے آنکھوں سے آنسو روایا ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے پہ آپ نے ایک قرض ڈال دیا ہے ایک بوجھ ڈال دیا ہے اور ہم جب واپس جائیں گے آپ دیکھو گے کہ ہم پاکستان ترکی اور باقی مسلم ممالک کو کیسے فریب لاسکتے ہیں کیسے ان میں بھائی چارہ ہو سکتا ہے یہ جو ایک دوسرے کا قتل ایک دوسرے کے پیچے سازشیں ہو رہی ہیں کیسے ختم ہو سکتی ہیں، ملیشیا کا ایک واقعہ ہے جس میں ان کے ساتھ تھا جس میں انور ابراہیم صاحب جو ڈپٹی پرائم منستر تھے ان کے ساتھ ملاقات ہوئی تو ادھر بھی ان کا وہی ایجنسڈ اتحاد اور وہ آتے اور پھر ملاقاتیں کرتے اور لوگ کہتے تھے کہ انکو کیا ضرورت ہے کہ اپنے وسائل خرچ کر کے اور بغیر کسی فناشل امنٹسٹ (Financial Interest) کے بغیر کسی ذاتی مفاد کے ایسے کام کرنے، وہ صرف اسلام اور اللہ کی رضا چاہتے تھے وہی ان کا مقصد حیات تھا۔

ہمیلٹی (Humility) اور عاجزی کی انتہاء پر وہ تھے، ان سے کوئی پوچھتا تھا کہ آپ کیا کرتے ہیں تو بتاتے تھے کہ میں ایک استاد ہوں، تو کہیں ایک جگہ چل رہے تو کسی نے پوچھا کہ آپ کدھر ہوتے ہیں کیا کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں یو ایم ٹی میں پڑھاتا ہوں، تو وہ

انہوں نے کہا کہ آپ کو کبھی دیکھا نہیں میں بھی یو ایم ٹی میں پڑھاتا ہوں، تو ایک دن وہ یونیورسٹی میں چل رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ وہ آئے اور ان کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے تو پریشان ہو گئے، پوچھا کسی سے تو کہا کہ یہ تو ادھر کے وائس چانسلر ہیں چیزیں ہیں تو انہوں نے کہا کے آپ نے تو مجھے بتایا نہیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں استاد ہوں میں سب سے پہلے استاد ہوں۔

جتنا کچھ تھا جو وسائل تھے کوئی دکھا و نہیں تھا بالکل ہی مٹی ہوئی شخصیت تھے، لوگوں کو ہوتا ہے کہ جس طرف پہلے میں نے ذکر کیا کہ اور بڑھا بڑھا کے بولنا جو ایک ہو تو دس بتانا لیکن وہ بالکل ہی عاجز ترین انسان تھے، مطلب میں ایسے اتنے عاجز ترین انسان سے کبھی نہیں ملا ہزاروں لوگوں سے میری ملاقات ہوئی ہے میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ میرے والد صاحب ہیں لیکن اتنی عاجزی اور انکساری اور اتنی سادگی کہ وہ اصل میں ایک مثال تھے، اب اسی کی ایک آگے بات لے کے چلتا ہوں کہ ہمارے جو ساتھ لوگ کام کرتے ہیں خادم نوکر وغیرہ تو ان سے ان کا ایسا برتاؤ تھا کہ جس طرح وہ اثنان کے نوکر ہوں اور وہ ڈرائیور کوئی ہو گھر میں جس طرح طالب صاحب تھے تو ان کو کہتے تھے کہ طالب صاحب آپ مصروف تو نہیں ہیں تو آگے سے کہتے تھے کہ نہیں میں تو آپ کا نوکر ہوں خادم ہوں آپ حکم کریں کہتے تھے کہ اچھا میرا ذرا ڈرائی کلینر سے کوٹ لے آنا، تو اتنے اعلیٰ اخلاق اتنی عزت دینی ہر کسی کو نہیں کہ صرف امیر ہو طاقتور ہو ہر کسی کو عزت دینی، غریبوں کے لئے دل میں انکے اتنا دکھ اور درد تھا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی انہوں نے کسی کو غالی ہاتھ بھیجا ہو، جو کچھ مانگنے آگیا جو کوئی مانگنے آگیا جان پیچاں ہونہ ہو جینین (Geniune) کیس ہونہ ہو وہ ہر کسی کو نوازتے تھے اور ہر کسی کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے تھے کچھ مدد کر دیتے تھے اور بتاتے بھی نہیں تھے کسی کو، مجھے خود بہت بعد میں پتا لگتا تھا تو میں بھی کہتا تھا کہ آپ تھوڑا انٹرویو کیا کریں کہ یہ ایک مستحق ہے بھی کہ نہیں تو ان کا یہی ہوتا تھا کہ ہر کسی کو دینا چاہیے مستحق کو بھی اور غیر مستحق کو بھی کیونکہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ کے وہ گناہ بھی معاف کرے گا جو بنتے ہوں گے اور وہ بھی معاف کرے گا جو نہیں بنتے ہوں گے۔

غصے کا توان میں عضر ہی نہیں تھا، یہ ایک حیرانی کی بات تھی میرے لئے بہت ہی حیران کن بات تھی کہ مطلب میں دوستوں سے بات کرتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ ہم والد صاحب کا موڈ دیکھ کے بات کرتے ہیں غصہ ہوتا ہے کبھی موڈ خراب ہو تو میرے لیے یہ کانسپٹ (Concept) میرے ماں نہ (Mind) میں کبھی تھا، ہی نہیں کہ والد کبھی ناراض ہوں یا کبھی ان کو غصہ آیا ہو اور کبھی کسی سے بدل نہیں لیا کبھی کسی کی بے عزتی نہیں کی کبھی زندگی میں گالی نہیں نکالی اور گاڑی کبھی جب چلاتے تھے تو لوگوں کو آج کل بہت غصہ آ جاتا ہے اتنی خراب ٹریفک ہوتی ہے لیکن وہ کہتے تھے کہ میں گاڑی کبھی چلاتا ہوں بغیر ہارن دیئے اور وہ کبھی لا ہو را اور پاکستان کی ٹریفک میں، تو اتنا ان میں صبر سکون اور عاجزی کہ کسی کو انہوں نے بر انہیں کہنا کسی کا دل نہیں دکھانا یہ ایک بہت ہی ان میں خاص بات تھی، اور کام کے اندر کبھی ان کا یہ ہوتا کہ ہر کسی کو ساتھ لے کر چلتے تھے، کبھی کسی کو انہوں نے فائر (Fire) نہیں کیا، ہمارے ایک دوست ہیں ڈنمارک میں ہوتے ہیں تو وہ لا ہو آئے ہوئے تو والد صاحب کے دفتر میں بیٹھے تھے تو ایک کوئی کیس آیا کسی کا، والد صاحب نے ان سے مشورہ کیا کہ اس کا کیا کیا جائے تو انہوں نے کہا کہ اس کو تو فوراً نکال دینا چاہیے یہ تو بڑا کریمیل افسنس (Criminal Offense) ہے یہ تو بالکل برداشت نہیں ہونا چاہیے تو انہوں نے کہا ہاں تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو، جو ہمارے دوست تھے وہ چلے گئے ایک ڈیرہ ہفتہ بعد کسی اور شہر اپنے گاؤں وغیرہ سے واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہی صاحب دوبارہ ملنے آفس آئے میں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو اس دن میری آپ سے بات ہوئی تھی آپ کیسے انسان ہیں اس نے ایسا کام کیا اور آپ یہ دوبارہ ادھر بہل رہے آپ نے تو اس کو نکال دیا تھا آپ نے میرے ساتھ اس بات پر آپ کا اتفاق تھا کہ اس کو نہیں ہونا چاہیے ادھر تو دوست بتاتے کہ وہ کرسی سے اپنی اٹھ گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ جو کرسی ہے اس پر بیٹھنے کی میری اوقات نہیں ہے یہ اللہ کا کرم ہے اور میں کون ہوتا ہوں کہ میں انصاف کروں یا میں کسی کا حساب لوں اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے کو پسند کرتا ہے، تو جو مرضی شخص ہو جو مرضی کر دے جتنا بڑے سے بڑا غلط ہو وہ معاف کر دیتے تھے، اوپن معافی ان کے لیے تھی جس مرضی کے لئے،

کبھی کسی سے بدل نہیں لیا کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا کبھی کسی سے اونچی آواز میں بات نہیں کی۔

تو اس کے علاوہ یونیورسٹی میں بھی جس طرح یہ بات پہلے بھی اُنی کہ کبھی کسی کا داخلہ اس وجہ سے نہیں روکا کہ اس کے پاس مالی وسائل نہیں، جس طرح میں نے خود آ کے جب دیکھا تو مجھے پتہ لگا کہ ہم نے یونیورسٹی میں علم فنڈ کے تھرو (Through) تقریباً تین ارب روپے کی سکالر شپ دی ہوئی تھی تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو اتنا بڑا آپ نے کام کیا ہوا ہے پاکستان کا سب سے بڑا اندیجہ بنیں (Indeginious) سکالر شپ فنڈ ہے کسی سے بغیر ایک روپیہ لیے یہ آپ نے کام کیا ہے تو آپ نے تو یہ مجھے بھی نہیں بتایا، ادھر تو اگر کوئی محل میں ملکیت کھول لے تو اپنے پوستر لگوادیتا ہے، تو ان کا بھی ہوتا تھا وہ کہتے تھے ایک ہاتھ سے دو تو دوسرے کو بھی نہیں پڑھ لگنا چاہیے۔

تو پھر انکی جو محبت تھی وہ ہر کسی سے تھی، جس مرضی وہ سرکل میں بیٹھے تھے دنی ہو غیر دنی ہو لبرل ہوسیکولر ہو آمتحانیست ہو مسلم ہو غیر مسلم ہو ہر کسی کو وہ بے تھاشہ بیمار اور محبت دیتے تھے اور ہر کسی سے ان کی دوستی ہو جاتی تھی اور وہ ہمیں بھی یہی سبق دیتے تھے کہ گناہوں سے نفرت ہونی چاہیے گناہ گار سے نہیں ہونی چاہیے، تو یہ ایک اور ایسی چیز تھی جو میں دیکھتا ہوں کہ معاشرے میں لوگ کہتے ہیں کہ ان سے دور ہو اور ان سے ملونہ ان سے دوستی نہ کرو تو ان کا یہ تھا کہ وہ ہر کسی کو گلے لگاتے تھے ہر کسی کو پیار دیتے تھے ہر کوئی کوئی بھی بات آئی کہ ہر کوئی کہتا تھا کہ میرے حسن ہیں، ہر کسی کا ذاتی تعلق تھا ہر کسی کو وقت دیتے تھے اور میں جب باہر سے پڑھ کے آیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ آپ زندگی میں جو کرنا چاہتے ہیں آپ کریں آپ پر کوئی زبردستی نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام سمجھانا ہے یا اس کو آگے لے کے چلنا ہے جو آپ کا انٹرست (Interest) ہے آپ نے کرنا ہے، میرا پھر دو تین ماstry ڈگریز میں ایڈیشن ہو گیا تو میں نے پھر ایجوکیشن کے اندر ہی پڑھا ایجوکیشنل لیڈر شپ (Educational Leadership)، تو واپس جب میں آیا پاکستان تو میں نے ان سے کہا کہ اب میں آگیا ہوں اور میں نے یہ سوچا کہ میں اسی پیشے کو اپنا چاہتا ہوں تو بہت خوش ہوئے، اور انہوں نے کہا کہ ملکیک ہے تو ایسا کرنا

کہ کل سے تم کام پر آ جانا، تو اگلے دن میں تیار ہو کہ سوٹ پہن کے ٹائی لگا کے آ گیا، میں نے ان سے پوچھا کہ میرا آفس اور میری جگہ بتائیں تو انہوں نے کہا کہ یہ سامنے جو وزیر چیر (Visitor Chair) ہے اس پر تم نے بیٹھنا ہے، تو میں نے کہا چلو اس میں کوئی مصلحت ہو گی، پھر مجھے مہینے میں روز آتا تیار ہو کے سامنے آ کر بیٹھ جاتا لیکن کچھ عرصے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مصلحت سکھا رہے تھے کہ ٹیبل کی دوسری سائیڈ سے کیسے ڈیل کیا جاتا ہے، پھر میں نے ان اسے کہا کہ دیکھیں میں تو ماسٹر زکر کے آیا ہوں اور ایک چیشنل لیڈر شپ میں کر کے آیا ہوں اور آپ نے مجھے سامنے کرسی پر بٹھا دیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اچھا ایسا کرو کہ تم جتنے سٹوڈنٹس کی کمپلینٹز (Complaints) ہوتی ہیں ریکٹر آفس جو آتی ہیں وہ تم ڈیل کرنا شروع کر دو، تو پھر میں نے سوچا کہ یہ مجھے کوئی کام دے دیا ہے کہ سارا دن میں لوگوں کی جو بیس وہ باتیں سنوں اور دیکھوں کیا ہے، لیکن کچھ عرصے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ ایک ایک چیز جو تھی وہ میری آنکھوں کے سامنے آ گئی ادارے کی کہ کیا چیز ٹھیک ہے اور کیا چیز نہیں، پھر میں نے ان سے کہا کہ دیکھیں اب میرے دوست ہیں وہ آتے ہیں وہ مجھے آپ کے پی اے کا دفتر استعمال کرنا پڑتا ہے میرے پاس بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے تو انہوں نے ساتھ ہی ایک ٹیبل لگوادی میری، دوڑھائی سال میں ادھر بیٹھا رہا، پھر کچھ اکیڈمیکس (Academics) وغیرہ کا کچھ انہوں نے مجھے کام دیا اور اس کے بعد جو ہے وہ مجھے آفس انہوں نے تقریباً چار سال بعد دیا، تو وہ ایک پورا انکا جو تربیت کا ایک طریقہ تھا یہ ہر کسی کے ساتھ تھا کہ ہر کسی کو وہ ایک اپنی مصلحت سے جو وہ لے کے آگے بڑھتے چلتے تھے اور جو آدمی کے فائدے میں ہوتا تھا آپ کو نہیں بھی پتہ ہو پھر بھی وہ ان کو پتہ ہوتا تھا تو وہ آپ کا بہتر ہی ہمیشہ سوچتے تھے، مجھے بعد میں ہر قھوڑے عرصے بعد جا کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ تو میری بہتری کی بات انہوں نے کی ہے، اور باقی علم سے تو انکی بہت ہی قریبی دوستی تھی وہ ایک ان کا عشق تھا ان کی پرسنل لائبریری میں تقریباً دس ہزار کتابیں تھیں، روز دن کا ایک گھنٹہ جو ہے انہوں نے لائبریری میں اپنی کونٹینیوس سلف ڈولپمنٹ (Continuous Self Development) میں علم حاصل کرنے میں تحقیق کے اندر گزارتے اور دنیا کے ہر ٹاپک

(Topic) پر ان کو عبور حاصل تھا، ان کو جہاں بھی بلا لیتے تھے جس بھی سوشولوگی (Sociology) ہو پیشکل سائنس ہو بُرنس ہو انجینئرنگ ہو وہ ہر ٹوپ (Topic) پر ایسے بولتے تھے کہ جیسے انہی کا ناپیک ہے، ہر ٹوپ پر انکو عبور حاصل تھا اور زندگی میں انہوں نے جس طرح شاید پہلے میں نے عرض کیا کے اپنے لئے تو شاید دس ہزار لیکن ویسے پچاس ہزار کتابیں انہوں نے خریدی ہیں، یہ میرا انداز ہے اور بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو کہ اپنی زندگی میں اپنے خوابوں کی تعبیر اور تعمیر اور اپنے خوابوں کو حاصل کر پاتے ہیں، تو جب حسن صاحب میرے والد چھوٹے تھے تو ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیا بننا چاہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں وائس چانسلر بننا چاہتا ہوں یونیورسٹی کا کیونکہ یونیورسٹی کے اندر ایک پورا کمپیوٹر ہوتا ہے اور اس میں طلبہ ہوتے ہیں اور ایک پورا اس کا جیسا فراہمیا (Paraphernalia) ہوتا ہے تو کچھ عرصے بعد کسی نے پوچھا کہ آپ کیا بننا چاہتے ہیں دس بارہ سال کی عمر تھی اسکی تو انہوں نے کہا کہ میں امام بننا چاہتا ہوں اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی دونوں جوانی چانسلر حدود ریز (Childhood Dreams) تھیں انہوں نے پوری کیس اور اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ ہوتا کہ وہ کسی جگہ ملازمت کرتے لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک یونیورسٹی کھڑی کی جو کہ آج ایشیاء کی تاپ 500 یونیورسٹیز میں آتی ہے اس کے وائس چانسلر بننے اور مسجد میں وہ امامت کرواتے اور جماعت کا خطبہ بھی دیتے اور ایسا منچ میں نے دنیا میں نہیں دیکھا کہ ایک آدمی جو کہ پی ایچ ڈی مینجنمنٹ کی کلاس لیتا ہو یہ مون نیچر اینڈ لیڈر شپ (Human Nature and Leadership) پڑھاتا ہو اور ساتھ وہ جمع کا خطبہ دیتا ہوں لوگوں کی تربیت کے لیے ہر وقت مصروف رہتا ہو۔

تو بالکل آخر میں میں یہی کہوں گا کہ کے پیسکلی (Basically) آج کی جو تقریب ہے اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہم حسن صہبیب مراد میرے والد جو تھے ان کو ہم ایڈیلائز (Idealize) کریں، آج کی تقریب کا مقصد یہ ہے کہ ان کی جواہی صفات تھی وہ ہم خود اپنا نہیں اور اپنی زندگی اپنا معاشرہ اپنا ملک اس کو بہتر بنائیں بہتر کر سکیں، اپنی خاندانی زندگی،

ہر چیز میں ایک سبق ہے، آخر میں مجھے کچھ عرصہ پہلے خواب میں آئے اور وہ ایک محل میں چل رہے ہیں رات کا منظر ہے اور بلکل تیار ہوئے ہیں اور ہم ٹھہر رہے ہیں ایک محل میں اور ایک جگہ سے گزرے ہیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ جو مجھے ملا ہے یہ مجھے اس وجہ سے ملا کہ میں نے جوانی میں عبادت جو کی اور جو اپنے آپ کو محفوظ رکھا یہ مجھے اس وجہ سے ملا ہے، تو وہ میری پوری زندگی جو ہے وہ انشاء اللہ ایک تو ان کے خیالات ان کی اپنی زندگی لیکن میں کوشش کرتا ہوں اور آپ سب سے بھی گزارش ہے کہ ہم سب دعا کریں کہ جوان کی اچھی خصوصیات تحسین وہ ہم اپنی زندگی میں بھی لا سکیں تاکہ ہم اپنی زندگی کو کامیاب بن سکیں اور اللہ کی رضا اور دین اور دنیادونوں کو حاصل کر سکیں، میں آپ سب کا پھر سے بہت بہت مشکور ہوں۔

Speech by Dr Ahmad Murad

الحمد لله رب العالمين. والصلوة والسلام على رسوله الامين. اعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. اذا سما ان شقت."جب آسمان پھٹ جائے گا"۔ واذینت لى ربى ها و هفت". کیونکہ وہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گا اور حق یہ ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے"۔ واذل عردو مدت". اور جب زمین پھیلا دی جائے گی"۔ والقت ما فیها و تخلت". اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کو وہ باہر اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی"۔ واذینت لى ربى ها و هفت". کیونکہ وہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور حق یہ ہے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے"۔ یا ایہا لا انسان" تو اے انسان" ان کا کادھن الارب کا کدھن فامولاکی، "کتو اپنی محنت اور تنگ و دوکرتے کرتے اپنے رب کی طرف دوڑا چلا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ تیری اس سے ملاقات ہوگی"۔ اس آیت کا مخاطب اس دنیا میں پیدا ہونے والا ہر انسان ہے۔ لیکن شاید دنیا کی تاریخ میں دنیا کی آبادی کا مکثر حصہ ایسا گزار جس نے اپنی زندگی اس آیت کے پورے شعور اور احساس اور ادراک کے ساتھ گزاری ہوا اور میں جس نے اس کی پیدائش سے لے کر اس کی جوانی تک کا بیشتر حصہ ایک کرے میں گزارا اور اس کے بعد کی زندگی، امریکہ کی تعلیم کا دور، وہ بھی ساتھ گزارا۔ آج میں یہ گواہی دیتا ہوں اے اللہ تو میری اس گواہی کو قبول کر لے کہ اس نے کبھی بھی۔ اس حقیقت کو جھل نہیں ہونے دیا۔ لوگ اس کو، بہت سے لوگ ہیں اس کو ماہر تعلیم کے طور پر جانتے ہیں، کچھ اس کو اسلامی کارکن کے طور پر جانتے ہیں، کچھ اس کو انسٹیشنس بلڈر (Institution Builder) کے طور پر جانتے ہیں، کچھ اسکو ریلیشنز (Relations) کیسے بنائے جاتے ہیں اس کے ایکپرٹ (Management Expert) کے طور پر جانتے ہیں۔ وہ خود مینجنمنٹ ایکسپرٹ (Management Expert) تھا، ہم نے نیچر (Human Nature) ایکسپرٹ تھا، لیکن۔ یہ سوال کے یہ

سب کیوں؟ یہ بلڈنگ، یہ ادارہ، یہ مسجد یہ لوگ، یہ سب کیوں؟ وہ سب کچھ کرتے ہوئے اس کے ذہن میں صرف ایک ہی چیز ہوتی تھی اور وہ یہ کہ اس کو ایک دن اپنے رب سے ملتا ہے۔ یہ مقصدیت اس کی زندگی کا ایسا حصہ تھی کہ کوئی صبح نہیں ہوتی تھی چاہے وہ اپنے گھر میں ہوں یا دنیا کے کسی کونے میں کسی ہوٹل کے کمرے میں ہو کہ اس نے اپنا دن اللہ تعالیٰ کے کلام اس کی آیات کو پڑھے بغیر شروع کیا ہوا اور اپنے دل میں اس حقیقت کو دوبارہ سے یاد کر کے گھر سے باہر قدم نہ نکالا ہو۔ تو میں تمحتا ہوں کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا سبق یہی ہے۔ اگرچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے بے شمار جتن کیے بے شمار وہ کام کیے جو اور لوگ بھی کرتے ہیں، یونیورسٹیاں بھی بناتے ہیں انسٹیٹیشن (Institution) بھی بناتے ہیں سارے کام کرتے ہیں لیکن اس نے یہ سب کچھ اپنے رب سے ملاقات کے لئے کیا تو میں آج اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ جہاں اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو نور سے بھر دے، اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دے، اس کے ساتھ ہی اس نے جس رب سے ملاقات کے لیے یہ سارے کام کیے، ہم سب کو بھی اسی کا تابع بنادے۔ السلام علیکم

Speech by Dr Umer Murad

الحمد لله، الحمد لله نحمدہ و نستعين و نستغفر و نوبو بھی وانا تو کلو علیک، تعریف ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، میں ان کا بھائی ہوتا ہوں لیکن نہیں سمجھتا کہ میرا مقام ہے کہ آج میں ان پر بات کروں، وہ میرے بھائی تھے میرے دوست تھے مرتبی تھے اور آج اس جگہ پر اس جامعہ میں اس یونیورسٹی جو چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے ان کے دوست و احباب کو لیگز Colleague بزرگوں کی محفل انجمن میں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ابھی شاید کہیں سے اپنی روایتی مسکراہٹ کے ساتھ نمودار ہونگے اور پھر ہم پھر مل بیٹھیں گے نہیں گے بولیں گے منصوبے بنائیں گے تجویز کریں گے، اور پھر مجھے دس تمبر اٹھارہ کی وہ دو پھر یاد آتی ہے جب میں مرکاش میں تھا اور لاہور سے فون مسلسل نک رہا تھا اور پھر عابد شیر و انی بھائی نے خبر دی کہ حادثہ ہوا ہے آپ لوگ تشریف لے آئیں اور پھر آدھے گھنٹے کے بعد انہوں نے یخربدی بمشکل دی کہ حسن بھائی اب ہم میں نہیں موجود، یہ خبر میرے کان میں اب بھی گونج رہی ہے اور یہ اس خواب کو توڑ دیتی ہے کہ شاید وہ پھر یہاں نمودار ہو جائیں، لیکن یہ خراس بات کو بھی یاد دلاتی ہے کہ کل نفس ذاتیتہ الموت، ہر شخص کوموت کا مزہ چکھنا ہے، کل من علیہا فان، ہر چیز فانی ہے، ہر شخص فانی ہے یہ جامع بھی فانی ہے یہ دنیا بھی فانی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نصیب کرے، آج دوپہر میں ان کی قبر پر حاضر ہو ادعاء کے لئے، میرے بھائی بھی تھے میری چھوٹی بہن فائزہ بھی تھی، مجھے وہاں ایک سکون سامحسوس ہوا، میں نے ان کی زندگی میں سوچا طویل عرصہ جو ہم نے ساتھ گزارا، ان کی کاوشیں کوششیں چیلنجز پچپنے کے ایام بھی یاد آئے لیکن بالآخر مجھے محسوس ہوا کہ وہ اپنی منزل پا گئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہماری امی کو سب سے بڑھ کر ان کی اہمیت مختصر مہہ ہماری بھائی نوشابہ بھائی کو اور پھر ابراہیم اور مریم کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم کو ان کے لگائے ہوئے تھے ان کے ان کاموں کو اسی خلوص کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق

دے، آمین

جہاں یہ حقیقت ہے کہ سب کو فنا ہو جانا ہے اور چلے جانا ہے وہاں یہ بھی حقیقت ہے اول باقیات سالہات، صالحات باقی رہتی ہیں، یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم بھی باقی رہتے ہیں، خالدین فیہا، کے وہ الفاظ قرآن میں بار بار آئے ہیں، تم ہمیشہ زندہ رہو گے ہمیشہ باقی رہوا ر حسن بھائی نے اپنی ساری عمر کو اسی سوچ اسی فکر اور اسی عقیدے کے مطابق بنایا کہ ہم کیا چھوڑ کے جا رہے ہیں اور کیا لے کے جائیں گے، جیسا کہ ہم نے سنا کہ میں سمجھتا ہوں اس جہاد زندگانی میں انہوں نے انہی شمشیروں کا سہارا لیا جس کو اقبال نے بیان کیا، یقین مکمل عمل پیغمبربن محبت فاتح عالم، میں اس کی گواہی دے سکتا ہوں، ہم سب سوچتے ہیں ہم بیٹھتے تھے بہت سے آئندیا سوچتے تھے بہت سے خیالات کہ یہ کر دیں وہ کر دیں لیکن انہیں ایک سوچ کو یقین مکمل میں تبدیل کیا اور پھر ہم کافی پروجیکٹ آئندیا یا زپ کام بھی کرتے ہیں دو قدم بھی اٹھاتے ہیں کوئی تنظیمیں بھی بنالیتے ہیں لیکن پھرنا مساعد حالات میں اور کچھنا کامیوں کے بعد نامزاد ہو جاتے ہیں بہت ہار دیتے ہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ جن چیلنجز سے وہ گزرے اس چھوٹے سے ادارے کو بنانے میں، انگلینڈ آیا کرتے تھے ہم دور دھوپ بھی کرتے تھے دیکھتے بھی تھے ان کی فکریں بھی دیکھتے تھے اور خیال آتا تھا کہ شاید کہیں جا بکر لیں کچھ اور کر لیں تو بہتر ہو لیکن عمل پیغمبربن کو ہی انہوں نے کامیابی سمجھا اور محبت فاتح عالم، جو بھی ان کے قریب آیا کسی کی کوئی مصیبت دیکھی مسئلہ دیکھا اس کا حل، انہوں نے ہمیشہ اللہ سے محبت خلق سے محبت زندگی سے محبت اسی کو اور زندگی کی قدر کرنا اسی کو زندگی کی قدر سمجھا اور وہ یہ واقع تھے کہ اللہ بھی ایسے ہی لوگوں سے محبت کرتا ہے، اللہ یہیں متوکل کر تے ہیں اللہ یہیں محسنین جو اچھے کام کرتے ہیں اکسیلینٹ (Excellent) کام کرتے ہیں چھوٹے موٹے کام نہیں کرتے محسنین میں احسان جس کو میرے والد محترم نے ہمیں اچھی طرح سمجھایا کہ احسان کا مطلب اکسیلیننس (Excellence) ہے جو بھی کام کریں اس کو بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش ہے، اور پھر علم، علم دوست تھے، لیستر (Leicester) آتے تھے ہمارے پاس کبھی چھٹیوں میں تو ان کی پہلی

کوشش یہی ہوتی کہ اسلامی فاؤنڈیشن کی لائبریری پہنچ جائیں کسی لوگ لائبریری چلے جائیں کتابیں لیے آتے تھے اور بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے، لیکن علم ہو یا عمل ہو وہ علم اور عمل نافع کے قائل تھے، بڑی بڑی، میں کل ان کی لائبریری پھر گیا، منٹک (Logic) پر فلاسفی پر ایسی ایسی کتابیں جمع کی ہوئی تھیں لیکن فلاسفی ہو منٹک ہو ہسترنی ہو پلیٹکس ہو بالآخر سارا عالم ان کے نزدیک اس لیے تھا کہ خدا کو بیچانیں اپنی زندگی کو اس کے مطابق سنواریں کردار سازی کریں۔ یہ ان کے نزدیک علم کا مقصد تھا، اپنے مسائل حل کریں انسانیت کو آگے بڑھائیں ترقی کریں پروگریس ہوا سی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم دیا ہے اور ساتھ نافع ہونے میں ان کا یہ بھی کونسپٹ (Concept) تھا کہ اس سے ہمیں فائدہ ہو، اکثر وہ اس بات پر جب مسائل ہوتے تھے تو اس پر ہی خوش ہوتے تھے کہ یا یہ میں آئی ایم کے ذریعہ سینکڑوں گھروں کے چولہے چل جاتے ہیں اور جلتے ہیں، اس پر ان کو بہت لگتا تھا کہ یہ چیز بھی اللہ تعالیٰ کو شاید بہت پسند آئے، وہ اس طرح اچاک چلے گئے کہ نصیحت کر سکنے نہ وصیت کر سکے لیکن جب میں دیکھتا ہوں سوچتا ہوں ان کی پوری زندگی ایک بولتی ہوئی نصیحت بھی ہے وصیت بھی ہے، ہم سب کے لئے ہے اور وہ بھی ہے کہ ہم سب اعلیٰ مقصد اپنا سکیں وہ اعلیٰ مقصد جو قرآن اور حضور اکرم کی سیرت نے ہمیں دیا اور پھر عمل پیغم کے ذریعے مسلسل کوشش کے ذریعے اور کوشش کو ہی کامیابی سمجھیں اس کوشش میں منزلیں کامیابی کی بھی آئیں گی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو اپنے نور سے منور کرے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر دے اور آپ میں ہر شخص جن کے ان سے تعلق تھا آپ سے گزارش ہے کہ ان کے لئے آپ دعا کریں۔ واخ دعوانا الحمد لله رب العالمين

Speech by Dr Ansar Pervaiz

میں آئی ایم اور یوایم کے بانی اور چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر حسن صہیب کے بارے میں تو کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہاں پر جو لوگ موجود ہیں وہ انہیں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور جیسا ہم نے سنائیں میں سے کچھ تو اس کے ہمسفر بھی رہے لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو ابراہیم نے مجھے مہیا کیا ہے میں خرم ماموں کے بیٹے حسن کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا۔ میرے لیے حسن کے بارے میں کچھ کہنے کے لئے خرم ماموں کا ذکر اور **لخت می** کا ذکر جو اس وقت یہاں موجود ہیں اس لیے بھی ضروری ہے کہ میرا حسن سے تعلق انہی کے واسطے سے تھا اور حسن ان دونوں کا ایک انتظار ہی تو تھا دل کو جیت لینے والا۔ نہ میں کبھی نظریاتی رہانہ کچھی تحریکیں لیکن ہماری امی ہمیں خرم ماموں کی لگن اور مشن کے بارے میں جو کچھ بتاتی تھیں اس سے بہت متاثر تھے، جب ہم انہیں دیکھتے تو اتنے سادہ سے ڈھیکی آواز اور نرم گفتار مگر یہ ضرور تھا کہ ادھر آپ نے کوئی عقل سے دور بات کی اور ادھر انہوں نے اپنے چہرے پر ملکی سی مسکراہٹ کی ساتھ تین چار لفظوں کا ایک فقرابولا، اس کا مطلب آپ کو اسی وقت سمجھ میں آجائے یا تین چار گھنٹے کے بعد یا آپ کی استطاعت۔

ان کے انتقال پر امی بہت روئیں۔ یہ آنسو صرف چھوٹے بھائی کے لینے نہیں تھے بلکہ اس لیے بھی تھے کہ ایک چراغ جو روشنی کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ بجھ گیا تھا مگر اس لحاظ سے خرم ماموں اور **لخت** مامی بہت خوش نصیب رہے کہ حسن سمیت ان کی اولاد اور پھر ان کی اولادوں کی اولاد ان کے باتے ہوئے یا سمجھائے راستے پر کسی نہ کسی شکل میں چلنے کی کوشش کرتے رہے۔ حسن سے میرا پہلا براہ راست تعلق اس وقت بنا جب خرم ماموں اور **لخت** مامی ج پر جاتے ہوئے اپنے بچوں کو ہمارے ہاں چھوڑ گئے جس میں احمد، حسن، فاروق، فرح اور اویس شامل تھے۔ اویس اس وقت کچھ مہینے کا تھا تو ان بچوں کے آنے کا ہمیں براہ راست فائدہ یہ ہوا کہ

ہمارے گھر میں ہماری اتنی لی وی نہیں آنے دیتی تھیں تو ہمارے ابا نے کہا کہ دیکھو تمہارے بھائی کے بچے آرہے ہیں اگرٹی وی نہیں ہو گا تو وہ بور ہو جائیں گے۔ تو پھر ہماری امی نے ہتھیار ڈال دیے اورٹی وی ہمارے گھر میں آگیا۔ تو اس طرح سے یہ بچے ہمیں آنے سے پہلے ہی اچھے لگئے لگے۔ ظاہر ہے کہ جب چار پانچ ہم بھائی تھے اور یہ سارے لوگ تھے تو آپس میں اڑائی بھی ہوتی تھی اور میں چونکہ سب سے بڑا تھا تو میں قاضی القضاۃ کا کام انجام دیتا تھا اور مجھے یاد ہے کہ جب بھی کوئی اڑائی ہوتی تھی تو اس میں حسن ایک ضرور ہوتا تھا۔ اگر حسن کہیں ہے تو یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ گناہ نہ جائے۔ اب چونکہ حسن یہاں نہیں ہے تو میں تو نہیں بتاؤں گا کہ اڑائی میں قصور کس کا ہوتا تھا لیکن یہ بات ایک طرف۔ پھر یہ ہوا کہ ایک دفعہ کراچی میں جہاں ہمارا نھیں تھا یہ سارے بچے جمع ہو گئے، بہت سارے کزن تھے تو وہاں پر مجھے کسی نے بتایا کہ میں نے وہاں پر تقریری مقابلہ کرایا۔ اس مقابلے میں پھر حسن جو ہے اس کو پھر میں نے کہا کہ تمہارا نمبر ایک ہے تو وہ اس میں اول آگیا تو کچھ جو دوسرا مقابلہ کرنے والے تھے اور دوسرا لوگ تھے انہوں نے کہا کہ بھی یہ تو حسن کی تقریر اچھی تھی لیکن اتنی اچھی تو نہیں تھی کہ اس کو پہلا انعام دیا جاتا لیکن آج یہاں پر کھڑا ہو کر میں کم از کم یہ کریڈٹ تو ضرور لے سکتا ہوں کہ میں نے اس جو ہر کو اسی وقت پہچان لیا تھا۔

جب خرم ماموں کے انتقال پر حسن کاضمون پڑھا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ بڑا ہو گیا ہے اور اس کے بعد پھر وہ بڑا اور بڑا ہوتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ اس کامشن بڑھتا چلا گیا اور ابھی جو مجھ سے پہلے بہت سارے لوگ آئے اور بعد میں آئنے گے وہ بتائیں گے کہ اس نے کتنے بڑے بڑے کام کیے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ باہر سے دیکھنے والوں کو جدوجہد کی منازل نظر نہیں آتی نہ راستے کی صوبتیں صرف کامیابی کے ثمرات نظر آتے ہیں جو ہمارے جیسے اکھاڑے سے باہر رہنے والے لوگ حسد اور رثک کے جذبات کے ساتھ دیکھتے رہتے ہیں۔ اب خیال آتا ہے کہ مجھے حسن سے زیادہ رابطہ رکھنا چاہیے تھا۔ ایک دوبار اس نے کہا بھی مگر لمحہ دوران نے تصور جاناں کی مہلت ہی نہ دی اور میں اپنی اکاڈمیا ملقاتوں میں اس کی مسکراہٹیں وصول کرنے کے علاوہ

کچھ نہیں کر سکا ہے۔ جیسے ابھی پہلے بھی کیا کہا کیا، کیا سحر انگیز مسکراہٹ تھی جس کو دیکھ کے انگریزی زبان کی اصطلاح کا مطلب سمجھ میں آ جاتا ہے جسکو کہتے ہیں کہ دس آرمگ (Disarming) سماں، اور اس مسکراہٹ کے بعد ایک حلقة ساقہ قہقہ اور آپ کے پاس ہتھیار ڈالنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

دنیا کے حساب سے کامیاب لوگ مل جاتے ہیں اور دین کے پیروکار بھی نایاب نہیں لیکن دین اور دنیا کا اتنا طاقتور ملاب پ یہی معراج ہے اور اسی کا نام حسن تھا اور رج پوچھتے تو شاید یہی اقبال کے مردمون کا تصور بھی ہے۔ کوئی عاجز ولاد چارا قبال کا مردمون نہیں ہو سکتا چاہے وہ زاہد شب بیدار ہی کیوں نہ ہو۔ حسن کے چاہنے والے اسی لئے تو آفاق میں گم ہو جاتے ہیں اور لوح قلم اس کو تھادیے جاتے ہیں۔ حسن کے چاہنے والے بہت ہیں، مذاہ بھی ہیں، اس نے بہت سارے کام کیے ویزیونری (Visionary)، ریفارمر (Reformer)، انٹرپرنسر (Entrepreneur)، ایجوکلیشنست (Educationist) تھا لیکن اس کے علاوہ ولمہت مائی کا ہونہا ریٹھا، احمد فاروق اویس فرح اور فائزہ کا ہمدرد بھائی اور نوشاہ بھا بھی کا ہمہ وقت خیال کرنے والا شوہر اور ابراہیم اور مریم کا باپ اور تربیت کرنے والا بھی تھا۔ تمام روں اس نے بخوبی نجھائے اور اس کے ان چاہنے والوں کا دکھ سب سے زیادہ ہے۔ اب وہ یو ایم ٹی سے آگے براہ راست ذمدار یوں سے فارغ ہو کر اور بہت سارے کام کرنا چاہ رہا تھا لیکن صبح کا ستارہ شام میں غروب ہو گیا۔ اب اسے ڈھونڈ چڑا غریب خیالے کر، اللہ سے دعا ہے کہ وہاں بھی وہ اسے پسندیدہ بندوں پر رکھے۔ وہ راہ گزر گزر جو بہت طویل ہے، جس پر ہمارا سفر ابھی جاری ہے اور کٹھن بھی۔ راہ رو بے تحاشا ہیں اور رہبر کامیاب۔ حسن تو چلا گیا لیکن کوئی تو اس کا مشن پورا کرنے کے لئے سعی کرے گا، کوئی تو اس کا عکس بنے گا۔ اوپر والا جب کسی کا سفر مختصر کرتا ہے تو نعم البدل بھی دیتا ہے۔ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کا بہت شکر یہ۔

Transcription

Conversation with Rector of UMT Lahore, Dr. Hasan Sohaib Murad
with Muhammad Siddique

محمد صدیق: اسلام علیکم۔ اگر آپ کی زندگی کے خواب پورے نہیں ہوئے اور مستقبل کے لیے بڑے پریشان ہیں اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے آپ کو اور اپنے ملک کے لئے کیا کر سکتے ہیں، یہ سارے سوال ہیں، یہ میرے بھی سوال تھے میں سال پہلے کہا پنے آپ کو میں کہاں سے نکلوں گا۔ اگر آپ مجھے نہیں جانتے تو میرا نام محمد صدیق ہے

From Atlanta, Georgia. I am the founder of Pakistani Social Entrepreneurship Academy, a project of Al Sharif Foundation. We are on a mission to train one million entrepreneurs in Pakistan.

دس لاکھ بچوں کو ہم ٹرین (Train) کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے پروپرٹرپر (Entrepreneur) کیسے بن سکیں۔ آج ہمارے ساتھ ہیں ڈاکٹر حسن صہیب

مراد

He is the Rector of University of Management and Technology based in Lahore. Dr Hasan Sb, welcome to the show.

ڈاکٹر حسن: آپ کا بہت شکر یہ آپ نے مجھے اس موقع پر بات چیت کرنے کا موقع دیا ہے
محمد صدیق: ڈاکٹر صاحب میں سب سے پہلے یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ کہاں پر تھے، کیا ہوا،
کس نے آپ کو انسپائر (Inspire) کیا، آپ کے ساتھ کون تھا جس کی وجہ سے آپ
ماشالہ اپنے پروپرٹرپر (Entrepreneurship) کی سیڑھی کی بلندی پر گئے
ہیں؟

ڈاکٹر حسن: میں ایک عام انسان ہوں اور عام انسان ہی کی طرح میری ساری زندگی ہے۔ میں
کوئی بہت اکسپشنل (Exceptional) یا اوپسیجننگ

(Outstanding) اسٹوڈنٹ بھی نہیں رہا اور کبھی کوئی ایسے میں نے بڑے بڑے پرانے بھی نہیں ون (Win) کیے لیکن یہ ہے کہ ایک بات تھی کہ میں تھوڑا سا پڑھتا زیادہ تھا دوسروں کے مقابلے میں اور دوسری بات یہ کہ میری پڑھائی جو تھی وہ صرف اپنے مضامین کی حد تک محدود نہیں تھی بلکہ تاریخ اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور اپنادین اور اپنا ملک ہر چیز کے بارے میں معلومات لیتا تھا پڑھتا تھا تو اس چیز سے مجھے ایک انپریشن (Inspiration) ہوتی تھی۔ ان کا سکول سسٹم ہے کالج سسٹم ہے یونیورسٹی سسٹم ہے تو اس میں تو ایک فیکسڈ پرفورما (Fixed Performa) ہے تو اس کے تحت آپ کو اپنی کارکردگی دکھانی ہوتی ہے تو وہ کوئی میرے لئے اتنی فٹ نہیں تھی لیکن یہ کہ جب میں پھر امریکہ گیا تو امریکہ میں مجھے موقع ملا پڑھنے کا اور وہاں پر میں نے بنس ایڈمنیسٹریشن کی تعلیم حاصل کی۔ اس سے پہلے میں نے این ای ڈی یونیورسٹی سے سول انجینئرنگ کی ڈگری لی اور میری جو سکولنگ (Schooling) ہے وہ ساری پری انجینئرنگ میں ہے۔ جب میں نے امریکہ میں ایم بی اے کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ

It is easy to do business. It requires human to understand the risk and return relationship and it requires certain executive talents so that what you plan, what you envision and what you set for yourself, you are able to put on ground. And it is a challenging and exciting and interesting way to live. So in the education of MBA I got very much aware of what it takes, what it needs to be done, and I came back to my country highly motivated and I took up a job to begin with in a very good company known as Dawood Hercules, a leading multi-national, it's a joint venture between Hercules Chemicals USA and Dawood Group Pakistan.

میں بہت ہی خوش قسمت تھا کہ میری جو ڈیپلی لگی اتفاق سے وہ داؤڈ گروپ کے جو چیز میں ہیں اس وقت حسین داؤڈ صاحب، انہی کے ساتھ میری ڈیپلی لگی اور میں نے ڈھائی سال

I worked very closely with him in his corporate office. So I was able to have the whole Pakistani business and industry scanned before me. I understood very easily and very early on in my career that how

Pakistani industry perform and what are the good sectors where there is demand and how different kind of problems are solved and challenges are taken, because I was sitting at the top of a top Pakistani group. So there actually I thought of at that point that I should not go for business as such but I thought I should go for setting up my own training institution

اس لیے کہ میں نے یہ دیکھا جب میں لوگوں کے ساتھ کام کر رہا تھا تو جو لوگ میرے ساتھ آرگنائزیشن (Organization) میں تھے وہ پاکستان سے ایجوکیٹیڈ (Educated) تھے اور میں دیکھتا تھا کہ جو مجھے معلوم ہے وہ ان کو معلوم نہیں ہے اور ان کا کام کرنے کا طریقہ بہت ہی یہ کہنا چاہیے کہ آوت ڈیٹڈ (Out dated) ہے۔ ان کی ازمپشنس (Assumptions)، ان کی انڈرستینڈنگ، ان کے پروسجریٹھیک نہیں ہیں۔ تو جو میں امریکہ میں دیکھ کے آیا تھا اس سے یہ کافی پیچھے ہیں حالانکہ وہ پاکستان کی ون آف دی بیسٹ آرگنائزیشن (Best Organization) کی جاتی تھی۔ تو میں نے اس وقت خود اپنے چیز میں سے بات کی۔ میں نے کہا کہ

I want to set up a training institution, he also agreed upon it and we together developed a feasibility

اور اس فیزیبلٹی کو میں نے پھر آگے بڑھایا تو میرا خیال تھا کہ داؤ د گروپ کے تحت ہی یہ کام ہو جائے گا۔ لیکن پھر اس وقت گلف وار (Gulf war) آگئی، گلف وار (Gulf war) وہ انتہی وہ اور تھوڑی سی انسرٹنٹی (Uncertainty) کافی بڑھ گئی تو اس وقت انہوں نے سوچا اور ایک گروپ کے تحت فیصلہ کیا کہ ابھی کوئی نیا اپنچر (Venture) شروع نہ کیا جائے، پتا نہیں کیا حالات ہیں دنیا کے، کیا ہو گا کیا نہیں ہو گا، تو اس صورت میں ایک ایسی پچویش (Situation) تھی کہ جب افغانستان میں اگرچہ جنگ تو ختم ہو گئی تھی لیکن یورپین اور امریکنر کا بھی انٹرست (Interest) اس ریجن (Region) سے کافی کم ہو گیا تھا اور ان کی ایک ہو سلطتی (Hostality) تھی جو اس وقت محسوس ہو رہی تھی بنسز (Businesses) کو بھی،

تو انٹرنیشنلی (Internationally) پاکستان ٹھوڑا آئیسو لایٹ (Isolate) ہو رہا تھا۔ اس وجہ سے پھر یہ ہوا کہ انہوں نے کہا کہ ہم یہ نہیں کر رہے ہیں تو میں نے کہا کہ آپ تو نہیں کر رہے ہیں لیکن یہ کہ

While preparing the feasibility, I have set my heart into it and I want to do it may be.

تو انہوں نے پھر میری حوصلہ افزائی کی۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جاؤ تم کرو

I started a training institution and my sole purpose was to develop human capital in Pakistan. So it took off very well

اور میں نے چھوٹے چھوٹے کورسز، شارٹ کورسز شروع کیے اور پہلے میں کارپوریٹ سیکیٹر کے لئے کورسز لے کر آیا لیکن میں ایک صاحب سے ملا جو کہ نمبر پاور بھی تھے واپڈا میں، ان سے میری بات ہوئی، ان کے سامنے میں اپنابروشور (Brochure) لے گیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ

Young man I will give you an advice which is worth millions and I'm giving it to you free.

میں نے کہا کہ آپ بتائیں کیا مشورہ ہے تو کہنے لگے

Instead of going for a corporate sector where you will be begging for enrollments and their favors, and you don't have much chance because you are new, you are fresh, you are not as adequately and appropriately equipped as some of the leading training outfits that the country had at that moment

تو انہوں نے مجھے کہا کہ آپ جو یونگ مارکیٹ ہے، جو یونچ (Youth) ہے، انامپلیڈ (Unemployed) ہیں، ریسمنٹلی ایجوکیٹیڈ (Recently Educated) ہیں، ریسمنٹلی امپلیڈ (Recently Employed) ہیں، آپ ان کی طرف جائیں اور ان کو آپ موٹیویٹ (Motivate) کریں اور ان کی نیڈز اسیں (Needs) کریں اور ان کے لئے آپ کورسز آفر (Offer) کریں۔ تو میں نے پھر بلکل

وہی کام کیا اور مجھے وہ ایڈ وائز ان کی بہت ساونڈ (Sound) لگی اور میں نے اس کے مطابق کام کیا اور پھر جب میں نے اخبار میں ایڈز (Ads) دیتے تو

Then I started looking that enrollments were pouring and our courses were hitting success, and we changed around our strategy

اور جو بروشر لے کر ہم شروع ہوئے تھے اور جو ہم ایک سال بعد جو ہم کر رہے تھے بڑا مختلف تھا۔ تو اس طرح سے پھر ہم کام کرتے گئے لیکن پھر جو ہمارے اپنے لوگ جو ہم سے پڑھ رہے تھے

They came to me and they said why don't you offer MBA?

میں نے کہا

MBA is a big task and I don't have the finances, I don't have the faculty and the campus to offer it.

تو انہوں نے کہا

Forget about all of that, we think that you can do it and we are ready to enroll.

تو میں نے کہا

Do you have a complete batch?

تو انہوں نے کہا کہ

Yes, we will give you a complete batch of about 35 students.

تو سٹوڈنٹس خود میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ یہ پروڈکٹ لانچ (Launch) کریں۔ تو وہ سسکس (Success) تھی، ان کو اندازہ تھا کہ ہم اچھا کام کریں گے۔ تو اس وقت پھر میں نے یہ پروڈکٹ لانچ (Launch) کی، پھر ایم بی اے میں آگیا اور پھر ہمیں ہمدرد یونیورسٹی سے افیلیشن (Affiliation) مل گئی اور پھر ہم آگے بڑھتے چلے گئے۔ ہمارا اپنا چارٹر بھی ہو گیا 2004ء میں

Taking a very humble start, today by the grace of Allah (SWT) we are about 10,000 students, we have about 375 full time faculty, we have

about 120 PhDs, we have more than a dozen schools and institutes and we have collaborations all over the world, and about 14,000 alumni.

تو ہمار ایک کمپس سیالکوٹ میں بھی ہے۔ اس کے بعد ہم نے انٹرپریوری (Entrepreneurly) ٹھوڑا سا اپنے ویچر Venture کو اور آگے بڑھایا اور ہم نے اسکول سسٹم شروع کیا ہے

We have about 200 schools now and 50 colleges. So we have set out ourselves now as a composite educational enterprise offering education right from school class one to PhD, under variety of institutions.

اب ہم اس میں اور ویرایتی Variety لارہے ہیں، گرامر (Grammer) اسکول کی چین (Chain) اب ہم شروع کر رہے ہیں، ہم ارلی چائلڈ ہد (Early Childhood) ہیں اس میں جارہے کی طرف بھی جا رہے ہیں، ہم دوسرے جو اس میں ایریا (Areas) ہیں اس میں جارہے ہیں، ہم نے دینی میں ایک آئی کے ایل انسٹیٹیوٹ آف نالج اینڈ لیڈر شپ (ILK)، Institute of Knowledge and Leadership) بنالیا ہے، تو

Hopefully they would also be starting offering courses

تو انٹرنشنل بھی ہو رہے ہیں ایک لحاظ سے

So this is how it all you know happened and grew up. It's a story of team work. I had good friends, I had good colleagues who became good brothers and friends, and we had a good support of them as well.

اب مختلف یونیورسٹیز بنائی جاتی ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے پیچھے ایک سٹوری ہوتی ہے کہ فلاں انڈسٹریلیست (Industrialist) تھا، اس نے کہا کہ میں 10 بلین ڈالر دے رہا ہوں، فلاں ڈونر (Donor) تھا تو اس نے کہا کہ میں یہ کر رہا ہوں اور فلاں ایک فلانٹھروپسٹ (Philanthropist) تھا اور اس کا دل گرم ہو گیا تو اس نے کہا کہ یہ میں بنا دیتا ہوں اور اس کے بعد وہ چیز شروع ہو جاتی ہے یا گورنمنٹ نے کر دیا تو ہمارے پاس انفورچنٹی (Unfortunately) ایسی کوئی سٹوری نہیں ہے کہ فلاں بنس میں نے یا فلاں ڈونر نے یا فلاں لوگوں نے ہمیں پیے دے دیے تو یہ کافی بن گیا، یونیورسٹی بن گئی یا ہسپتال بن

گیا۔ ہماری استوری جو ہے وہ ذرا اس لحاظ سے بلکل مختلف ہے۔ یہ میرا خیال ہے کہ ہم نے کوشش کی، ہماری کوشش کو لوگوں نے مقبولیت دی، انہوں نے قبول کیا، ہمارے رب نے چاہا کہ ایسا ہو جائے تو یہ کام ہو گیا۔

محمد صدیق: سرماشاء اللہ ماشاء اللہ بہت ہی انسپارنگ سٹوری ہے یہ۔ اس کا مطلب یہ لیسن (Lesson) ہے کہ اگر آپ کی نیت صاف ہو اور آپ محنت کرنا چاہیں تو اچھے لوگ آپ کے ساتھ آنا شروع ہو جاتے ہیں اور ٹیم بن جاتی ہے اور ٹیم کے ساتھ ٹرست اگر آپ استبلش (Establish) کریں اور اس کے بعد اس کو منتین (Maintain) کریں تو اللہ تعالیٰ کی جو غایبانہ امداد ہم مسلمان ہوتے ہوئے توقع کرتے رہتے ہیں تو اس سے چیز یا آپ کی چلتی رہتی ہے۔

ڈاکٹر حسن: آپ کی بات بلکل ٹھیک ہے۔ ہمارے اوپر بہت مشکل حالات بھی آئی ہیں، بہت مشکل وقت بھی آیا ہے لیکن ہم نے دو چیزیں سوچی ہوئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیں رکنا نہیں ہے، پیچھے نہیں جانا اور دوسرا یہ کہ ہنستے مسکراتے ہی رہنا ہے چاہے جو بھی ہو اور تیسرا یہ کہ دعا کرتے رہنا ہے، انشاء اللہ حالات بہتر ہو جائیں گے۔

محمد صدیق: ماشاء اللہ ماشاء اللہ تو ڈاکٹر صاحب اب آپ کا یہاں سے اگلے پانچ سال کا دس سال کا کیا پلان ہے؟ کس طرف آپ جا رہے ہیں ابھی یہاں سے؟

ڈاکٹر حسن: اب ہم امریکہ میں ایک یونیورسٹی کھولنا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ پلان (Plan) تو اس طرح کے بھی ہیں کہ اب ہم سوچتے ہیں کہ ثاپ آف دی ولڈ کام کریں۔ ٹاپ آف دی ولڈ (Top of the world) کام کیا ہو سکتا ہے کہ اب ہمارے پاس ایک کپاپیلیٹی (Capability) ہے، ایک ہمارے پاس ایکسپرنس (Experiace) ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک کانفیننس (Confidence) ہے اور ایک آئڈینٹی (Identity) ہے۔ تو ہم یہی سوچتے ہیں کہ اب ہم کسی اینٹرنشنل سپاٹس (Spot) پر جائیں۔ فرض کریں کہ

امریکہ ہے، چا نا ہے، یا یہ کہ دنی میں بھی ہم پہنچ چکے ہیں، انفرہ میں بھی ہم نے اپنا آفس بنایا ہے تو ہم سوچتے ہیں کہ اب ہم دوسرے سپاٹس (Spots) پر جائیں اور اس کو گلوبالائز (Globalize) کریں لیکن گلوبالائز (Globalize) کرنے میں یہ ہے کہ ہمیں اب اسٹریجیک پارٹنر شپ کرنی ہے لوگوں کے ساتھ۔ میرا جواب گروہ کا ماذل ہے فیوچر (Future) میں وہ بھی ہے کہ اسٹریجیک پارٹنر شپ (Strategic Partnership) کی جائیں اور اسٹریجیک پارٹنر شپ (Strategic Partnership) کر کے اپنے آپ کو ہم ایک گلوبل فیس (Global Face) دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پاکستانی اسٹوڈنٹس جو ہیں وہ باہر بھی جائیں، ان کا باہر جانا مفید ہے ان کے لیے وہ بہت کچھ سیکھتے ہیں اس سے لیکن یہ کہ پاکستان میں ابھی ہائرا یجوکیشن (Higher Education) بہت پیچھے ہے۔ پاکستان میں بھی جیسا کہ میں چاہتا ہوں ہم تین چار گناہ بل ہو سکتے ہیں، تین چار گناہم اس کو بڑھا سکتے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت جو ہائرا یجوکیشن میں انرولمنٹ (Enrollment) ہے ٹول ڈیکریباون ٹیلین سٹوڈنٹس (One million students) کی ہے۔ انڈیا میں 20 ملین لوگ ہائرا یجوکیشن میں ہیں۔

20 times more Indians are getting bachelors and masters in all subjects than Pakistanis. So this ratio in Pakistan has to increase at least 5 times just to be able to have the same proportion as that of our population.

ٹھیک ہے نا جب پاپلیشن کے حساب سے بھی انڈیا سے ہمیں اپنا پروپورشن سیم رکھنا ہے تو (Proportion Same)

We have to grow by 5 times.

اور میں سمجھتا ہوں کہ انٹرنیشنل سوسائٹی کو بھی یہ بات سمجھنا چاہیے کہ

In order to have better future for Pakistan or to make Pakistan as the hub of peace, then we have to gainfully utilize the potential of youth

اس کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان میں ایجوکیشن پڑھائی جائے تو میں چاہتا ہوں کہ امریکن اور یورپین ان سب کو بھی چاہیے کہ پاکستان کے اندر ایجوکیشن پر توجہ دیں۔ انشاء اللہ ایجوکیشن آئے گی

Everything else will be solved

محمد صدیق: بلکل جی ماشاء اللہ۔ ڈاکٹر صاحب جیسے کہ آپ کو پتہ ہے کہ یہ ریکمنڈیشن کی انج (Age) میں ہم رہتے ہیں جس میں ہر کوئی ایک چیز دوسروں کو ریکیومنڈ (Recommend) کرتا ہے۔

So you are recommended for this interview by Ameer ul Azeem, our mutual friend, we both have a very high respect for him, so

امیر العظیم صاحب بہت شکریہ آپ کا ریکیومنڈ (Recommend) کرنے کا۔ اسی ریکیومنڈیشن (Recommendation) کی بات کو ہم آگے بڑھاتے ہیں۔ آپ جو پاکستانی یونیورسٹی، جو موٹی (Mostly) مجھے نظر آیا، جب میں پاکستان جاتا ہوں، میں بہت لوگوں سے ملتا ہوں سٹوڈنٹس سپیشلی دفرنٹ یونیورسٹیز (Students Especially) میں Differeant Universities)

Including of course, UMT

ان میں مجھے ڈائریکشن کا جو نوکس ہے نا، وہ ٹھوڑا سا مجھے لیک آف فوکس (Lack of Focus) نظر آیا تو آپ یو تھوڑے کیا ریکیومنڈ کریں گے کہ وہ اپنی ڈریم (Dream) کو اچیو (Achieve) کر سکیں، اپنے فیوچر (Future) کو سیکیور (Secure) کر سکیں اور اپنے آپ کو سپورٹ کر سکیں اپنی فیملی کو سپورٹ کر سکیں، اس لائن پر وہ کیسے اپنے آپ کو کلیئر ڈائریکشن (Clear Direction) پر لے کر جا سکیں؟ تین چیزیں بتا دیں۔

ڈاکٹر حسن: میں یو تھے سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک تو یہ کہ

They should be very optimistic about themselves and confident.

ہماری سوسائٹی میں دو پرالمنز (Problems) ہیں جس کی وجہ سے یو تھے جو ہے وہ سلف

الائین (Self Align) نہیں ہوتی۔ ایک تو پیٹر نزم (Paternalism) ہے جو بڑا ہوتا ہے وہ اپنے سے چھوٹے کو چھوٹا ہی سمجھتا ہے چاہے وہ تیس چالیس پچاس سال کا ہو جائے، وہ اسے گرو (Grow) نہیں ہونے دیتا تو وہ اچھا ہے اس لئے کہ اس کا محبت کا رشتہ ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرا اس کے سر پر ہاتھ رہے یہ میرا برخوردار ہے۔ اگر برگلیڈر یا ٹاریکا، برگلیڈر بھی ملے گا آپ کو تو جو کرنل اس کے نیچے کام کرتا ہے تو اس کے بارے میں تعریف کرواتے ہوئے مبہی کہے گا کہ یہ کرنل صاحب یہ میرے برخوردار ہیں۔ تو اس کا نقصان لیکن یہ ہوتا ہے کہ کرنل صاحب جزل نہیں بن پاتے، وہ اپنے ذہن میں سوار کر لیں گے کہ میں تو برخوردار ہوں، تو دوسرا بات یہ کہ، یہ تو چلو پوز بیٹو (Positive) بات ہے محبت کا رشتہ ہے لیکن ایک دوسرا رشتہ آ جاتا ہے جو کہ بعض اوقات انفرت کا ہوتا ہے حسد کا ہوتا ہے تو اس میں یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی ٹانگ میں کھینچتے ہیں، ایک دوسرے کو زخم لگاتے ہیں، ایک دوسرے کی اچھائی اور بھلائی اور ان کی خوشحالی ان کو اچھی نہیں لگ رہی ہوتی، اس لیے کہ وہ ان کو نصیب نہیں ہوئی ہے یا نصیب اگر ہوئی ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ اگلے کونہ ہو تو یو تھ (Youth) کا پر ابلم (Problem) یہ ہوتا ہے کہ وہ ان دونوں سے نکل کر اپنی خود کو خود پہچان کر اور اپنی تعریف خود کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قبل نہیں رہتا۔ ایک طرف سے ایک ایسا فیور (Favor) ہے کہ جو اس کو ایک سکون دے رہا ہے، دوسری طرف سے ایک دباوہ ہے جو کہ اس کو مجرور کر رہا ہے مغلوب کر رہا ہے، تو سوال یہ ہے کہ اب کرے کیا یو تھ (Youth)۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یو تھ اپنے اوپر کو نفیدنیں (Confidence) رکھے اور اپنی منزل کا تعین کرے اور نیک نیتی کے ساتھ کرے، یہ پہلی بات ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اپنی صلاحیتوں کو ضائع ہونے سے بچائے۔ آج بے شمار چیزیں ہیں، ویڈیو گیمنگ (Video Gaming) ہے، آپ کو پتا ہے کہ سوسائٹی میں ڈرگز (Drugs) آگئی ہیں اندر بیشن سوسائٹی میں جنڈر اندر بیشن (Gender Interaction) بہت فری ہو گیا ہے موبائل اور دوسری چیزوں کی وجہ سے، تو ان سب چیزوں کی وجہ سے وقت ضائع ہوتا ہے، ان کی ڈولپمنٹ نہیں ہو پاتی ہے، یہ ڈسٹرکشن

ڈسپلیمنٹ (Displacement) سے ڈسپلیمنٹ (Destruction) میں بدل جاتی ہیں، ڈسپلیمنٹ (Displacement) سے دیویایشن (Deviation) ہوتی ہیں اور دیویایشن سے پھر اس کے بعد لوگ جو ہیں وہ

They lose track of who they are and what they want to be.

تو اس کا ان کو بہت لوگ ٹرم (Longterm) نقصان ہو جاتا ہے۔ بہت لوگ جلدی اپنے آپ کو نکال لیتے ہیں اور پھر فوکس ہو جاتے ہیں تو

They should remain focus and concentrate on their well-being, their personal grooming and development, and not let themselves be pressurize by all these things which are very narrow focused and they are very temporary, only indulgence and some pleasure that they would get but at a very heavy cost of their future.

تو محنت، محنت نہیں کریں گے تو کچھ نہیں ہو گا۔ تیسری چیز میں ان سے یہ کہوں گا کہ ایک چھوٹی منزل کا تعین کریں کہ میں یہ کر لیتا ہوں، میں یہ کر لیتا ہوں پھر آگے بڑھیں۔ ایک دم یہ نہ سوچیں کہ میں ایک دن میں ایک بہت بڑا امیر آدمی بن جاؤں گا۔ یہ جو چیز ہے اس کو کرنے کے لئے ظاہر ہے کوئی ڈلکشی تو یہ کام کر دے گی، لیکن یہ کہ ایسا اس کے علاوہ زندگی میں کبھی ہوانیں ہے اور نہ ایسا ہوتے دیکھا ہے اور رات دن میں جو لوگ بن جاتے ہیں اس طرح سے تو ہم نے یہی دیکھا ہے کہ وہ اگلے شب دروز کا جودا رہ اللہ نے رکھا ہوا ہے، تو اگلے پھیرے میں وہ یونچ بھی دن ہوئے ہوتے ہیں تو اس لیے میرا یہ خیال ہے کہ محنت پر لیقین رکھیں، رزق حلال پر لیقین رکھیں، دوسروں کے حقوق بھی ادا کریں، اپنا بھی خیال رکھیں، اپنے کاروبار کو آگے بڑھاتے رہیں تھوڑا تھوڑا کر کے، انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ موقع کھوتا رہے گا اور وہ آگے بڑھتے رہیں گے تو یہ تین باتیں ہیں کہ اپنے آپ پر لیقین رکھیں، اپنی خودی کی پہچان کریں، فوکس (Focus) ہو، کونسلٹریشن (Consultation) ہو، اٹینشن (Attention) ہو اور تیسری بات یہ کہوں گا کہ چھوٹے چھوٹے منصوبے لے کر کے محنت کے ذریعے سے اپنا مقام بنائیں۔ لمبا یہ سے خواب نہ دیکھیں جو کہ بالکل ہوائی ہوں اور جس میں پہلا قدم رکھنا بھی مشکل ہو۔

محمد صدیق: ڈاکٹر صاحب

Very well said. I would love to add one thing as a bonus

وہ یہ ہے کہ پونکہ ڈسٹرکشن (Distraction) بہت ساری ہیں اور بچوں کو اپنی منزل کا تعین کرنے نہیں آتا خود یا پھر وہ شوق نہیں ہوتا کہ جو وہ کر رہے ہیں، وہ اپنے دوستوں سے مشورہ کرتے ہیں، مشورہ اس سے کرتے ہیں جس کو اس بات کا خود پتا نہیں ہوتا، کسی سے سن کر وہ آپ کو مشورہ دے رہا ہوتا ہے، اس کو کچھ پتہ نہیں اور پاکستان میں مشورے بغیر پوچھنے دینے کے بڑے ماہر ہیں لوگ اور مجھے بھی بڑے مشورے ملتے ہیں جب میں جاتا ہوں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ مشورہ آپ کو اس سے کرنا چاہئے جو کہ وہ کام پہلے کر چکا ہو، نہ کہ ایک دفعہ، دو دفعہ تین دفعہ اور وہ اس کا ایکسپرٹ ہو، جس کو کہتے ہیں کہ وہ آپ کا کوچ ہو یا منتور (Mentor) ہو یا ٹیچر ہو اور ٹیچر بھی صرف پڑھانے والا نہ ہو اس کا کام کرنے کا تجربہ ہو اس چیز کا، یہ بہت امپورٹنٹ (Important) چیز ہے کیونکہ وہ آپ کو صحیح بناتے ہیں جو اس تجربے سے اس روڈ (Road) سے پہلے گزر چکا ہو، ورنہ یہ کہ وہ یہی کہیں گے کہ ہاں جی میرے دوستوں نے مجھے بتایا، دوستوں نے کس نے بتایا ہے وہ تو خود بیچارے کچھ نہیں کر رہے۔ آپ کی جوانم (Income) ہے، جو آپ کے جو فائیو (Five) قریبی دوست ہیں جن کے ساتھ آپ زیادہ وقت گزارتے ہیں وہ آپ کی ایورج (Average) ہے، اگر وہ بروک (Broke) ہیں تو آپ بھی ان میں سے ایک ہیں

That's how I learned 20 years ago that how to raise your income. You just have to replace your friends with different people. What do you say? I just added it as one bonus.

ڈاکٹر حسن: آپ کا مشورہ بالکل درست ہے

محمد صدیق: بہت شکریہ۔ ڈاکٹر صاحب جس طرح آپ کو پتا ہے کہ میں چیری ٹی (Charity) میں انوالو (Involve) ہوں جس کا نام ہے پاکستان سوشل

(Pakistani Social Entrepreneurs)

، جس میں ہم بچوں کو، پاکستان میں دس لاکھ بچوں کو اور پورے پاکستان سے ابھی ہزاروں

سٹوڈنٹس ہیں جو روز آر ہے ہیں، اس میں ہمیں آپ کی سپورٹ چاہیے تو آپ اس میں سپورٹ کریں گے؟

I am holding my breath.

کہ آپ کا جواب کیا ہو گا اس میں

ڈاکٹر حسن:

You don't have to hold your breath, you can release your breath and you have my support.

محمد صدیق:

Thank you so much. I really appreciate that.

اب جو نچے پورے پاکستان سے اس ویڈیو کو دیکھ رہے ہیں،

How they can support you?

کیونکہ ہم صرف آپ سے اسپورٹ لینے والوں میں شامل نہیں ہیں، ہم دینے والوں میں بھی شامل ہیں کیونکہ یہ تھوڑا ایون (Even) ہو جائے گا۔

How someone who is watching right now, you as Dr Hasan Sohaib Murad, Rector UMT, how they can support you?

ڈاکٹر حسن: وہ اچھے انسان بن جائیں اور ایک اچھی منزل کا تعین کریں اپنے لئے، اس منزل کے حصول کے لیے، پھر اس کے بعد وقف ہو جائیں۔

That is the kind of support I am looking forward to.

محمد صدیق:

Thank you so much Dr Hasan for sharing your wisdom with us today. On behalf of Pakistani Social Entrepreneurship Academy, a project of Al Sharif Foundation and its entire community we appreciate you. This is Muhammad Siddique signing off from Atlanta. Wishing you good luck.

ڈاکٹر حسن:

Thank You!

اڭڙو يۈز ئاڭ حىسن مهىيەب مراد

173